عمران سیریز
کراکون
مظہر کلیم
ایم اے

ناشران ------- اشرف قریشی

---------- یوسف قریشی

پرنٹر -------- محمد یونس

طابع ------- ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت ------- 60/- روپے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول "کرا کون" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس ناول میں عمران اور سیکرٹ سروس کا واسطہ کافرستان کے سمگلروں کے ایسے گروپ سے پڑتا ہے کہ جس کا رابطہ پوری دنیا کے سمگلروں سے تھا اور پھر ان سمگلروں نے نہ صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس بلکہ عمران کو اس نوبت تک پہنچا دیا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس انتہائی بے بسی کے عالم میں حقیقی موت کے خوفناک شکنجے میں پھنس کر رہ گئے۔ مجھے یقین ہے کہ منفرد واقعات پر مبنی یہ منفرد انداز کی کہانی آپ کو پسند آئے گی۔ اپنی آراء سے مجھے نوازنا نہ بھولیئے گا۔ لیکن ناول کے مطالعہ سے پہلے اپنے چند خطوط اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کریجئے۔ کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی طرح کم نہیں ہیں۔

لاہور سے شیخ محمد اعظم لکھتے ہیں۔ "میں نے آپ کے تقریباً تمام ناول پڑھے ہیں۔ آپ کا ہر ناول دوسرے سے دلچسپ اور منفرد ہوتا ہے لیکن بعض اوقات تو مجھے شبہ ہوتا ہے کہ سیکرٹ سروس کہیں براہ راست آپ کے تحت تو کام نہیں کرتی۔ لیکن جب عمران بطور ایکسٹو سامنے آتا ہے اور اس کے اختیارات کا پتہ چلتا ہے تو ہمارا شبہ دور ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا آپ واضح طور پر اس بارے میں ہمیں بتانا پسند

کریں گے"۔

محترم شیخ محمد اعظم صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ عمران کا ایکسٹو ہونا تسلیم اور اس کے اختیارات بھی تسلیم۔ لیکن اگر ایکسٹو کے اختیارات اس قدر ہیں تو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایکس ون کے اختیارات کیا ہوں گے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس میرے تحت کام کرتی ہے تو محترم پاکیشیا سیکرٹ سروس تو ایکسٹو کے تحت کام کرتی ہے البتہ ایکسٹو کس کے تحت کام کرتا ہے۔ اس بارے میں آپ خود اندازہ کر لیجئے گا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

صادق آباد سے آصف اقبال لکھتے ہیں۔ "آپ کے تمام ناول تین تین بار پڑھ چکا ہوں۔ آپ کے ناولوں کے پیچھے جو تصویر شائع ہوتی ہے۔ اسکے بارے میں ہمیں بتائیں کہ وہ آپکی کس عمر کی تصویر ہے اور اب آپ کی عمر کیا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ناول پر شائع ہونے والی تصویر چالیس سال کی عمر کی ہے۔ جبکہ میں نے اب ایک رسالے میں آپ کی جو تصویر دیکھی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تصویر اسی سال کی عمر کی ہے۔ امید ہے آپ ضرور وضاحت کریں گے"۔

محترم آصف اقبال صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک تصویر کا تعلق ہے تو تصویر کی کوئی عمر نہیں ہوتی البتہ صاحب تصویر کی عمر ضرور کاؤنٹ ہوتی ہے۔ آپ نے جس تصویر کو اسی سالہ عمر کی تصویر کہا ہے وہ نجانے کس بزرگ کی ہوگی اور شاید اس تصویر کے خدوخال سے آپ نے صاحب تصویر کی جسمانی عمر کا اندازہ لگایا ہوگا۔ حالانکہ خدوخال میں تبدیلی عمر کے علاوہ بھی بہت سے عناصر کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ اصل بات اس تصویر کے اندر سے جھلکنے والے صاحب تصویر کے کردار اور ذہن کی روشنی ہوتی ہے۔ اس سے آپ کو صاحب تصویر کی ذہنی عمر کا اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ اسی نقطہ نظر سے تصویر کا جائزہ لے کر کوئی فیصلہ کیا کریں گے۔

چشتیاں سے ایم اکرم خان عشرت لکھتے ہیں۔ "آپ کی تعریف یا آپ کے قلم کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ آپ آخر اس قدر جاندار تحریر کیسے لکھ لیتے ہیں کہ انسان تحریر کے حسن میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔ البتہ ایک بات وضاحت طلب ہے کہ عمران کے دوست پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس قدر دوست آخر اس نے کب اور کیسے بنائے ہیں۔ امید ہے آپ ضرور وضاحت کریں گے"۔

محترم ایم اکرم خان عشرت صاحب۔ خط لکھنے اور تعریفی کلمات کا بے حد شکریہ۔ میری تو صرف کوشش ہوتی ہے جبکہ تحریر کی مقبولیت صرف اللہ تعالیٰ کے کرم پر مبنی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز پر اپنا بے پایاں کرم کیا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ جہاں تک عمران کے پوری دنیا میں دوست بنانے کا تعلق ہے تو محترم دوست اس طرح نہیں بنائے جا سکتے جس طرح کوئی سائنسی پرزہ بنایا جاتا ہے کہ دوست بنانے کی لیبارٹری قائم کر لی اور

کھٹا کھٹ دوست بن بن کر نکلنے لگے۔ اس کے لئے ایثار و قربانی کے ساتھ ساتھ بے لوث جذبوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر دوست خود بخود بن جاتے ہیں اور یہی نسخہ عمران استعمال کرتا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

خانیوال سے محمد قاسم شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کے ناول واقعی جاسوسی ادب کا شاہکار ہیں۔ البتہ ایک بات آپ کے ذریعے عمران تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ وہ جس طرح اپنے ساتھیوں کی کردار سازی کا خیال رکھتا ہے اور کسی میں اسے معمولی سا جھول بھی نظر آئے تو وہ اسے نظرانداز نہیں کرتا۔ اس طرح اسے اپنے ساتھیوں کو بھی مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے تاکہ وہ بھی عمران کی طرح ذہنی طور پر سپریم بن جائیں۔ ورنہ جب بھی عمران کوئی بات کرتا ہے سب ممبران اس سے بچوں کی طرح وضاحتیں طلب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ امید ہے آپ ضرور عمران تک میری یہ درخواست پہنچا دیں گے"۔

محترم محمد قاسم شاہ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ مطالعہ ایک اچھی عادت ہے لیکن اب کیا کیا جائے کہ ہر شخص اپنی فطرت کے لحاظ سے دوسرے سے بہرحال مختلف ہوتا ہے۔ اب آپ خود سوچیں اگر تنویر کو جدید سائنس کے انتہائی پیچیدہ فارمولوں کا مطالعہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ بہرحال آپ کی بات عمران تک ضرور پہنچا دی جائے گی کیونکہ کوشش کرنے میں بہرحال کوئی حرج نہیں ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

جھنگ صدر سے محمد عمران لکھتے ہیں۔ "آپ کے ناول پڑھ پڑھ کر میرا ذہن بھی عمران کی طرح سوچنے لگ گیا ہے۔ اس طرح میں اسم بامسمیٰ ہو گیا ہوں۔ اب آپ برائے مہربانی عمران کی شادی کرا دیں تاکہ میں بھی اپنی شادی کے بارے میں سوچ سکوں۔ امید ہے آپ ضرور ایسا کریں گے"۔

محترم محمد عمران صاحب۔ خط لکھنے کا بے حد شکریہ۔ آپ کا ذہن عمران کی طرح ہو گیا ہے تو یہ بہرحال قابل مبارکباد ہے لیکن آپ اسم بامسمیٰ صرف شادی کی حد تک کیوں ہوئے ہیں۔ شادی کے علاوہ بھی عمران بہت کچھ سوچتا ہے اور جہاں تک عمران کی شادی کا تعلق ہے تو شادی کا مطلب خوشی ہوتا ہے اور عمران کو آپ خود دیکھتے ہیں کہ وہ ہر وقت خوش اور شاد رہتا ہے۔ امید ہے آپ میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

خانیوال سے فیصل عباس لکھتے ہیں۔ "میں طویل عرصے سے آپ کا قاری ہوں۔ آپ واقعی بہترین لکھنے والوں میں شامل ہیں البتہ آپ سے ایک بات پوچھنی ہے کہ ویسے تو عمران جولیا کے معاملے میں تنویر کو رقیب کہتا ہے لیکن پھر وہ تنویر کو جولیا کا بھائی بھی کہہ دیتا ہے۔ تو کیا سالا رقیب بن سکتا ہے۔ امید ہے آپ ضرور وضاحت کریں گے"۔

محترم فیصل عباس صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے تو محترم۔ پہلی بات

تو یہ ہے کہ سالا شادی کے بعد بنتا ہے۔ شادی سے پہلے سالے کا رشتہ قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ کہ عمران اسی رقابت کی بناء پر تو کوشش کرتا ہے کہ رقیب کو بھائی بنا کر مقابلے سے آؤٹ کر دے۔ امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

راولپنڈی سے حفیظ الرحمن لکھتے ہیں۔ "آپ کے ناولوں کا طویل عرصے سے قاری ہوں۔ آپ اپنے ناولوں میں ڈکٹا فون کا استعمال کرتے ہیں۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ڈکٹا فون کن دکانوں سے مل سکتے ہیں۔ امید ہے آپ ضرور ان دکانوں کے پتے مجھے بتائیں گے"۔

محترم حفیظ الرحمن صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ ڈکٹا فون صرف سرکاری ایجنسیوں کے استعمال کے لئے ہوتے ہیں۔ عام آدمی کے لئے نہیں ہوتے کیونکہ اگر عام آدمیوں تک ایسی ایجادیں پہنچا دی جائیں تو پوری معاشرتی زندگی تلپٹ ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے ایسے آلات عام دکانوں سے نہیں مل سکتے۔ امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

عمران اپنے کمرے میں موجود تھا۔ اس نے آج کے اخبارات کی تمام سرخیاں دیکھ لی تھیں۔ سلیمان اسے ناشتہ اور بعد میں چائے کا ایک کپ دے کر شاپنگ کے لئے مارکیٹ جا چکا تھا۔ ان دنوں سیکرٹ سروس کے پاس تو کیا فورسٹارز کے پاس بھی کوئی کیس نہیں تھا اور عمران کا مطالعہ کرنے کا موڈ بھی نہ بن رہا تھا اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ اس بے کاری میں کیا کیا جائے۔ بہت سی تجاویز اس کے ذہن میں آئیں لیکن اس نے مختلف وجوہات کی بنا پر خود ہی انہیں مسترد کر دیا اور ابھی وہ اسی سوچ بچار میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"سنجیدہ۔ رنجیدہ بلکہ گرگ باراں دیدہ علی عمران زمانہ قدیم کا ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں بلکہ کراہ رہا ہوں"۔ عمران کی زبان حسب عادت...

"صفدر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ یہ آپ پر آج دل شکستگی کا دورہ کیوں پڑ گیا ہے"...... دوسری طرف سے صفدر کی ہنستی مسکراتی آواز سنائی دی۔

"کیا بتاؤں۔ ہمارے ایک قومی شاعر ہیں۔ ان کے ایک شعر کا مفہوم ہے کہ اگر دل شکستہ ہو تو نگاہ محبوب میں اور زیادہ عزیز ہو جاتا ہے اس لئے بڑی مشکل سے دل کو شکستہ کیا لیکن اب بیٹھا کرچیاں چن رہا ہوں۔ وہ نگاہ محبوب تو ایک طرف خیال محبوب بھی غائب ہو چکا ہے"...... عمران نے دل شکستگی کے لفظ کو دوسرے معنوں میں لے جاتے ہوئے کہا تو دوسری طرف صفدر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"عمران صاحب۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں آپ کو اس کی وجہ بتاؤں"...... صفدر نے کہا۔

"اچھا تو تم وجہ جانتے ہو۔ بہت خوب۔ میں تو سوچ سوچ کر نیم پاگل سے فل پاگل بن گیا ہوں بلکہ پاور فل پاگل کہ سلیمان بے چارہ مارکیٹ کا بہانہ بنا کر فلیٹ سے راہ فرار اختیار کر چکا ہے۔ جلدی بتاؤ وجہ تاکہ میں سلیمان کو یقین دلا سکوں کہ میں وجہ سے واقف ہوں ورنہ تم جانتے ہو کہ آج کل کے باورچی تو مونگ کی دال کا نام سنتے ہی اس طرح منہ بناتے ہیں کہ جیسے کسی نے پتھر مار دیا ہو۔ وہ تو کھانوں کے ایسے ایسے نام لیتے ہیں کہ جیسے کسی اور سیارے سے کرہ ارض پر سیر کرنے آئے ہوں"...... عمران کی زبان رواں ہو

گئی۔

"آپ بوڑھے ہو چکے ہیں"...... صفدر نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں سرچ لائٹس کی طرح آنکھوں کے حلقوں میں گھومنے لگیں۔

"یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ گزر گئی بالی عمریا۔ قبر میں لٹک گئے پیر۔ اوہ۔ وہ کیا مصرعہ ہوتا ہے جو قبروں کے کتبوں پر لکھا جاتا ہے۔ وہ کیا ہوتا ہے۔ میرا مطلب ہے بن کھلے مرجھا جانے والے غنچوں پر حسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ارے ہاں۔ یاد آ گیا۔ حسرت ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے"۔ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے صفدر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"یہ مصرعہ بچوں کے لئے مخصوص ہے۔ بوڑھوں کے لئے نہیں۔ بوڑھوں کے لئے اور شعر ہوتے ہیں جیسے آہیں بھرتے گزر گئی عمر ساری۔ وغیرہ وغیرہ"...... صفدر بھی آج شاید موڈ میں تھا۔

"کمال ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم نے غلطی سے آتشی شیشوں والی عینک لگا لی ہے کہ میں تمہیں اب اس قدر بوڑھا نظر آنے لگ گیا ہوں۔ نہیں۔ میں وصیت کر جاؤں گا کہ غنچے والا شعر ہی لکھا جائے۔ واہ۔ کیا خوبصورت اور موسیقی سے بھرپور لفظ ہے غنچہ"۔ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ عمر کے لحاظ سے بوڑھے نہیں ہوئے۔

صفدر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ خدایا تیرا شکر ہے ورنہ تمہاری بات سن کر مجھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے میں میدان حشر میں حاضر ہونے والا ہوں اور میرے نامہ اعمال میں صرف نامہ ہی نامہ ہے۔ اعمال نام کی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ابھی نیک اعمال کی مہلت موجود ہے۔ تمہارے منہ میں اصلی گھی شکر۔ بشرطیکہ میسر آ جائے اور ظاہر ہے یہ دونوں چیزیں اس زمانے میں میسر نہیں ہو سکتیں اس لئے خرچہ لازماً بچ جائے گا"...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ ذہنی طور پر بوڑھے ہو گئے ہیں۔ نہ اب آپ ملٹی کلر سوٹ پہنتے ہیں نہ بچوں کی طرح اچھلتے کودتے ہیں۔ نہ آپ مسلسل مذاق کرتے ہیں۔ مشن کے دوران بھی آپ پر سنجیدگی کا دورہ پڑا رہتا ہے اور مشن سے پہلے اور بعد میں بھی آپ فلیٹ تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے ہیں"...... صفدر نے باقاعدہ دلائل دیتے ہوئے کہا۔

"اک تیر مارا کلیجے پر کہ ہائے ہائے۔ کیا زمانہ یاد دلا دیا تم نے۔ جسم پر ملٹی کلر لباس۔ منہ میں چیونگم۔ آنکھوں میں کجلے کی دھاریاں۔ بالوں میں قطرہ قطرہ ٹپکتا ہوا تیل۔ لبوں پر پان کی سرخی۔ گالوں پر غازہ"۔ عمران نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کی بات کر رہا ہوں۔ یہاں کے شاعروں کے محبوب کی

نہیں کر رہا۔ بہرحال میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ آج اگر آپ چاہیں تو اپنی سنجیدگی کو خیرباد کہہ سکتے ہیں۔ ہوٹل البانو میں آج ایک خصوصی فینسی ڈریس شو ہے لیکن یہ فینسی ڈریس صرف مسخروں کے لباس تک محدود ہے۔ آپ اگر چاہیں تو یہ مقابلہ جیت سکتے ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"اچھا۔ لیکن انعام میں کیا ملے گا۔ کوئی موٹی رقم کی خوشخبری سناؤ تاکہ سلیمان کا ادھار اتر جائے۔ اصل میں اس مسلسل بڑھتے ہوئے ادھار نے ذہن تو کیا ہر لحاظ سے بوڑھا کر دیا ہے مجھے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انعام میں قہقہے ملیں گے اور آپ جانتے ہیں کہ اس دور میں قہقہے کس قدر گراں ہو چکے ہیں۔ بہرحال آپ نے اس میں شرکت کرنی ہے۔ پوری ٹیم آج اس فنکشن میں شرکت کر رہی ہے۔ اب سے دو گھنٹے بعد فنکشن شروع ہو جائے گا اور ہم سب آپ کا انتظار کریں گے"...... دوسری طرف سے صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"صفدر کی بات تو سچ ہے۔ میں تو واقعی ذہنی طور پر بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں۔ سنجیدگی کا خوفناک مرض پوری طرح مجھے اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ ٹھیک ہے۔ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو۔ اگر گردش ایام نہیں پیچھے کی طرف دوڑتی تو میں تو دوڑ سکتا ہوں اور یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ میں ابھی دوڑ سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے تو دوڑ

شروع کی جائے"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے عقب میں واقع ڈریسنگ روم کی طرف اس انداز میں دوڑ پڑا جیسے واقعی پیچھے کی طرف دوڑ رہا ہو۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد جب وہ ڈریسنگ روم سے برآمد ہوا تو اس کے جسم پر واقعی ملٹی کلر لباس موجود تھا۔ پینڈ ماسٹروں جیسی پیازی رنگ کی پینٹ جس پر مختلف رنگوں کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ گہرے سرخ رنگ کی شرٹ، زرد رنگ کی ٹائی اور عنابی رنگ کا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ چہرے پر حماقتوں کا آبشار اپنی پوری رفتار سے بہہ رہا تھا۔ ابھی وہ ڈریسنگ روم سے نکل کر کمرے کے درمیان میں ہی پہنچا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"نوجوان علی عمران بغیر کسی ڈگری کے بول رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"سلطان بول رہا ہوں عمران۔ فوراً میرے آفس پہنچو۔ ابھی اور اسی وقت"...... دوسری طرف سے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے منہ بناتے ہوئے رسیور رکھا اور پھر دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ سلیمان اندر داخل ہوا۔

"ارے تم آگئے۔ کب۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں ہوا۔ کہیں کسی قوم جنات کی خاتون سے شادی تو نہیں کر لی کہ ہوا کی طرح آنے

لگ گئے ہو"...... عمران نے ٹھٹھک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے"...... سلیمان نے عمران کی بات نظرانداز کرتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"صفدر نے مجھے احساس دلایا ہے کہ میں ذہنی طور پر بوڑھا ہو گیا ہوں اس لئے میں نے سوچا کہ نئے سرے سے نوجوان بنا جائے اور ویسے بھی آج ہوٹل البانو میں مسخروں کا فینسی ڈریس شو ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس لباس کی وجہ سے مجھے پہلا انعام مل جائے گا اور کم از کم تمہارا نہیں تو میرا اپنا ادھار تو اتر جائے گا"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مسخرے اور احمق میں فرق ہوتا ہے اور آپ کو بہرحال اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے کیونکہ آپ کی خوش قسمتی اور میری بدقسمتی سے میں آپ کا باورچی ہوں اس لئے جایئے اور بے شک مسخروں والا لباس پہن لیجئے لیکن احمقوں والا نہیں"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ زیادہ فلسفہ بھگارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ احمق اور مسخروں میں بھلا کیا فرق ہوتا ہے۔ مسخرہ بنتا ہی اس وقت ہے جب وہ احمق ہو"...... عمران نے کہا۔

"جی نہیں۔ مسخرہ دوسروں کو احمق بناتا ہے اپنے آپ کو نہیں"۔ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں نے احمقوں والا لباس پہنا ہوا ہے۔

چلو تم بتاؤ کہ مسخروں والا لباس کون سا ہوتا ہے"...... عمران نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ سلیمان کوئی جواب دیتا فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران۔ مسخرہ بقول خود و احمق بقول آغا سلیمان پاشا بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"تم ابھی تک فلیٹ میں موجود ہو۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ صدر صاحب نے خصوصی میٹنگ اس مسئلے کے لئے کال کر رکھی ہے اور وہاں ہمارا انتظار ہو رہا ہے۔ جلدی آؤ۔ فوراً۔ جلدی"...... دوسری طرف سے سرسلطان کی تیز آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"ایک تو ان بوڑھوں نے بھی شاید قسم کھا رکھی ہے کہ سب کو بوڑھا بنا کر ہی چھوڑیں گے۔ اچھا بھلا نوجوان بننے جا رہا تھا۔ اب بن جاؤ بوڑھے۔ ہونہہ"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور قدم بڑھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ اس لباس میں سرسلطان کے پاس جا رہے ہیں"۔ سلیمان نے اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا کیونکہ وہ عمران کے قریب کھڑا تھا۔ اس لئے اس نے دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سن لی تھی۔

"ہاں۔ خود ہی تو تم کہہ رہے تھے کہ اس لباس میں احمق دکھائی دے رہا ہوں تو ظاہر ہے مجھے سرسلطان کے پاس ہی جانا چاہئے۔ اب

تمہاری قسمت میں وہ مسخروں کے مقابلے والا انعام نہیں لکھا گیا تو میں کیا کر سکتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"وہ آپ کو گولی بھی مار سکتے ہیں۔ آپ لباس تبدیل کر لیں"۔ سلیمان نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے اندر سے بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی ہے۔ فکر مت کرو"...... عمران نے کہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"فی امان اللہ"...... سلیمان نے ہمدردانہ لہجے میں کہا اور دروازہ بند کر لیا تو عمران مسکراتا ہوا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اسے یہ احساس تھا کہ اس لباس کو دیکھ کر سرسلطان کا ردعمل کیا ہو گا جبکہ وہ فون پر بتا چکے تھے کہ وہ عمران کو ساتھ لے کر صدر صاحب کی میٹنگ میں جانا چاہتے ہیں لیکن عمران نے سوچا کہ واقعی مسلسل سنجیدگی اس کے ذہن کو مردہ کئے چلی جا رہی ہے اس لئے اس نے اس لباس میں جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے سول سیکرٹریٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی لیکن پھر اس نے اچانک اسے ایک آپٹیکل پلازہ کی طرف موڑ دیا۔ اس نے کار باہر کھڑی کی اور نیچے اتر کر وہ عینکوں کی دکان میں داخل ہو گیا۔ دکاندار اور سیلز مین اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگنے لگی تھی۔ وہاں موجود گاہک بھی اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے لیکن عمران سب سے بے نیاز شو کیسوں میں موجود مختلف ڈیزائن کے فریم دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ اسے

اچانک خیال آگیا تھا کہ اس لباس کے ساتھ اس کی آنکھوں پر شاندار قسم کی ایسی عینک بھی ہونی چاہئے جس سے وہ واقعی نوجوان نظر آئے اور پھر اس کی نظریں ایک فریم پر جم گئیں جس کے کناروں پر سنہری تتلیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس نے وہ فریم باہر نکالنے کے لئے کہا تو سیلز مین نے فریم باہر نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

" لیکن جناب یہ تو بچوں کے لئے ہے"...... سیلز مین سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑا۔

" بچوں کے لئے۔ واہ۔ یعنی نوجوانی سے بھی پیچھے کی طرف۔ واہ۔ یعنی وہ غنچہ جو بن کھلے مرجھا گیا۔ واہ۔ کتنی قیمت ہے اس کی"۔ عمران نے کہا تو سیلز مین کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے اسے یقین ہو گیا ہو کہ عمران کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔ اس نے قیمت بتائی تو عمران نے خاموشی سے جیب سے ایک نوٹ نکال کر شو کیس پر رکھ دیا۔

" باقی تم انعام میں رکھ لینا۔ تم نے مجھے غنچہ بننے میں مدد دی ہے"...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور عینک پہن کر اس نے ایک نظر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا اور پھر اطمینان سے چلتا ہوا وہ پلازہ سے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے دکان میں جیسے ہنسی کا طوفان سا آگیا لیکن عمران ان سب باتوں سے بے نیاز اطمینان سے جا کر اپنی کار میں بیٹھا اور دوسرے لمحے اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے سول سیکرٹریٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ جب وہ پارکنگ

میں کار روک کر باہر نکلا تو سب کی آنکھوں میں اس کے لئے حیرت تھی اور بعض لوگ تو بے اختیار ہنس بھی پڑے تھے لیکن عمران بے نیازانہ انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر جب وہ سر سلطان کے آفس میں داخل ہوا تو سر سلطان جو آفس میں بے چینی اور اضطراب کے عالم میں ٹہل رہے تھے اسے اندر آتے دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑے۔ ان کی آنکھیں محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً پھٹ کر کانوں سے جا لگیں۔

" تم۔ تم۔ یہ کیا مذاق ہے۔ کیا مطلب"...... سر سلطان کے منہ سے انتہائی حیرت میں رک رک الفاظ نکل رہے تھے۔

" السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ نوجوان بلکہ غنچہ علی عمران حاضر خدمت ہے"...... عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔

" یہ تم نے کیسا لباس اور کیسی عینک پہن رکھی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم نے صدر صاحب کی میٹنگ میں جانا ہے اور مجھے انتہائی بے چینی سے تمہارا انتظار ہے اور پریذیڈنٹ ہاؤس سے مسلسل فون کالز آ رہی ہیں اور تم اس لباس میں آ گئے ہو۔ کیا مطلب"...... سر سلطان کا لہجہ آہستہ آہستہ بلند ہوتا چلا گیا۔

" میں مسخروں کے مقابلے کا انتہائی اہم فنکشن چھوڑ کر آپ کی کال پر یہاں آ گیا ہوں حالانکہ وہاں مجھے یقیناً پہلا انعام مل جاتا اور میں آغا سلیمان پاشا کے ادھار کی چند قسطیں کٹوا سکتا تھا لیکن آپ الٹا مجھ

سے ناراض ہو رہے ہیں۔ کمال ہے۔ یعنی نقد نقصان اور اس کے ساتھ ہی آپ کی جھاڑیں بھی"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے۔ تو تم نے یہ لباس اس فنکشن کے لئے پہنا تھا۔ ٹھیک ہے۔ تم وہیں جاؤ۔ میں صدر صاحب سے معذرت کر لوں گا"...... سرسلطان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گئے اور پھر رسیور اٹھا کر انہوں نے پی اے سے پریذیڈنٹ ہاؤس بات کرانے کے لئے کہا اور رسیور رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"حیرت ہے۔ آخر میں نے لباس پہن رکھا ہے۔ عریاں تو نہیں کھڑا۔ ورنہ غنچے تو عریاں ہی گلیوں اور سڑکوں پر دوڑتے پھرتے نظر آتے ہیں اور آپ اس کے باوجود ناراض ہو رہے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم جاؤ۔ پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو"...... سرسلطان نے انتہائی دل شکستہ سے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سرسلطان نے رسیور اٹھا لیا۔ عمران نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

"ملٹری سیکرٹری ٹو پریذیڈنٹ"...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"سلطان بول رہا ہوں۔ صدر صاحب سے بات کرائیں"۔ سرسلطان نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

"ہیلو۔ سرسلطان آپ تشریف نہیں لائے۔ ہم آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں"...... دوسری طرف سے صدر صاحب کی بے چین سی آواز سنائی دی۔

"سر۔ مجھے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کے نمائندہ خصوصی علی عمران کا انتظار تھا۔ وہ ابھی آیا ہے لیکن اس کا لباس ایسا نہیں ہے کہ وہ اس میٹنگ میں شریک ہو سکے۔ میں اکیلا ہی حاضر ہو رہا ہوں"۔ سرسلطان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"لباس ایسا نہیں ہے۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا"...... صدر صاحب نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سر۔ میں نے آج اخبار میں پڑھا تھا کہ ہوٹل البانو میں کوئی فنکشن ہو رہا ہے۔ جس میں مسخروں کا لباس پہن کر لوگ شریک ہوں گے اور میں نے جب عمران کو کال کیا تو وہ اس فنکشن میں جانے کے لئے مسخروں جیسا لباس پہن کر تیار ہو چکا تھا۔ میری ارجنٹ کال پر وہ اسی لباس میں آ گیا ہے"...... سرسلطان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"سرسلطان۔ آپ کو معلوم تو ہے کہ معاملہ کس قدر نازک ہے اور آپ لباس کے سلسلے میں مزید وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ انہیں لے کر آئیں۔ فوراً"...... دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سرسلطان نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"چلو"....... سر سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ۔ پہلے مجھے بتائیں کہ معاملہ کیا ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ سر سلطان کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"تم چلو۔ وہاں جا کر سن لینا۔ لیکن تم اپنی کار میں آؤ گے۔ میرے ساتھ نہیں"....... سر سلطان نے کہا۔

"سوری۔ میرے پاس پٹرول فالتو نہیں ہے۔ پہلے ہی سب پٹرول پمپ والوں نے"....... عمران کی بھیرویں شروع ہو گئی۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ قسمت میں یہ دن لکھا گیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں"....... سر سلطان نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گئے اور عمران مسکراتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ان کے ساتھ کار میں بیٹھا پریذیڈنٹ ہاؤس کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ڈرائیور بار بار عقب نما آئینے میں عمران کو دیکھتا اور پھر منہ پھیر لیتا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ ہنسی کے تاثرات نمایاں تھے لیکن ظاہر ہے سر سلطان کی موجودگی کی وجہ سے وہ خاموش رہنے پر مجبور تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار پریذیڈنٹ ہاؤس میں پہنچ کر رکی تو سر سلطان کار سے نیچے اترے اور تیز تیز قدم اٹھاتے میٹنگ ہال کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ عمران سے دانستہ کترا رہے ہیں۔ پریذیڈنٹ ہاؤس کا سارا عملہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو

دیکھ رہا تھا لیکن عمران بڑے اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر جب وہ میٹنگ روم میں داخل ہوا تو وہاں صرف ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا۔ وہ انتہائی حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔ سر سلطان اس سے دعا سلام کر کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مجھ حقیر فقیر کو علی عمران کہا جاتا ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف نے از راہ ہمدردی مجھے اپنا نمائندہ خصوصی بنایا ہوا ہے تاکہ مجھ جیسے بے روزگار کا کچھ نہ کچھ روزگار چلتا رہے لیکن اب اس کا کیا علاج کہ میرا باورچی آغا سلیمان پاشا مجھ سے اتنی تنخواہ مانگتا ہے جتنی آپ کے باورچی بھی نہیں لیتے حالانکہ آپ کو تو سرکار سے باورچی کی تنخواہ بھی ملتی ہے اور کھانے کا خرچ بھی۔ میں نے تو کئی بار رات کو شہر سے باہر جا کر اور صبح سویرے شہر میں داخل ہو کر کوشش کی کہ کسی طرح ہما میرے سر پر بیٹھ جائے جیسے سرکاری ہما صاحبان سرکار کے سروں پر بیٹھے ہوئے ہیں لیکن یہ ہما بھی عجیب پرندہ ہے صرف ان سروں پر بیٹھتا ہے جو اندر سے خالی ہوں"....... عمران نے تعارف کے ساتھ ساتھ باقاعدہ شعبدہ بازوں کی طرح تقریر شروع کر دی۔

"یہ کیا بکواس ہے۔ بیٹھو"....... سر سلطان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ بکواس نہیں ہے سر سلطان۔ یہ حقیقت ہے کہ ہما بیٹھتا ہی اس کے سر پر ہے جو اندر سے خالی ہو۔ اسی لئے تو وہ بادشاہ کے سر پر

بیٹھتا ہے جبکہ عقل وزیروں کے پاس ہوتی ہے"...... عمران نے
باقاعدہ دلیل دیتے ہوئے کہا۔

" ہو گا۔ تم بیٹھو اور خاموش رہو"...... سر سلطان نے انتہائی
غصیلے لہجے میں کہا اور عمران نے اپنی عادت کے مطابق کچھ کہنے کے
لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اندرونی دروازہ کھلا اور صدر مملکت اندر
داخل ہوئے تو سر سلطان سمیت بوڑھا آدمی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔
لیکن اسی لمحے عمران بڑی تیزی سے اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے
اسے خطرہ ہو کہ اگر وہ فوراً کرسی پر نہ بیٹھا تو کرسی اس سے چھین لی
جائے گی۔ صدر مملکت نے چونک کر عمران کی یہ حرکت دیکھی۔ ان
کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے غصے کے تاثرات ابھرے لیکن شاید وہ
اپنے وقار کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

" تشریف رکھیں"...... صدر صاحب نے کہا اور خود بھی وہ اپنے
لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گئے اور سر سلطان اور بوڑھا آدمی خاموشی
سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

" میں نے یہ ہنگامی میٹنگ ایک خاص مقصد کے لئے کال کی
ہے۔ سیکرٹری وزارت معدنیات آصف علی صاحب اس بارے میں
مختصر طور پر آپ کو بتائیں گے ۔ پھر مزید بات ہو گی"...... صدر
مملکت نے کہا تو وہ بوڑھا آدمی جو پہلے سے وہاں موجود تھا اٹھ کر کھڑا
ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ تب عمران کو معلوم ہوا
کہ یہ سیکرٹری وزارت معدنیات ہیں۔

" جناب۔ ہمارے ملک کے شمال مشرقی پہاڑی علاقے میں ایک
پہاڑی ہے جس کا نام زاکو ہے۔ اب سے دو سال قبل ایک
معدنیاتی سروے کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس پہاڑی کے نیچے ایک
ایسے معدنیاتی پتھر کی کافی بھاری مقدار موجود ہے جس کا سائنسی نام
ٹی ٹو ہے اور جو سائنسی لیبارٹریوں میں مختلف تجربات کے سلسلے میں
کثیر مقدار میں کام آتا ہے اور چونکہ پاکیشیا میں یہ نہیں پایا جاتا تھا
اس لئے بھاری زرمبادلہ خرچ کر کے اسے ایکریمیا اور دیگر ممالک
سے منگوایا جاتا تھا۔ اس ٹی ٹو کے سلسلے میں تفصیلی سروے کیا گیا
تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ اس پر ہونے والے اخراجات کے بعد ملنے
والا ٹی ٹو کیا پاکیشیا کے لئے فائدہ مند ہو گیا یا نہیں۔ اس تفصیلی
سروے سے یہ معلوم ہوا کہ اس کی بہت بھاری مقدار موجود ہے اور
اخراجات اس کے سامنے معمولی حیثیت رکھتے ہیں اور اس پہاڑی سے
ملنے والا ٹی ٹو تقریباً آئندہ پچاس ساٹھ سالوں تک پاکیشیا کے لئے کافی
ثابت ہو گا اور اس طرح کروڑوں ڈالر کا بھاری زرمبادلہ بچایا جا سکے
گا۔ چنانچہ اس پر کام کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا اور پھر اسے نکالنے کا کام
شروع ہو گیا۔ الحمدللہ یہ ٹی ٹو پتھر اس کان سے برآمد ہو رہا ہے لیکن
گذشتہ دنوں محکمے کو ایک خفیہ رپورٹ ملی ہے کہ اس کان میں
ایک اور انتہائی قیمتی معدنیات جس کا سائنسی نام کراکون ہے، کی
خاصی مقدار موجود تھی جسے خاموشی سے نکال کر کہیں بھجوا دیا گیا ہے
اور نہ اسے سرکاری تحویل میں دیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا اندراج

ریکارڈ میں کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ وہاں کے چیف انجینئر عظمت علی
اور اس کے خاص آدمی سپروائزر روشن حسین نے کیا ہے۔ جس پر ہم
نے تحقیقات کرائی تو اس سپروائزر نے اقبال جرم کر لیا اور بتایا کہ
اس نے یہ سب کچھ چیف انجینئر عظمت علی کے کہنے پر کیا ہے اور
کراکون کی بھاری مقدار دارالحکومت کے ایک ویران مکان میں
پہنچائی گئی ہے۔ اس کے بعد اسے علم نہیں۔ بہرحال اس نے اس
بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ بھی تحریر کر دی ہے جس میں ملنے
والی معدنیات کراکون کی مقدار اور اس کی حالت کے بارے میں
تفصیل موجود ہے۔ چیف انجینئر عظمت علی ان دنوں بوجہ بیماری
ہسپتال میں تھے۔ جب اس رپورٹ کے بعد ان سے رابطہ ہوا تو
انہوں نے ان ساری باتوں سے صاف انکار کر دیا اور پھر وہ انتہائی
پراسرار انداز میں ہسپتال میں اپنے بستر پر مردہ پائے گئے۔ جس پر
دوبارہ سپروائزر روشن علی سے معلومات حاصل کرنے کے لئے رابطہ
کیا گیا تو روشن علی کی لاش بھی اس کے بیڈ روم میں ملی۔ اسے سینے
میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کیس کو انٹیلی جنس کے
سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے وہاں تفصیلی تحقیقات کیں۔ اس مکان کو
بھی چیک کیا گیا اور باقی رپورٹس بھی حاصل کی گئیں اور آخرکار وہ
اس نتیجے پر پہنچے کہ سرے سے ایسے کسی واقعہ کا کوئی وجود ہی نہیں
ہے کیونکہ انجینئر عظمت علی اور سپروائزر روشن علی کے علاوہ وہاں
کام کرنے والے تمام افراد اس سے قطعاً لاعلم ثابت ہوئے ہیں۔

جس نے سب سے پہلے مخبری کی تھی وہ اس علاقے کا رہنے والا ایک
آدمی بادشاہ خان تھا۔ اس کا تعلق سپروائزر روشن علی سے تھا۔ وہ بھی
اچانک غائب ہو گیا اور باوجود کوشش کے اس کا بھی پتہ نہیں چل
رہا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ رپورٹ بھی موجود ہے کہ اس بادشاہ
خان کے مکان کی تلاشی کے دوران کراکون کی ایک معمولی سی مقدار
دستیاب ہو گئی ہے۔ اس کا جب سائنسی تجزیہ کرایا گیا تو یہ بات
ثابت ہو گئی کہ یہ معدنیات اس ٹی ٹو کی کان سے ہی نکلی ہے اور
اس کی کوالٹی بھی بہترین ہے اور یہ واضح کر دوں کہ کراکون انتہائی
نایاب معدنیات ہے اور یہ میزائل سازی کے سلسلے میں بنیادی طور
پر کام کرتی ہے۔ پاکیشیا بھی چونکہ میزائل سازی کے دور میں داخل
ہو چکا ہے لیکن کراکون پاکیشیا کے کسی بھی علاقے سے برآمد نہیں
ہوئی اس لئے پاکیشیا کو انتہائی خفیہ طور پر اور انتہائی بھاری
زرمبادلہ کے عوض ایکریمیا اور دیگر ممالک سے منگوانی پڑتی ہے
کیونکہ ہر ملک نے اس کی برآمد پر انتہائی سخت پابندی لگائی ہوئی ہے
اور سپروائزر روشن علی نے اپنی رپورٹ میں جو مقدار بتائی ہے بظاہر
تو یہ مقدار کم ہے لیکن اگر یہ پاکیشیا کو مل جائے تو پاکیشیا اس
مقدار کو آئندہ دس سالوں تک بخوبی استعمال کر سکتا ہے اور اس
طرح انتہائی بھاری زرمبادلہ کا خرچ بھی بچ جائے گا اور میزائل
سازی کا پروگرام بھی تیزی سے آگے بڑھ سکے گا لیکن انٹیلی جنس
سوائے اس معمولی سی مقدار کو برآمد کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکی

جس پر صدر صاحب نے اس کا نوٹس لیا اور یہ ہنگامی میٹنگ کال کی گئی ہے"...... سیکرٹری معدنیات نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور عمران سمجھ گیا کہ اسے کیوں اس میٹنگ میں بلایا گیا ہے لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ اس کیس پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کام کرے اور کراکون کو برآمد کرے تاکہ پاکیشیا کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے کیونکہ اس کے بغیر میزائل سازی کا پروگرام آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ان دنوں یہ کام اس لئے بھی رکا ہوا ہے کہ ہمیں کہیں سے بھی کراکون نہیں مل رہی۔ اب اگر قدرت نے ہمیں خود ہی اس سے نوازا ہے تو پھر یہ ہمارے لئے انتہائی قیمتی ہے"...... صدر نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جناب۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ کراکون اب تک ملک سے باہر بھجوائی جا چکی ہو"...... سر سلطان نے کہا۔

"ہم نے فوری طور پر اس سلسلے میں انتظامات کے احکامات دے دیئے تھے تاکہ اس کی ایک رتی بھی کسی طرح ملک سے باہر نہ جا سکے اور اب تک ایسی کوئی رپورٹ نہیں ملی کہ یہ باہر جا چکی ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ یہ ابھی ملک کے اندر ہے"...... صدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے جناب کہ سیکرٹری معدنیات جناب آصف علی نے جو تفصیل بتائی ہے اس سے عمران صاحب کو اس کی اہمیت کا

اچھی طرح احساس ہو گیا ہو گا اور وہ یقیناً چیف تک یہ رپورٹ پہنچا دیں گے اور چیف یقیناً اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے لیں گے"...... سر سلطان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموش بیٹھا رہا۔

"عمران صاحب۔ آپ خاموش ہیں"...... صدر سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑے اور عمران نے اس طرح مٹھی بند کر کے ایک انگلی کھڑی کی کہ جیسے پرائمری سکول میں بچے کلاس میں بولنے کی اجازت کے لئے انگلی کھڑی کرتے ہیں۔

"کیا مطلب۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں"...... صدر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب سر سلطان صاحب نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں بیٹھ جاؤں اور خاموش رہوں اس لئے میں بیٹھا بھی ہوں اور خاموش بھی ہوں۔ میں نے کوشش کی کہ کوڈ میں اپنی انگلی کھڑی کر کے ان سے بولنے کی اجازت حاصل کر لوں لیکن شاید یہ کسی ایشیائی پرائمری سکول میں نہیں پڑھے بلکہ کسی بڑے سکول کے طالب علم رہے ہیں۔ اس لئے انہیں اس کوڈ کا علم ہی نہیں ہے"...... عمران نے کہا تو صدر صاحب بے اختیار مسکرا دیئے۔

"مم۔ میری طرف سے اجازت ہے"...... سر سلطان نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کس بات کی اجازت ہے۔ یہ تو وضاحت کر دیں۔ میرا مطلب

ہے کھڑے ہونے کی۔ تقریر کرنے کی وغیرہ وغیرہ"...... عمران نے کہا۔

" علی عمران صاحب۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ دانستہ غیر سنجیدہ رہنا پسند کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکیشیا کے مفادات جس قدر ہمیں عزیز ہیں اس سے زیادہ آپ کو عزیز ہیں اور آپ نے آج تک جس طرح پاکیشیا کے مفادات کے لئے کام کیا ہے اس کا اعتراف نہ صرف میں بلکہ پوری دنیا کرتی ہے۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ اس سلسلے میں سنجیدگی سے کام لیں"...... صدر نے انتہائی منت بھرے لہجے میں کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ جناب۔ آپ ہمارے ملک کے صدر ہیں۔ آپ تو حکم دے سکتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں آپ کی بے پناہ عزت ہے۔ بہرحال میں نے ساری رپورٹ سن لی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ رپورٹ چیف تک پہنچ جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ چیف صاحب اس پر فوری ایکشن لیں گے"...... عمران نے صدر صاحب کو منتوں پر اترتے دیکھ کر اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران کی بات سن کر نہ صرف صدر بلکہ سر سلطان کے چہرے پر بھی انتہائی اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

" اوہ۔ خدا کرے کہ آپ کی زبان مبارک ہو۔ بہرحال سیکرٹری معدنیات یہ فائل آپ کے حوالے کریں گے اور اس کے ساتھ ہی یہ ہنگامی میٹنگ برخاست کی جاتی ہے"...... صدر نے کہا اور اس کے

ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو سر سلطان، سیکرٹری معدنیات اور سر سلطان کے ساتھ ساتھ عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر صدر صاحب تیزی سے واپس مڑے اور اس دروازے کی طرف بڑھ گئے جہاں سے وہ میٹنگ روم میں داخل ہوئے تھے۔

ایک خوبصورت انداز میں سجے ہوئے کمرے میں رکھے صوفوں میں سے ایک صوفے پر ایک ادھیڑ عمر غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی کپڑے اور جدید تراش کا سوٹ تھا۔ اس کی آنکھوں پر سنہرے رنگ کے نفیس فریم کا چشمہ موجود تھا۔ وہ ہاتھ میں ایک فائل پکڑے ہوئے تھا لیکن اس کی آنکھیں بند تھیں اور یوں لگتا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہے کہ اچانک پاس ہی تپائی پر پڑے ہوئے فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو اس آدمی نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل بند کر کے اس نے سامنے میز پر رکھی اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... اس آدمی نے انتہائی باوقار لہجے میں کہا۔

"بادشاہ خان پہنچ گیا ہے جناب"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"اوہ اچھا۔ بھیج دو اسے"...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد سائیڈ دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا مقامی آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ اس نے سر پر مخصوص انداز کی قبائلی ٹوپی رکھی ہوئی تھی اور نیلے رنگ کی شلوار قمیص کے اوپر اس نے نیلے رنگ کی ہی جیکٹ پہن رکھی تھی۔

"آؤ بادشاہ خان آؤ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا"...... اس آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا اور آنے والے کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"شکریہ۔ آپ کی طرف سے اطلاع ملتے ہی میں پہنچ گیا ہوں"۔ بادشاہ خان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر مصافحے کے بعد وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بادشاہ خان۔ جو نمونہ تم نے دیا تھا اس کا رزلٹ آ گیا ہے۔ وہ واقعی درست ہے اس لئے اب اس کا سودا ہو سکتا ہے۔ بولو۔ کیا مانگتے ہو اور مال کہاں موجود ہے"...... اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے قدرے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"آپ پہلے بتائیں کہ آپ کیا دے سکتے ہیں"...... بادشاہ خان نے خالصتاً کاروباری لہجے میں کہا۔

"میں نے اپنے آدمیوں سے تمام رپورٹیں حاصل کر لی ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے اسے استعمال نہیں کرنا بلکہ آگے ایک

ایسی پارٹی کو فروخت کرنا ہے جو اسے آگے فروخت کرے گی اور اس مال کی ایکریمیا کی بلیک مارکیٹ میں قیمت خرید دس ہزار ڈالر فی کلو ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم مجھے کس بھاؤ دو گے تاکہ ہمیں بھی فائدہ ہو اور اس پارٹی کو بھی جو اسے آگے مارکیٹ میں فروخت کرے گی"۔ اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے کہا۔

"دس ہزار ڈالر فی کلو۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ تو دس لاکھ ڈالر فی کلو میں بھی سستا ہے۔ ایکریمیا اور یورپ میں تو اس کی قیمت کم از کم ایک کروڑ ڈالر فی کلو ہو گی"...... بادشاہ خان نے چونک کر اور قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر آپ خود اسے وہاں فروخت کر لیں۔ ہم اس سے زیادہ نہیں دے سکتے۔ آپ نے جو مقدار بتائی ہے اس کے مطابق یہ مقدار تقریباً پانچ سو کلو ہے اور یہ پانچ سو کلو ہم خریدنے کے لئے تیار ہیں اور رقم بھی نقد ادا کریں گے لیکن دس ہزار ڈالر فی کلو سے زیادہ نہیں دیں گے اور یہ بھی آپ کے لئے ہے۔ اگر آپ کو منظور ہو تو ہاں کر دیں ورنہ آپ کا مال ہے آپ جہاں اور جس قیمت پر چاہیں اسے فروخت کریں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے"...... ادھیڑ عمر غیر ملکی نے کہا۔

"دیکھیں۔ آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ مجھے چیف انجینئر نے بتایا تھا کہ اس کی قیمت اربوں ڈالر ہے اور اس لئے اس نے اسے حکومت سے چھپایا بھی گیا تھا اور چونکہ یہ وہاں سے دارالحکومت

میرے ذریعے پہنچائی گئی تھی اس لئے مجھے ہی راز دار بنایا گیا تھا اور مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ مجھے دسواں حصہ دیں گے لیکن پھر وہ انجینئر اچانک بیمار پڑ گیا تو میں نے اپنے طور پر آپ سے رابطہ کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے میرے کہنے پر اس انجینئر اور اس سپروائزر دونوں کا خاتمہ کرا دیا تاکہ آپ مجھ سے براہ راست سودا کر سکیں لیکن ایک بات بتا دوں کہ یہ جہاں بھی موجود ہے اس جگہ کے بارے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا"...... بادشاہ خان نے کہا۔

"تم نے دراصل حماقت کی کہ حکومت کو اس بارے میں باقاعدہ اطلاع کر دی اور انٹیلی جنس اس سلسلے میں حرکت میں آ گئی اس لئے مجبوراً مجھے اس انجینئر اور سپروائزر کا خاتمہ کرانا پڑا۔ اس پر بھی ہمارے بھاری اخراجات ہوئے ہیں"...... اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے کہا۔

"اصل میں اس سپروائزر کی نیت خراب ہو گئی تھی اور یہ محسوس کرتے ہی میں نے حکومت کو اطلاع کر دی۔ اس وقت تک میرا آپ سے رابطہ نہیں ہوا تھا۔ پھر آپ سے رابطہ ہو گیا اور پھر آگے جو کچھ ہوا وہ آپ جانتے ہیں"...... بادشاہ خان نے کہا۔

"بہر حال اب دو صورتیں ہیں تمہارے پاس۔ یا تو اسے ہمارے ہاتھ فروخت کر دو یا خود فروخت کرو۔ دوسری صورت میں اب تک اس معاملے میں ہمارے جو اخراجات ہوئے ہیں وہ تم ادا کر دو۔ میرا مطلب ہے اس سارے سلسلے میں جو دو قتل کرائے گئے ہیں اور اس

کا سائنسی تجزیہ کرایا گیا ہے۔ رپورٹیں تیار کرائی گئی ہیں اس لئے اس سارے عمل پر تقریباً دس لاکھ ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ وہ تم دے دو اور اسے خود فروخت کر دو"...... اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دس لاکھ ڈالر۔ یہ۔ یہ کیا مطلب۔ میں نے تو تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم دس لاکھ ڈالر خرچ کرو"...... بادشاہ خان نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا اور غصے کی حالت میں وہ اب آپ سے تم پر اتر آیا تھا۔

"پھر ہم سے سودا کر لو۔ ہم یہ دس لاکھ ڈالر بھول جائیں گے"۔ ادھیڑ عمر غیر ملکی نے کہا۔

"میں تو تم سے سودا کرنا چاہتا ہوں لیکن تم نے قیمت ہی مٹی کی لگائی ہے۔ اب میری بات سن لو۔ میں آخری بات کر رہا ہوں۔ میں دس لاکھ ڈالر فی کلو لوں گا اور نقد لوں گا۔ بولو ورنہ یہ بھی سن لو کہ تمہارے علاوہ ایک اور پارٹی بھی ہے جس سے بات ہو سکتی ہے"۔ بادشاہ خان نے کہا۔

"اوہ۔ کون سی پارٹی ہے"...... ادھیڑ عمر نے چونک کر پوچھا۔

"تم اپنی بات کرو مسٹر راجر۔ بولو۔ میری بتائی ہوئی قیمت منظور ہے تو لاؤ نقد رقم ورنہ میں جا رہا ہوں۔ پھر تم بہرحال خسارے میں رہو گے"...... بادشاہ خان نے کہا۔

"سنو۔ آخری بات کر رہا ہوں۔ بیس ہزار ڈالر فی کلو دوں گا اس

سے زیادہ ایک ڈالر بھی نہیں"...... ادھیڑ عمر راجر نے کہا۔

"نہیں۔ مجھے منظور نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں"...... بادشاہ خان نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھی طرح سوچ لو بادشاہ خان۔ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ اگر تم رضامند ہو جاؤ تو مجھے فون کر دینا"...... اس غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ اس قیمت پر کسی صورت بھی سودا نہیں ہو سکتا"۔ بادشاہ خان نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا تو غیر ملکی نے جلدی سے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کر دیئے۔

"یس"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"راجر بول رہا ہوں۔ بادشاہ خان ابھی میرے پاس سے باہر گیا ہے وہ ہماری مرضی کا سودا نہیں کر رہا۔ مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ انٹیلی جنس ابھی تک مال برآمد کرنے کے چکر میں ہے۔ اگر یہ بادشاہ خان ان کے ہاتھ لگ گیا تو حکومت مال پر قبضہ کر لے گی اس لئے تم اسے اغوا کر کے زیرو پوائنٹ پر لے جاؤ اور پھر اس سے وہ جگہ معلوم کرو جہاں مال موجود ہے اور پھر وہاں سے مال نکال کر سپیشل پوائنٹ پر پہنچا دو۔ اس کے بعد اس کو ہلاک کر دینا"...... راجر نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور راجر نے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر اس نے میز پر رکھی ہوئی فائل اٹھا کر کھولی اور

پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک فائل میں موجود صفحات کو بغور پڑھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے فائل بند کر دی۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو راجر نے چونک کر رسیور اٹھالیا۔

" یس "...... راجر نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" نیلسن بول رہا ہوں باس۔ بادشاہ خان بغیر کچھ بتائے ہلاک ہو گیا ہے "...... دوسری طرف سے کہا گیا تو راجر بے اختیار اچھل پڑا۔

" کیا مطلب۔ کیوں ایسا ہوا ہے "...... راجر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

" باس۔ اسے بے ہوش کر کے زیرو پوائنٹ پر پہنچایا گیا اور پھر اسے ہوش میں لا کر اس سے پوچھ گچھ شروع کی تو اس نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا جس پر ہم نے اس پر تشدد کیا تو اچانک اس کی حالت بگڑ گئی اور پھر اس سے پہلے کہ ہم کچھ کرتے اس کا دل بند ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ وہ شاید کسی ایسی بیماری میں مبتلا تھا کہ معمولی سے تشدد سے اس کا دل بند ہو گیا "...... نیلسن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ تو بہت بڑا نقصان ہو گیا ہے نیلسن۔ اس مال کے بارے میں صرف اس بادشاہ خان کو ہی علم تھا۔ اوہ کاش ہم لالچ نہ کرتے اور اس کی منہ مانگی قیمت پر سودا کر لیتے تو ہمیں پھر بھی کروڑوں ڈالر کا فائدہ ہو جاتا "...... راجر نے انتہائی افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

" باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم اس مال کو تلاش کر لیں گے "۔ نیلسن نے کہا۔

" کیسے۔ تم لوگ کیسے معلوم کرو گے۔ ویسے بھی یہ کیس انٹیلی جنس کے پاس ہے اور تم اور تمہارے ساتھی غیر ملکی ہیں اور یہ بادشاہ خان مقامی آدمی تھا۔ تمہاری اس کی رہائش گاہ کے علاقے میں نقل و حرکت کی رپورٹ بہرحال انٹیلی جنس تک پہنچ جائے گی اور اگر انٹیلی جنس کو رپورٹ مل گئی تو وہ پنجے جھاڑ کر ہمارے پیچھے پڑ جائے گی اس لئے تم ایسا کرو کہ کسی ایسے آدمی یا پارٹی کو ٹریس کرو جو مقامی ہو اور وہ اس بادشاہ خان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہمیں بتا سکے پھر ہم خود ہی مال وہاں سے اٹھا لیں گے "۔ راجر نے کہا۔

" ٹھیک ہے باس۔ میرے ذہن میں آپ کی بات سن کر ایک آدمی آیا ہے۔ وہ مون کلب کا مالک اور مینجر ہے۔ اس کا نام جانسن ہے۔ وہ ایسے کاموں میں ماہر ہے "...... نیلسن نے کہا۔

" میں نے مقامی آدمی کا کہا ہے۔ جانسن بھی ہماری ہی طرح غیر ملکی ہو گا "...... راجر نے کہا۔

" اس کے پاس مقامی پارٹیاں ہیں باس۔ وہ خود تو صرف سودا کرتا ہے "...... نیلسن نے جواب دیا۔

" اوکے۔ ٹھیک ہے۔ فوراً یہ کام کرو اور بادشاہ خان کی لاش غائب کرا دو۔ اسے کسی صورت بھی کسی کو نہیں ملنا چاہئے "۔ راجر

نے کہا۔

" یس باس "...... دوسری طرف سے کہا گیا اور راجر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

" کاش۔ میں اس سے سودا کر لیتا تو پھر یہ معاملہ اس طرح ہاتھ سے نہ نکل جاتا۔ بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے "...... راجر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو کے چہرے پر مسکراہٹ رینگنے لگی۔ وہ حسب عادت احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ عمران کی آنکھوں پر تتلیوں والی عینک ابھی تک موجود تھی۔

" بیٹھو "...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے عینک اتار کر میز پر رکھ دی۔

" آپ بڑے طویل عرصے بعد اس لباس میں نظر آ رہے ہیں اور اس لباس کا مطلب ہے کہ آپ غیر سنجیدہ موڈ میں ہیں لیکن آپ نے بات تو سنجیدہ لہجے میں کی ہے "...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

" یہ ملکی مفاد واقعی مجھے بوڑھا کر کے چھوڑے گا۔ میں نے آج فیصلہ کر لیا تھا کہ میں سنجیدگی کو چھوت چھات کی مرض سمجھ کر اس

سے دور بھاگوں گا لیکن اب کیا کروں۔ سر سلطان مجھے پھر سنجیدگی کے انتہائی طاقتور جراثیموں کے چھتے میں لے کر پہنچ گئے"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سر سلطان آپ کو لے گئے۔ کہاں"....... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پریذیڈنٹ ہاؤس۔ وہاں ایک خصوصی میٹنگ تھی"۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار اچھل پڑا۔

"آپ اسی لباس میں پریذیڈنٹ ہاؤس میٹنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ سر سلطان خودکشی تو کر سکتے ہیں لیکن آپ کو اس لباس میں ساتھ نہیں لے جا سکتے"....... بلیک زیرو نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"لباس کے ساتھ ساتھ یہ عینک بھی میرے چہرے پر موجود تھی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے۔ بہرحال مجھے معلوم ہے کہ آپ جھوٹ نہیں بولتے البتہ یہ کوئی مذاق ضرور ہو سکتا ہے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"اگر یہ مذاق ہوتا تو مجھ پر سنجیدگی کے جراثیموں کا اس قدر بھرپور حملہ نہ ہوا ہوتا اور میں ہوٹل البانو کے مسخروں کے خصوصی شو میں پہلا انعام حاصل کر چکا ہوتا"....... عمران نے کہا۔

"مسخروں کا شو۔ کیا مطلب"....... بلیک زیرو نے حیران ہو کر کہا تو عمران نے صفدر کی کال آنے سے لے کر اس سے ہونے والی تمام

گفتگو دوہرا دی۔

"اوہ۔ تو آپ نے اس فنکشن کے لئے یہ لباس پہنا تھا لیکن پھر آپ سر سلطان اور پریذیڈنٹ ہاؤس کیسے اور کیوں پہنچ گئے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"آج کل سر سلطان بڑے حتمی لہجے میں حکم دیتے ہیں۔ دوسرے کی سنتے ہی نہیں۔ اس لئے مجبوراً مجھے وہاں جانا پڑا۔ پھر تمہارے اندازے کے عین مطابق سر سلطان نے مجھے ساتھ لے جانے سے صاف انکار کر دیا لیکن صدر صاحب ہمارے منتظر تھے۔ جب سر سلطان نے انہیں میرے لباس کے متعلق بتایا تو انہوں نے حکم دیا کہ میں چاہے بے لباس ہی کیوں نہ ہوں مجھے وہاں لایا جائے جس پر سر سلطان مجبور ہو گئے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ پھر تو کوئی اہم مسئلہ ہو گا"....... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ سنجیدگی کے جراثیم میرا پیچھا نہیں چھوڑتے"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سیکرٹری معدنیات کی بتائی ہوئی پوری تفصیل بتا دی اور ساتھ ہی کوٹ کی اندرونی جیب سے تہہ شدہ فائل نکال کر اس نے میز پر رکھ دی۔

"اوہ۔ ان حالات میں تو وہ بادشاہ خان بھی مشکوک ٹھہرتا ہے۔ ایک تو وہ غائب ہے دوسرا اس کے مکان سے کراکون بھی برآمد ہوئی

ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" لیکن اگر ایسا ہے تو پھر اس نے حکومت کو اس بارے میں اطلاع کیوں دی "...... عمران نے کہا۔

" ہو سکتا ہے کہ اس کا انجینئر اور سپروائزر سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہو"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" تمہاری بات درست ہو سکتی ہے لیکن اب جبکہ وہ انجینئر اور سپروائزر دونوں ہلاک ہو چکے ہیں تو ہم نے فوری طور پر اس بادشاہ خان کو تلاش کرنا ہے۔ اس فائل میں اس کا پتہ تو موجود ہے لیکن اس بارے میں مزید تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ یقیناً اس کیس کے بارے میں فائل سوپر فیاض کے پاس ہو گی۔ میں نے سر سلطان سے کہہ دیا تھا کہ وہ صدر صاحب کی طرف سے ڈیڈی کو اطلاع کرا دیں کہ اب یہ کیس سیکرٹ سروس کو منتقل کیا جا چکا ہے اس لئے اب میں وہاں جا رہا ہوں تاکہ سوپر فیاض سے اس کیس کی فائل بھی لے سکوں اور اس بارے میں مزید معلومات بھی حاصل کر سکوں۔ تم اس دوران سیکرٹ سروس کو حکم دے دو کہ وہ ان تمام راستوں کی نگرانی شروع کر دے جہاں سے یہ معدنیات ملک سے باہر نکالی جا سکتی ہے۔ میں سوپر فیاض سے فائل اور دیگر معلومات لے کر ٹائیگر کے ساتھ اس پہاڑی علاقے میں جاؤں گا تاکہ وہاں سے مزید انکوائری کی جا سکے۔ البتہ اگر مجھے بادشاہ خان کا حلیہ معلوم ہو گیا تو میں تمہیں اس کی تفصیل بتا دوں گا۔ تم اس کی تلاش یہاں دارالحکومت میں

شروع کرا دینا"...... عمران نے کہا۔

" ٹھیک ہے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے میز پر پڑی ہوئی عینک اٹھائی اور اسے آنکھوں پر لگا کر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ہیڈ آفس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر جیسے ہی اس نے کار ہیڈ آفس کے کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑی اس نے یکلخت بجلی کی سی تیزی سے آنکھوں پر موجود عینک اتار کر نیچے سائیڈ سیٹ پر رکھ دی کیونکہ اس نے سامنے سے سر عبدالرحمن کی کار آتے دیکھ لی تھی اور اسے معلوم تھا کہ قریب سے گزرتے ہوئے اگر اس کے ڈیڈی نے اس کی آنکھوں پر یہ عینک دیکھ لی تو پھر انہوں نے بغیر کچھ پوچھے اسے گولی مار دینے سے بھی دریغ نہیں کرنا۔ سر عبدالرحمن کی سرکاری کار قریب سے گزری تو ڈرائیور نے باقاعدہ اسے سلام کیا لیکن کار خالی تھی۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا تو کار کچھ آگے جا کر رک گئی۔ عمران نے بھی کار روک دی۔ ڈرائیور کار رکتے ہی نیچے اترا اور دوڑتا ہوا عمران کی طرف آیا۔

" جی چھوٹے صاحب"...... ڈرائیور نے قریب آ کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

" ڈیڈی کہاں ہیں "...... عمران نے پوچھا۔

" جی وہ آج صبح غیر ملکی دورے پر گئے ہیں۔ میں یہ کار ورکشاپ لے جا رہا تھا۔ اس کا کام کرانا ہے"...... ڈرائیور نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

" سوپر فیاض تو یہاں ہے یا وہ بھی ساتھ گیا ہے"...... عمران نے کہا۔

" نہیں۔ صاحب اکیلے گئے ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب تو یہیں ہیں"...... ڈرائیور نے کہا۔

" اچھا ٹھیک ہے۔ جاؤ"...... عمران نے کہا اور ڈرائیور سلام کر کے واپس چلا گیا تو عمران نے کار آگے لے جا کر ایک پارکنگ میں روکی اور پھر سائیڈ سیٹ پر پڑی ہوئی عینک اٹھا کر اس نے آنکھوں پر لگائی اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اور پھر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا وہ سوپر فیاض کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ راستے میں ملنے والا ہر آدمی اسے پہلے حیرت سے دیکھتا پھر سلام کرتا لیکن جب عمران آگے بڑھ جاتا تو اسے اس کے ہنسنے کی آواز اپنے عقب سے ضرور سنائی دیتی لیکن عمران اسی طرح اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔

" سلام صاحب"...... سوپر فیاض کے آفس کے باہر موجود اس کے چپڑاسی نے عمران کو سلام کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ عمران نے سلام کا جواب دیا اور پردہ ہٹا کر وہ اندر داخل ہوا تو سوپر فیاض بڑے اکڑے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے رسیور کان سے لگا رکھا تھا۔ عمران کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اس نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

" پھر بات کروں گا"...... اس نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

" السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ جناب قائم مقام ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو صاحب"...... عمران نے بڑے مؤدبانہ انداز میں ہاتھ ماتھے تک لے جاتے ہوئے کہا۔

" وعلیکم السلام۔ یہ کیا حلیہ تم نے بنا رکھا ہے۔ یہ کیسی عینک ہے۔ اتارو اسے۔ یہ کیا مذاق ہے"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مذاق نہیں۔ عینک ہے۔ سچ مچ عینک اور میں نے اسے نقد ایک ہزار روپیہ خرچ کر کے خریدا ہے تاکہ میں بوڑھے کی بجائے نوجوان دکھائی دوں۔ ویسے اگر تم چاہو تو تمہیں بھی ایسی ہی عینک خرید کر دی جا سکتی ہے تاکہ تمہیں ریٹائر کرنے والے تمہیں ریٹائر کرنے کی بجائے فیڈر دے کر بہلانا شروع کر دیں"...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" ایک ہزار روپے کی یہ عینک۔ یہ تو بچوں کی عینک ہے۔ زیادہ سے زیادہ دس بارہ روپے کی مل جاتی ہو گی۔ دیکھو عمران۔ اگر تم نے یہ عینک نہ اتاری تو میں چپڑاسی کو بلا کر تمہیں آفس سے باہر بھجوا سکتا ہوں"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" آخر تم اس عینک سے اس قدر الرجک کیوں ہو گئے ہو۔ کیا کوئی نفسیاتی کمزوری ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تم احمق اور مسخرے دکھائی دے رہے ہو اور میں یہ برداشت

نہیں کر سکتا کہ میں اپنے آفس میں کسی احمق اور مسخرے سے بات کروں "...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" تو پھر یہ تم پہن لو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس عینک کو پہن کر بہت بڑے فلاسفر دکھائی دو گے "...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے عینک اتار کر اس کی طرف بڑھا دی۔ سوپر فیاض نے یکلخت عینک اس کے ہاتھ سے جھپٹی اور دوسرے لمحے پلاسٹک کی بنی ہوئی عینک کو اس نے ایک جھٹکے سے توڑ کر نیچے ٹوکری میں پھینک دیا۔

" ارے ۔ ارے ۔ میرا ایک ہزار روپیہ "...... عمران نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

" بس ۔ بس ۔ زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دس بارہ روپے کی عینک کو ایک ہزار روپے کی کہتے ہوئے۔ تمہیں شرم نہیں آتی "۔ سوپر فیاض نے کہا۔

" تمہارا مطلب ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ کیوں "۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

" مجھے نہیں معلوم کہ تم جھوٹ بول رہے ہو یا نہیں۔ لیکن اب اس ٹاپک کو چھوڑو اور بتاؤ کہ کیوں آئے ہو۔ میں اس وقت بے حد مصروف ہوں اس لئے میرے پاس وقت نہیں ہے جو کہنا ہے جلدی کہو "...... سوپر فیاض نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

" ڈیڈی کہاں گئے ہیں "...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" وہ آران کے سرکاری دوسرے پر گئے ہیں اور ان کی واپسی چار روز بعد ہو گی اور میں ان کی جگہ کام کر رہا ہوں اس لئے میرے پاس وقت نہیں ہے "...... سوپر فیاض نے پہلے کی طرح فاخرانہ لہجے میں کہا۔

" کراکون کی فائل تمہارے پاس ہو گی "...... عمران نے کہا۔

" کراکون۔ کیا مطلب "...... سوپر فیاض نے چونک کر پوچھا تو عمران نے اسے اس کی ساری تفصیل بتا دی۔

" ارے ہاں۔ وہ میرے پاس نہیں ہے بلکہ انسپکٹر رشید اس پر کام کر رہا ہے۔ بہرحال میں منگوا لیتا ہوں کیونکہ پریذیڈنٹ ہاؤس سے اطلاع پہنچ چکی ہے کہ اب یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے "...... سوپر فیاض نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے اور پھر اس نے انسپکٹر رشید کو مع کراکون فائل کے اپنے آفس میں طلب کر کے رسیور رکھ دیا۔

" اگر تم واقعی ڈائریکٹر جنرل بن چکے ہو تو پھر ڈیڈی کے آفس میں بیٹھو۔ اس ڈربے میں کیوں بیٹھے ہو "...... عمران نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

" نہیں۔ وہاں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ اتنا بڑا آفس تمہیں ڈربہ دکھائی دے رہا ہے۔ نانسنس "...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ویسے تو یہ کافی بڑا آفس ہے لیکن تمہاری موجودگی میں چھوٹا نظر آ

رہا ہے۔ ظاہر ہے بڑا آدمی جو اس میں بیٹھے گا تو یہ چھوٹا تو لگے گا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تو تم اس پیرائے میں کہہ رہے تھے۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ کیا پیو گے"...... سوپر فیاض نے ظاہر ہے اپنی تعریف پر خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر رشید کو آنے دو۔ پھر منگوانا"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"نہیں۔ انسپکٹر رشید جونیئر ہے۔ وہ میرے ساتھ بیٹھ کر کیسے پی سکتا ہے اور سنو اگر تم نے اس کے سامنے میری توہین کی تو میں واقعی تمہیں گولی مار دوں گا"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور انسپکٹر رشید ہاتھ میں ایک فائل اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور پھر فائل اس نے میز پر رکھ دی۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو"...... سوپر فیاض نے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں۔ بیٹھو انسپکٹر رشید۔ میں نے تم سے ضروری پوچھ گچھ کرنی ہے"...... عمران نے فائل اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"پھر تم دونوں دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ میں نے ضروری کام کرنا ہے"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ آؤ انسپکٹر ہم تمہارے آفس میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ تمہارے باس کو اگر ترقی اور شہرت پسند نہیں ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ آؤ شاید قسمت کی دیوی آج تم پر مہربان ہے"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ یہ کیا کہہ رہے ہو"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"کچھ نہیں۔ تم بیٹھ کر کام کرو۔ میں انسپکٹر رشید کے آفس میں جا کر بیٹھتا ہوں"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ یہاں بیٹھو۔ تم بھی بیٹھ جاؤ انسپکٹر رشید۔ تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ بعض اوقات بیٹھ جایا کرو۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ میں نے کبھی بڑے چھوٹے میں فرق نہیں رکھا۔ بیٹھو"...... سوپر فیاض نے کہا تو انسپکٹر رشید کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔ عمران بھی بیٹھ گیا اور انسپکٹر رشید بھی۔

"اب وہ بوتلیں تو منگواؤ۔ کیا بھول گئے ہو"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض نے ایک لمحے کے لئے منہ بنایا اور پھر اس نے چپڑاسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی اور پھر چپڑاسی کے اندر آنے پر اس نے مشروبات کی تین بوتلیں لانے کے لئے کہا۔

"چار لے آنا۔ ایک تم بھی پی لینا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں جاؤ"...... سوپر فیاض نے چپڑاسی کے اس کی طرف دیکھنے پر اس انداز میں کہا جیسے زہر کے گھونٹ پی رہا ہو۔

"انسپکٹر رشید تمہاری بادشاہ خان سے ملاقات ہوئی ہے"۔ عمران نے انسپکٹر رشید سے کہا۔

"جی ہاں۔ صرف ایک بار۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا"۔ انسپکٹر رشید نے جواب دیا۔

"اس کا حلیہ اس فائل میں موجود ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں"...... انسپکٹر رشید نے جواب دیا۔

"تو پھر اس کا حلیہ تفصیل سے بتا دو"...... عمران نے کہا تو انسپکٹر رشید نے تفصیل سے حلیہ بتا دیا۔

"تم اس ویران مکان میں گئے تھے جہاں پہلے کراکون رکھی گئی تھی"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مگر وہ خالی پڑا تھا"...... انسپکٹر رشید نے جواب دیا۔

"تم نے معلومات حاصل کیں کہ وہاں کتنی مقدار پہنچائی گئی تھی"...... عمران نے پوچھا۔

"میں نے کوشش کی تھی لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا"...... انسپکٹر رشید نے جواب دیا۔

"بادشاہ خان کے مکان سے جو مقدار ملی تھی وہ تم نے دستیاب کی تھی"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ وہ بادشاہ خان نے خود مجھے دی تھی"...... انسپکٹر رشید نے جواب دیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"اس نے کیا بتایا تھا کہ اسے یہ کہاں سے ملی ہے"...... عمران

نے پوچھا۔ اسی لمحے چپڑاسی اندر داخل ہوا اور اس نے ایک ایک بوتل ان تینوں کے سامنے رکھی اور پھر خاموشی سے باہر چلا گیا۔

"اس کا کہنا تھا کہ یہ مقدار اسے سپروائزر روشن حسین نے دی تھی کہ وہ اسے فروخت کر کے اس سے اپنا قرض اتار سکے لیکن اسے معلوم ہی نہ تھا کہ یہ کہاں بک سکتی ہے اس لئے اس نے مجھے دے دی"۔ انسپکٹر رشید نے جواب دیا اور پھر عمران اسی طرح مختلف سوال کرتا رہا اور اس دوران وہ تینوں مشروب بھی پیتے رہے۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو"...... عمران نے کہا تو انسپکٹر رشید اٹھا اور سلام کر کے واپس چلا گیا۔

"اس ساری بات سے انسپکٹر رشید کی ترقی اور شہرت کا کیا تعلق تھا"...... سوپر فیاض نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"وہ ظاہر ہے علیحدگی میں مجھے یہ ضرور بتاتا کہ تم نے اس کیس میں سرے سے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ حالانکہ یہ انتہائی اہم کیس تھا اور پھر مجھے رپورٹ چیف کو دینی پڑ جاتی اور تم جانتے ہو کہ چیف جب یہ رپورٹ ڈیڈی اور صدر صاحب کو دیتے کہ سوپر فیاض نے اس کیس کو اہمیت ہی نہیں دی اور اس طرح سنٹرل انٹیلی جنس سوپر فیاض کی عدم دلچسپی کی وجہ سے ناکام رہی ہے تو تم جانتے ہو کہ کیا ہوتا۔ یہی کہ تمہیں سیٹ سے ہٹا کر گھر بھیج دیا جاتا اور انسپکٹر رشید تمہاری سیٹ سنبھال لیتا۔ تو کیا یہ اس کی ترقی اور خوش نصیبی نہ تھی"۔ عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ڈیڈی نے یہ کیس براہ راست انسپکٹر رشید کے ذمے لگایا تھا۔ سمجھے۔ اس لئے میں نے اس کیس میں دلچسپی نہ لی تھی"۔ سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم سپرنٹنڈنٹ تھے اور تمہارے اندر جو صلاحیتیں ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر تم معمولی سی بھی دلچسپی لے لیتے تو مجرم اب تک پکڑے جا چکے ہوتے لیکن تم نے اسے یقیناً انا کا مسئلہ بنا لیا ہو گا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ اگر میں اس کیس میں کام کرتا تو اب تک یقیناً مجرم پکڑے جا چکے ہوتے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"تو پھر یہ فائل رکھ لو۔ میں چیف کو کہہ دوں گا کہ سوپر فیاض نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجرموں کو پکڑ کر پیش کر دے گا"...... عمران نے کہا۔

"ارے ارے نہیں۔ یہ تم لے جاؤ۔ بس میں کہہ رہا ہوں اسے لے جاؤ"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"تو تم نہیں چاہتے کہ اخبارات میں تمہاری تعریفیں شائع ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی"...... عمران نے کہا۔

"بس بس۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر مجرم پکڑے جا سکتے تو انسپکٹر رشید انہیں پکڑ چکا ہوتا۔ خدا خدا کر کے تو اس سے جان چھوٹی ہے۔ لے جاؤ یہ فائل"...... سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے یہ فائل

واقعی اس کے لئے عذاب کا باعث بن رہی ہو۔

"اوکے۔ تمہاری مرضی"...... عمران نے کہا اور فائل اٹھا کر وہ کرسی سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا آفس سے باہر آگیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

ٹائیگر نے کار مون کلب کے سامنے روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ کلب میں داخل ہو گیا۔ مون کلب ابھی حال ہی میں کھلا تھا۔ اس کا مینجر اور مالک جانسن ایکریمین نژاد تھا اور اس سے پہلے وہ ایک معروف کلب راسٹو کا جنرل مینجر رہا تھا اور اب اس نے اپنا کلب کھول لیا تھا۔ جانسن بے حد تیز آدمی تھا اور اس کے رابطے نہ صرف غیر ملکی تنظیموں سے رہتے تھے بلکہ وہ مقامی طور پر شراب، منشیات اور اسلحے کے بڑے بڑے اسمگلروں اور ان کے نیٹ ورک سے رابطے رکھتا تھا اس لئے کہا جاتا تھا کہ جانسن دارالحکومت میں ہونے والے ہر بڑے جرم کے اگر پیچھے موجود نہیں ہوتا تو اسے بہرحال اس بارے میں معلومات ضرور ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے جرائم کی دنیا میں مخبری کا اپنا ایک نیٹ ورک بھی قائم کر رکھا تھا۔ چونکہ ٹائیگر کو ایسے آدمیوں سے اپنے مطلب کی معلومات مل جایا کرتی تھیں اس لئے

ٹائیگر نے جانسن سے بڑے گہرے تعلقات بنا رکھے تھے اور وہ اکثر اس کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور کئی بار اس نے اس کے لئے کام بھی کیا تھا۔ جانسن بھی ٹائیگر کی صلاحیتوں کا بے حد معترف تھا اور اکثر وہ کام جو اس کے بقول عام لوگوں کے بس کا نہ ہوتا تھا ٹائیگر کے ذمے لگاتا تھا اور ٹائیگر کو اس کا منہ مانگا معاوضہ دینے میں بھی اس نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا۔ آج بھی جانسن کا اسے پیغام ملا تھا اس لئے وہ پیغام ملتے ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جانسن کے آفس میں موجود تھا۔

"آج لگتا ہے میرے لئے تمہارے پاس کوئی خاص کام ہے"۔ رسمی سلام دعا کے بعد ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن کام ایسا ہے کہ اس میں تمہیں اپنی پوری صلاحیتیں استعمال کرنا پڑیں گی"...... جانسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیا بھوسے کے ڈھیر سے سوئی کو تلاش کرنا ہے"۔ ٹائیگر نے کہا تو جانسن بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"ہاں۔ ایسا ہی سمجھ لو۔ ایک سائنسی معدنیات تلاش کرنی ہے"۔ جانسن نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

"سائنسی معدنیات۔ کیا مطلب۔ سائنسی معدنیات سے تمہارا کیا تعلق"...... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا تعلق واقعی اس سے نہیں ہے لیکن میرا تعلق تلاش سے ہو سکتا ہے"...... جانسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے تفصیل بتاؤ۔ مجھے واقعی تمہاری بات سن کر اس کام میں دلچسپی محسوس ہونے لگ گئی ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کراکون نامی معدنیات یہاں پاکیشیا سے ملی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ یہ انتہائی قیمتی اور نایاب معدنیات ہے اور اس کی صرف پانچ سو کلو کی مقدار پاکیشیا کے شمال مشرقی پہاڑی علاقے سے ملی ہے۔ یہ اس پہاڑی سے ملی تھی جس پر حکومت پاکیشیا کی وزارت معدنیات کے تحت کام ہو رہا تھا اور وہاں سے ایک مزدور معدنیات نکال رہا تھا کہ اچانک تھوڑی سی مقدار اس کو مل گئی جس پر چیف انجینئر اور سپروائزر دونوں کے دلوں میں لالچ آ گیا۔ انہوں نے اس کراکون نامی معدنیات کو چھپا لیا اور اسے وہاں کے ایک ویران سے مکان میں رکھ دیا۔ اس سلسلے میں وہاں کا ایک شخص بادشاہ خان بھی ان دونوں کے ساتھ شامل تھا۔ پہلے اس بادشاہ خان کے ساتھ چیف انجینئر اور سپروائزر دونوں نے بڑا حصہ طے کیا لیکن پھر وہ اپنی بات سے مکر گئے تو بادشاہ خان نے اس بارے میں حکومت کو اطلاع کر دی اور پھر سنٹرل انٹیلی جنس اس پر کام کرنے لگی جس کے بعد وہ چیف انجینئر اور سپروائزر پراسرار طور پر ہلاک ہو گئے اور بادشاہ خان بھی غائب ہو گیا۔ حالانکہ اس نے ایک غیر ملکی پارٹی سے اس بارے میں سودا بھی کر لیا تھا اور معدنیات بھی اس نے چھپا رکھی تھی لیکن سودا ہوتے ہی بادشاہ خان پراسرار طور پر غائب ہو گیا۔ وہ اس پارٹی سے سودے کی رقم بھی وصول کر چکا تھا لیکن اس نے انہیں یہ نہیں

بتایا تھا کہ مال کہاں موجود ہے۔ پھر اس پارٹی کو حتمی اطلاع ملی کہ بادشاہ خان کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کی لاش بھی چیک کر لی گئی۔ اب وہ پارٹی اپنا مال تلاش کرنا چاہتی ہے اس نے یہ کام میرے ذمے لگایا ہے۔ میں نے اس پر بہت سوچا تو آخرکار میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ کام تم ہی کر سکتے ہو اس لئے میں نے تمہیں پیغام بھجوایا تھا"...... جانسن نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس بادشاہ خان کے بارے میں تمہارے پاس کوئی تفصیل ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ شمال مشرقی پہاڑی علاقے کے ایک شہر باسیرٹی میں رہتا تھا۔ البتہ اس ویران مکان کا پتہ میرے پاس موجود ہے جہاں ابتدائی طور پر مال چھپایا گیا تھا لیکن پھر وہ مال وہاں سے غائب ہو گیا"...... جانسن نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ اس بادشاہ خان نے کسی اور پارٹی سے سودا کر کے اسے خاموشی سے مال سپلائی کر دیا ہو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ اس کی باقاعدہ نگرانی کرائی جاتی رہی ہے۔ اس نے کسی اور سے کوئی سودا نہیں کیا۔ البتہ یہ پراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے اور پھر اس کی لاش سامنے آ گئی"...... جانسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ تم بتا رہے ہو اس میں بے شمار تضادات موجود ہیں اس لئے یا تو تمہیں بھی اصل حالات نہیں بتائے گئے یا پھر تم مجھ سے کچھ

چھپا رہے ہو"...... ٹائیگر نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

" اوہ نہیں۔ تم جانتے ہو کہ میں تم سے کچھ نہیں چھپایا کرتا۔ مجھے جو کچھ بتایا گیا ہے وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ تم اس بادشاہ خان کے ملنے جلنے والوں کو چیک کرو۔ کہیں نہ کہیں سے مال کا سراغ لگ جائے گا"...... جانسن نے کہا۔

" دیکھو جانسن۔ یا تو اس پارٹی نے خود اس بادشاہ خان کو ہلاک کر دیا ہے تاکہ بغیر رقم ادا کئے مال پر قبضہ کر لیا جائے یا پھر اس میں کوئی دوسری پارٹی ملوث ہے اور اگر دوسری پارٹی ملوث ہے تو اب تک نجانے کہاں سے کہاں یہ مال پہنچ چکا ہو گا اس لئے مجھے اصل صورت حال کے بارے میں علم ہونا چاہئے"...... ٹائیگر نے کہا۔

" تم بہرحال کام کرو۔ جو بھی رزلٹ ہو گا وہ مجھے قبول ہے۔ اگر اس میں میری پارٹی نے مجھ سے غلط بیانی کی ہے تو پھر اس کے نتائج بھی وہ خود بھگتیں گے اور اگر کوئی دوسری پارٹی سامنے آ گئی اور مال اس نے حاصل کر لیا ہے تو پھر میں رپورٹ دے دوں گا اور پھر وہ پارٹی جانے اور میری پارٹی جانے"...... جانسن نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ تمہارے پاس اس بادشاہ خان کے بارے میں جو تفصیل ہے وہ بتا دو"...... ٹائیگر نے کہا۔

" صرف اس کا پتہ اور اس کی ایک تصویر موجود ہے۔ باقی تفصیلات تم خود معلوم کر لینا"...... جانسن نے کہا اور میز کی دراز سے ایک لفافہ نکال کر اس نے ٹائیگر کے سامنے رکھ دیا۔ ٹائیگر نے

لفافہ اٹھا کر اسے کھولا۔ اس کے اندر ایک مقامی آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور اس نے شلوار قمیص اور اس پر جیکٹ پہنی ہوئی تھی اور شمال مشرقی علاقے کے باشندوں کے انداز میں ٹوپی بھی پہنے ہوئے تھا۔ تصویر کی پشت پر باسیرٹی کا ایک پتہ بھی لکھا ہوا تھا۔

" ٹھیک ہے"...... ٹائیگر نے تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تصویر کو واپس لفافے میں رکھا اور لفافہ اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس کے ساتھ ہی جانسن نے میز کی دراز سے ایک اور بڑا لفافہ نکال کر ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

" اس میں دس ہزار ڈالر ہیں۔ یہ تمہارا آدھا معاوضہ ہے اور آدھا کام ہونے کے بعد"...... جانسن نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے یہ لفافہ بھی اٹھا کر جیب میں رکھا اور پھر کھڑے ہو کر اس نے جانسن سے مصافحہ کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ اس کے آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے دارالحکومت کے ایک ہوٹل البانو کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ بادشاہ خان کی تصویر دیکھتے ہی اس کے ذہن میں ہوٹل البانو میں مستقل طور پر رہائش رکھنے والے اسلحہ کے ایک اسمگلر کا چہرہ آ گیا تھا۔ اس بادشاہ خان میں اور اس اسمگلر جس کا نام ریاض خان تھا بے حد مماثلت تھی اس لئے اسے یقین تھا کہ ریاض خان یقیناً بادشاہ خان کے بارے میں کافی کچھ جانتا ہو گا۔ ویسے بھی ریاض خان اسی علاقے کا

رہنے والا تھا جس علاقے میں بادشاہ خان کی رہائش بتائی گئی تھی۔
تھوڑی دیر بعد اس کی کار البانو ہوٹل میں داخل ہو رہی تھی۔ کاؤنٹر سے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ریاض خان اپنے کمرے میں موجود ہے۔ ریاض خان ہوٹل کی چوتھی منزل پر رہائش پذیر تھا اور ٹائیگر کی اس سے کئی بار ملاقاتیں ہو چکی تھیں اس لئے ٹائیگر سیڑھیاں چڑھ کر چوتھی منزل پر پہنچا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ ٹائیگر نے دروازے پر دستک دی تو چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور دروازے پر ریاض خان موجود تھا۔

" اوہ۔ ٹائیگر تم اور اس وقت۔ آؤ اندر آ جاؤ"...... ریاض خان نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا اور ٹائیگر اندر داخل ہو گیا۔ میز پر شراب کی ایک بوتل اور ایک گلاس موجود تھا جس میں آدھی سے زیادہ شراب بھری ہوئی تھی۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ ریاض خان شراب پینے کا عادی ہے اس لئے اس نے کوئی خیال نہ کیا۔

" آج اچانک بغیر اطلاع کے آنا ہوا ہے۔ خیریت "...... ریاض خان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ ٹائیگر پہلے ہی ایک کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

" ہاں۔ ایک کام ہے تم سے "...... ٹائیگر نے کہا اور جیب سے لفافہ نکال کر اس نے اس میں سے بادشاہ خان کی تصویر نکالی اور ریاض خان کے سامنے رکھ دی۔

" اوہ۔ بادشاہ خان کی تصویر اور تمہارے پاس۔ کیا مطلب "۔ ریاض خان نے تصویر اٹھا کر حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا کیونکہ اس کا خیال درست نکلا تھا۔

" پہلے یہ بتاؤ کہ تم بادشاہ خان کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ کیا یہ تمہارا رشتہ دار ہے "...... ٹائیگر نے کہا۔

" یہ میرا چچا زاد بھائی ہے لیکن تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو۔ پہلے تم تو بتاؤ"...... ریاض خان نے تیز لہجے میں کہا۔

" اس نے کسی غیر ملکی پارٹی سے کسی سائنسی معدنیات کا سودا کیا ہے اور پھر رقم وصول کی لیکن مال دینے سے انکاری ہو گیا ہے اور اب غائب ہے۔ مجھے اس کی تلاش کا کام ملا ہے "۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

" اوہ۔ اسی لئے وہ ان دنوں نظر نہیں آ رہا۔ لیکن بادشاہ خان تو ایسا آدمی نہیں ہے۔ وہ تو سودے میں بے حد کھرا آدمی ہے۔ جو بات کرتا ہے اس کو پورا کرتا ہے اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سودا کرے اور رقم بھی وصول کر لے اور پھر غائب ہو جائے۔ نہیں۔ یہ غلط ہے "...... ریاض خان نے کہا۔

" مال کی قیمت بہت زیادہ ہے اس لئے میری پارٹی کو خطرہ ہے کہ کہیں وہ کسی اور پارٹی سے سودا نہ کر لے "...... ٹائیگر نے کہا۔

" نہیں۔ یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ اس نے آج تک کسی سے دھوکہ نہیں کیا"...... ریاض خان نے کہا۔

" اچھا۔ یہ بتا دو کہ اس کا کس پارٹی سے تعلق رہتا ہے اور کیا وہ سائنسی معدنیات کا کام پہلے بھی کرتا رہا ہے "...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔پہلے وہ میری طرح اسلحہ کی اسمگلنگ کا دھندہ کرتا تھا لیکن پھر ہمارے علاقے میں ایک پہاڑی پر کام کرنے والے سرکاری لوگوں سے اس کی دوستی ہو گئی اور اس نے وہاں سے چوری شدہ معدنیات غیر ملکی پارٹیوں کو فروخت کرنے کا کام شروع کر دیا اور بقول اس کے اس دھندے میں اسلحے سے بھی زیادہ فائدہ ہو رہا تھا"۔ ریاض خان نے جواب دیا۔

"تمہاری اس سے آخری ملاقات کب ہوئی تھی"۔ٹائیگر نے کہا۔

"آج سے چار روز پہلے وہ یہاں میرے پاس آیا تھا اور بے حد خوش تھا۔اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے پاس انتہائی قیمتی معدنیات کی کافی بڑی مقدار موجود ہے اور اس کا سودا کسی غیر ملکی پارٹی سے ہو رہا ہے جو لاکھوں کروڑوں ڈالر میں ہو گا اور پھر وہ بہت بڑا آدمی بن جائے گا"...... ریاض خان نے جواب دیا۔وہ ساتھ ساتھ شراب بھی پیتا جا رہا تھا۔

"یہاں وہ کہاں رہتا تھا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"وہ ہوٹلوں میں رہنے کا عادی نہیں ہے اس لئے اس نے شروع سے ہی یہاں روشن کالونی میں ایک چھوٹی سے کوٹھی لے رکھی ہے جہاں وہ اکیلا رہتا ہے"...... ریاض خان نے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے اس کوٹھی کا نمبر اور اس کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"وہاں فون تو ہو گا۔اس کا نمبر معلوم ہے تمہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔میری اس سے کبھی فون پر بات نہیں ہوئی اور نہ کبھی اس کی ضرورت مجھے پڑی ہے۔یا تو وہ خود میرے پاس آجاتا ہے یا میں کبھی کبھار خود اس سے ملنے وہاں چلا جاتا ہوں"...... ریاض خان نے جواب دیا۔

"کوئی ایسا آدمی بتاؤ جسے اس کے بزنس یا رابطوں کے بارے میں معلومات ہوں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"یہ تم سب کچھ مفت میں ہی پوچھتے چلے جا رہے ہو جبکہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے اپنی پارٹی سے بھاری رقم وصول کی ہو گی"۔ ریاض خان نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

"تم اپنے بھائی کے بارے میں بھی معلومات فروخت کرنا چاہتے ہو"۔ٹائیگر نے کہا تو ریاض خان بے اختیار ہنس پڑا۔

"تم واقعی رقم بچانے کے ماہر ہو۔ٹھیک ہے۔اب میں کیا کہہ سکتا ہوں لیکن مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ بادشاہ خان بے اصولی کبھی نہیں کر سکتا۔جہاں تک اس کے رابطوں کا تعلق ہے تو مجھے اس بارے میں قطعاً کوئی علم نہیں ہے کیونکہ میری اس سے کبھی اس معدنیات والے بزنس کے سلسلے میں بات ہی نہیں ہوئی"۔ ریاض خان نے جواب دیا۔

"اوکے۔شکریہ"...... ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا تو ریاض خان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔تھوڑی دیر بعد اس کی کار روشن کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے گھومنے والی کرسی پر راجر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ آفس انٹرنیشنل ٹریڈرز کارپوریشن کا تھا اور راجر اس کا جنرل مینجر تھا۔ یہ فرم معدنیات اور جواہرات وغیرہ کی ایکسپورٹ کا کام کرتی تھی اور اس کے رابطے پوری دنیا کی ایسی فرموں کے ساتھ تھے جو جواہرات اور انتہائی قیمتی معدنیات خریدتی تھیں۔ اس فرم کا ہیڈ آفس ایکریمیا میں تھا جبکہ راجر اس کے پاکیشیائی آفس کا انچارج تھا۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا کام کرنے میں مصروف تھا کہ میز پر رکھے ہوئے سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس۔ راجر بول رہا ہوں"...... راجر نے کہا۔

"ہیڈ آفس سے نک بول رہا ہوں جناب۔ ہولڈ کریں چیف مینجر

مارٹن آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ مارٹن بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"یس چیف۔ میں راجر بول رہا ہوں پاکیشیا آفس سے"...... راجر نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"راجر۔ تم نے پاکیشیا سے ملنے والی کراکون معدنیات کے بارے میں جو رپورٹ دی ہے وہ کلیئر ہو گئی ہے۔ اب تم اس کی جس قدر مقدار ہو سکے فوراً ہیڈ آفس بھجوا دو۔ ہیڈ آفس نے اس کا بہت بڑی قیمت میں سودا کر لیا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اسے تلاش کیا جا رہا ہے چیف۔ جیسے ہی وہ ملی اسے بھجوا دیا جائے گا"...... راجر نے کہا۔

"تلاش کیا جا رہا ہے۔ کیا مطلب۔ جبکہ پہلے تم نے رپورٹ دی تھی کہ وہ مل چکی ہے"...... چیف مارٹن نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یس چیف۔ میں نے واقعی ایسی ہی رپورٹ بھجوائی تھی لیکن اس دوران حالات بدل چکے ہیں"...... راجر نے جواب دیا۔

"کیسے حالات۔ تفصیل بتاؤ"...... چیف نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"چیف۔ یہ معدنیات پاکیشیا کی ایک پہاڑی کان سے ملی تھی تب وہاں کام کرنے والے چیف انجینئر اور سپروائزر نے حکومت سے

چھپا کر وہاں کسی مکان میں پہنچا دیا اور ایک آدمی بادشاہ خان کے ذریعے انہوں نے اسے فروخت کرنے کے لئے بات چیت شروع کی لیکن پھر ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور بادشاہ خان نے اس ساری معدنیات کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کو اطلاع کر دی اور خود غائب ہو گیا۔ حکومت نے اس چیف انجینئر اور سپروائزر کو گھیر لیا جس پر مجبوراً مجھے میدان میں آنا پڑا اور میں نے ان دونوں کو ہلاک کرا دیا تاکہ بادشاہ خان سے براہ راست سودا ہو سکے۔ اس دوران بادشاہ خان نے کرا کون کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ پھر میں نے بادشاہ خان سے سودا کیا تو بادشاہ خان نے انتہائی بھاری رقم مانگی جس پر میں نے بادشاہ خان سے وہ جگہ معلوم کرنے کی کوشش کی تاکہ اسے ہلاک کر کے اس معدنیات پر ہم مفت میں قبضہ کر لیں۔ لیکن بادشاہ خان معمولی سا تشدد بھی برداشت نہ کر سکا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس طرح یہ معدنیات غائب ہو چکی ہے۔ میں نے یہاں کی ایک مقامی پارٹی کے ذمے لگایا ہے کہ وہ اس کا کھوج لگائے۔ جیسے ہی کھوج لگا، میں اسے حاصل کر کے ہیڈ آفس بھجوا دوں گا"...... راجر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کتنی رقم مانگی تھی اس بادشاہ خان نے"...... چیف مارٹن نے پوچھا تو راجر نے بادشاہ خان سے ہونے والی تمام بات چیت دوہرا دی۔

"اوہ راجر۔ یہ تم نے کیا کیا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس

معدنیات کی بین الاقوامی قیمت اس قدر زیادہ ہے کہ جو کچھ وہ آدمی مانگ رہا تھا وہ تو اس کے مقابلے میں کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی تھی۔ تم نے خواہ مخواہ اسے ہلاک کرا دیا۔ اب نجانے وہ ہمیں دستیاب بھی ہو سکے گی یا نہیں اور یہ بھی سن لو کہ رافٹ کارپوریشن والوں کو بھی اس کا علم ہو چکا ہے۔ انہوں نے بھی اسے حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس بادشاہ خان نے ان سے رابطہ کیا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ اسے لے اڑیں"۔۔۔ چیف مارٹن نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں چیف۔ ہم جلد ہی اسے تلاش کر لیں گے۔ رافٹ کارپوریشن والے اس کا سراغ کسی صورت بھی نہیں لگا سکتے۔ اسے بہرحال ہم ہی حاصل کریں گے اور چیف یہ اچھا ہوا کہ بادشاہ خان ہلاک ہو گیا ہے۔ لازماً اس نے رافٹ کارپوریشن والوں سے ہی رابطہ کیا ہو گا ورنہ انہیں کیسے معلوم ہو سکتا تھا"...... راجر نے کہا۔

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس کا سراغ لگا کر اسے بھجواؤ۔ یہ ہمارے لئے انتہائی قیمتی ہے"...... چیف مینجر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور راجر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھا اور پھر نیلے رنگ کے ڈائریکٹ فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"نیلسن بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی نیلسن کی آواز سنائی دی۔

" راجر بول رہا ہوں۔ نیلسن۔ وہ کراکون کے بارے میں کوئی رپورٹ ملی ہے یا نہیں"...... راجر نے کہا۔

" وہ مون کلب کا مینجر اس پر کام کر رہا ہے باس۔ میری اس سے بات ہوئی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ اس نے یہ کام ایک ایسے آدمی کے ذمے لگایا ہے جو بہت جلد اس کا سراغ لگا لے گا"...... نیلسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہیڈ آفس کا حکم آیا ہے کہ جلد از جلد اسے تلاش کیا جائے۔ رافٹ کارپوریشن بھی اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پہلے اسے حاصل کر لیں اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں"...... راجر نے کہا۔

" اوہ۔ نہیں باس۔ ایسا نہیں ہو گا۔ رافٹ کارپوریشن کا یہاں کوئی آدمی نہیں ہے اور نہ وہ اسے تلاش کر سکتے ہیں اس لئے یہ ہمیں ہی ملے گی"...... نیلسن نے کہا۔

" جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام کرو"...... راجر نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ بادشاہ خان کو اس کی مطلوبہ رقم دے دیتا تو زیادہ فرق نہ پڑتا لیکن نجانے کیوں وہ خواہ مخواہ ضد میں آ گیا۔ اس نے جب سے رافٹ کارپوریشن کے بارے میں سنا تھا اسے پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ وہ بیٹھا یہی باتیں سوچ رہا تھا کہ زرد رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" باس۔ ریمزے کی کال ہے"...... دوسری طرف سے اس کے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" کراؤ بات"...... راجر نے چونک کر کہا۔

" ہیلو۔ ریمزے بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

" یس۔ راجر بول رہا ہوں"...... راجر نے کہا۔

" راجر۔ رافٹ کارپوریشن اور تمہارے ادارے کا مقابلہ چلتا رہتا ہے ناں"...... ریمزے نے کہا تو راجر بے اختیار اچھل پڑا۔

" ہاں۔ کیوں"...... راجر نے چونک کر پوچھا۔

" رافٹ کارپوریشن نے یہاں سے معدنیات کراکون کی بھاری مقدار منگوانے کے لئے انتھونی سے بات کی ہے۔ انتھونی نے مجھے فون کیا ہے اور جب اس نے رافٹ کارپوریشن کی بات کی تو میں الجھ گیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ رافٹ کارپوریشن اور تمہارے ادارے کے درمیان مقابلہ رہتا ہے اور میرا تمام تر کام تمہارے ادارے کے ساتھ ہے اس لئے میں نے اسے ابھی انکار تو نہیں کیا کیونکہ میں تم سے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب اگر تمہیں اس معدنیات میں دلچسپی ہے تو میں انکار کر دوں اور اگر نہ ہو تو میں یہ کام کر لوں"۔ ریمزے نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

" اس انتھونی نے تمہارے ذمے کیا کام لگایا ہے"...... راجر نے کہا۔

" اس نے صرف اتنا بتایا ہے کہ یہاں کے ایک مقامی آدمی بادشاہ خان کے پاس کراکون نامی انتہائی قیمتی معدنیات کا ذخیرہ ہے اور وہ اسے فروخت کرنا چاہتا ہے۔ اس نے رافٹ کارپوریشن کے ایک ایجنٹ سے رابطہ کیا تھا لیکن پھر وہ بادشاہ خان اچانک غائب ہو گیا ہے۔ اب میں نے بادشاہ خان کو تلاش کرنا ہے تاکہ رافٹ کارپوریشن اس سے معدنیات کے ذخیرے کا سودا کر سکے اور وہ اس کے عوض مجھے بھاری معاوضہ دینے کے لئے تیار ہے"...... ریزے نے کہا۔

" تو پھر سن لو کہ بادشاہ خان نے ہم سے سودا کیا تھا اور ہم سے بھاری رقم بھی اس نے وصول کر لی تھی لیکن مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ وہ دھوکے سے کام لیتے ہوئے معدنیاتی ذخیرہ کسی اور پارٹی کو فروخت کرنا چاہتا ہے۔ البتہ مجھے رافٹ کارپوریشن کے بارے میں علم نہ تھا۔ بہرحال اس اطلاع پر ہم نے بادشاہ خان کو گھیر لیا اور اسے مجبور کیا کہ وہ معدنیاتی ذخیرہ ہمارے حوالے کرے لیکن وہ ہلاک ہو گیا اور اب ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ ذخیرہ کہاں ہے۔ میں نے نیلسن کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ اس ذخیرے کو تلاش کیا جائے کیونکہ اس کی ہم قیمت ادا کر چکے ہیں۔ نیلسن کسی مون کلب کے مینجر کے ذریعے اس معدنیات کو تلاش کر رہا ہے"...... راجر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ پھر تو اس کام میں ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا"...... ریزے نے کہا۔

" نہیں۔ تم انہیں انکار کر دو اور ہماری طرف سے اس ذخیرے کو اپنے طور پر تلاش کرو۔ تمہیں تمہارا معاوضہ مل جائے گا"...... راجر نے کہا۔

" نہیں۔ یہ اصول کے خلاف ہے راجر کہ جب ایک پارٹی کام کر رہی ہو تو میں دوسری پارٹی کے طور پر کام کروں۔ ہاں اگر وہ ناکام ہو جائے تو پھر مجھے بتانا۔ پھر میں یہ کام کروں گا"...... ریزے نے جواب دیا۔

" اوکے۔ بہرحال وہ انتھونی اس پر کام کرے گا۔ تمہارے ذریعے نہ ہی کسی اور کے ذریعے ہی اس لئے تم اس کی نگرانی کراؤ تاکہ اگر ہم سے پہلے وہ اس ذخیرے تک پہنچ جائے تو پھر ہم اسے حاصل کر سکیں"...... راجر نے کہا۔

" ہاں۔ یہ کام ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں یہ کام کر لوں گا"...... ریزے نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

" اوکے۔ تمہیں تمہارا معاوضہ مل جائے گا"...... راجر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر انتھونی اس ذخیرے تک پہنچ بھی گیا تب بھی وہ اسے حاصل کر لیں گے۔

کمرے میں بیٹھے ہوئے ایک لمبے قد اور قدرے بھاری جسم کے آدمی نے سامنے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجتے ہی ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ماسٹر بول رہا ہوں"...... اس آدمی نے بھاری لہجے میں کہا۔

"جونی بول رہا ہوں ماسٹر"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے"...... ماسٹر نے کہا۔

"بادشاہ خان کی تلاش پورے دارالحکومت میں ہو رہی ہے"۔ دوسری طرف سے جونی نے کہا۔

"اوہ۔ کیوں۔ کیا مطلب"...... ماسٹر نے چونک کر انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اور یہ بھی سن لو کہ اسے تلاش کرنے والے یا تو ملٹری انٹیلی

جنس کے لوگ ہیں یا پھر ان کا تعلق سنٹرل انٹیلی جنس سے ہے۔ وہ بادشاہ خان کا حلیہ بتا بتا کر اس کے بارے میں تمام ہوٹلوں میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں"...... جونی نے کہا۔

"اوہ۔ بادشاہ خان کا ان سے کیا تعلق۔ وہ کیوں اسے تلاش کر رہے ہیں اور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ان کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے یا سنٹرل انٹیلی جنس سے ہے"۔ ماسٹر نے چونک کر پوچھا۔

"ان کا انداز اور ان کے قدوقامت بتا رہے ہیں اور وہ بہرحال انڈر ورلڈ کے لوگ نہیں ہیں اور ایک اور بات بھی میرے نوٹس میں آئی ہے کہ بادشاہ خان غائب ہو چکا ہے۔ اس کے بھائی ریاض خان نے مجھے فون کر کے بادشاہ خان کے بارے میں پوچھا تو میرے معلوم کرنے پر کہ وہ کیوں اس کے بارے میں پوچھ رہا ہے تو اس نے بتایا کہ انڈر ورلڈ کا ایک آدمی ٹائیگر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہے اور اس نے جس انداز میں باتیں کی ہیں اس سے ریاض خان کو اندازہ ہوا ہے کہ بادشاہ خان یا تو ہلاک ہو چکا ہے یا پھر ملک سے باہر چلا گیا ہے"...... جونی نے کہا۔

"اوہ۔ یہ بات واقعی اہم ہے۔ بادشاہ خان سے ہمارا ابھی کئی روز سے رابطہ نہیں ہوا۔ ورنہ وہ لازماً ہم سے رابطہ کرتا لیکن آخر اس کی تلاش اس قدر سرگرمی سے کیوں ہو رہی ہے"...... ماسٹر نے کہا۔

"اس معدنیاتی ذخیرے کی وجہ سے جو بادشاہ خان کے پاس تھا۔ وہ انتہائی قیمتی ہے"۔ جونی نے کہا تو ماسٹر بے اختیار اچھل پڑا۔

"لیکن اس کا سودا تو بادشاہ خان کر رہا تھا پھر"...... ماسٹر نے کہا۔

"میرا خیال ہے ماسٹر کہ بادشاہ خان کا اس پارٹی سے سودا نہیں ہو سکا اور شاید اس پارٹی نے بادشاہ خان سے زبردستی کی ہو گی لیکن بادشاہ خان نے مزاحمت کی ہو گی کیونکہ میں اس کی فطرت سے واقف ہوں اس لئے یقیناً بادشاہ خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کی لاش بھی غائب کرا دی گئی ہے اور اب وہ پارٹی اس ذخیرے کو تلاش کر رہی ہے۔ یہ آدمی ٹائیگر زیادہ تر اس ذخیرے کے بارے میں ہی پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے"...... جونی نے کہا۔

"اگر یہ بات کنفرم ہو جائے جونی کہ بادشاہ خان ہلاک ہو چکا ہے تو پھر اس معدنیاتی ذخیرے کا سودا ہم خود کر سکتے ہیں۔ تمہیں تو معلوم نہیں ہے کہ یہ ذخیرہ کہاں موجود ہے لیکن اس جگہ کے بارے میں مجھے علم ہے"...... ماسٹر نے کہا۔

"وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اسے کنفرم سمجھو"...... دوسری طرف سے جونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ لیکن ہم نے تو اسلحے کو ڈیل کیا ہے۔ کبھی معدنیات کو ہم نے ڈیل نہیں کیا اس لئے اب اس پارٹی کو کہاں تلاش کیا جائے"...... ماسٹر نے کہا۔

"میں معلوم کر کے تمہیں بتاتا ہوں بشرطیکہ اس ڈیل میں سے مجھے بھی تھوڑا سا حصہ دیا جائے"...... جونی نے کہا۔

"بالکل دوں گا۔ چوتھائی حصہ تمہارا"...... ماسٹر نے جواب دیا۔

"اوکے"...... دوسری طرف سے مسرت بھرے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ماسٹر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"بادشاہ خان ہلاک ہو گیا ہے۔ ویری گڈ۔ اب یہ ذخیرہ ہمارے کام آئے گا۔ ویری گڈ"...... ماسٹر نے مسرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کسی خیال کے تحت رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"رینالڈ بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ماسٹر بول رہا ہوں رینالڈ"...... ماسٹر نے کہا۔

"اوہ یس۔ کیا بات ہے۔ آج رینالڈ کیسے یاد آ گیا ماسٹر"۔ دوسری طرف سے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

"وہ بادشاہ خان نے جو معدنیاتی ذخیرہ میرے کہنے پر تمہارے پاس رکھ دیا تھا وہ محفوظ ہے ناں"...... ماسٹر نے کہا۔

"محفوظ۔ کیا مطلب۔ وہ تو بادشاہ خان دو روز بعد ہی اٹھوا کر لے گیا تھا"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ماسٹر بے اختیار اچھل پڑا۔

"لے گیا تھا۔ کہاں"...... ماسٹر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"مجھے کیا معلوم۔ اس کا مال تھا اور اس نے میرے پاس امانت رکھ دیا تھا۔ وہ لے گیا۔ اس سے پوچھو۔ میں کیا بتا سکتا ہوں"۔ رینالڈ نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ویری بیڈ۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بادشاہ خان ہلاک ہو چکا ہے اور یہ ذخیرہ انتہائی قیمتی ہے۔ اس کی تلاش وسیع پیمانے پر ہو رہی ہے۔ میں تو خوش ہو رہا تھا کہ چلو اب ہم خود اسے فروخت کر کے بھاری رقم کمائیں گے لیکن تم نے یہ بتا کر کہ وہ ذخیرہ لے گیا تھا ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے"...... ماسٹر نے کہا۔

"بادشاہ خان ہلاک ہو چکا ہے۔ کیا واقعی۔ کس نے کیا ہے اسے ہلاک"...... رینالڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا کسی پارٹی سے سودا ہوا لیکن اس نے لالچ میں آکر کسی اور پارٹی سے سودا کرنا شروع کر دیا جس پر اسے ہلاک کر دیا گیا اور اب اس ذخیرے کی تلاش ہو رہی ہے۔ اگر تم اسے ٹریس کر سکو تو ہم مل کر کما سکیں گے"...... ماسٹر نے کہا۔

"اوہ نہیں ماسٹر۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ اسے کہاں لے گیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ مجھے ان معدنیات کے کاموں سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے"...... رینالڈ نے کہا۔

"اوکے"۔ ماسٹر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کا چہرہ مایوسی کی وجہ سے لٹک گیا تھا۔ ظاہر ہے اب کسی پارٹی کی تلاش ہی سرے سے فضول تھی کیونکہ جب مال ہی نہ رہا تو پارٹی سے وہ کیا وصول کر سکتے تھے اس لئے اس نے سر جھٹک کر اس ساری بات کو ہی ذہن سے نکال دیا۔

ٹائیگر نے روشن کالونی میں پہنچ کر اس کوٹھی کو تلاش کیا جس کا پتہ اسے ریاض خان نے دیا تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی کوٹھی تھی۔ اس کا پھاٹک بند تھا اور باہر سے تالا بھی لگا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ٹائیگر نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ سائیڈ گلی سے ہوتا ہوا عقبی طرف پہنچ گیا۔ ویسے تو وہ آسانی سے تالا بھی کھول سکتا تھا لیکن اس نے عقبی طرف سے اندر جانے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ اطمینان سے اس کوٹھی کی تلاشی لے سکے۔ اسے یقین تھا کہ اگر ذخیرہ اس کوٹھی میں نہ بھی ہوا تب بھی بہرحال یہاں سے اسے کوئی نہ کوئی کلیو مل جائے گا۔ کوٹھی کی عقبی دیوار زیادہ بلند نہ تھی اس لئے ٹائیگر آسانی سے اس پر چڑھ کر اندر کود گیا اور پھر سائیڈ گلی سے ہوتا ہوا وہ سامنے کے رخ پر آ گیا۔ کوٹھی فرنشڈ تھی لیکن سارے فرنیچر اور فرش پر گرد کی چڑھی ہوئی ہلکی سی تہہ بتا رہی تھی کہ وہ چند دنوں سے

خالی پڑی ہوئی ہے۔ ٹائیگر نے اس کی تلاشی لینا شروع کر دی لیکن نہ ہی وہاں کوئی آفس تھا اور نہ ہی کوئی خفیہ کمرہ۔ عام سی کوٹھی تھی جس میں دو بیڈ رومز تھے لیکن بیڈ رومز میں بھی عام سا فرنیچر تھا۔ ٹائیگر نے پوری کوٹھی گھوم لی لیکن وہاں سے کچھ معلوم نہ ہو سکا تو اس نے تہہ خانہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ اس کوٹھی میں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے۔ پھر اس نے خفیہ سیف تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی اس کوشش میں بھی ناکام رہا۔ آخرکار اس نے واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ اب وہ کہاں جائے اور کس طرح اس مال کا کلیو حاصل کرے کہ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو وہ دوبارہ ایک بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا تھا کہ اس بیڈ روم میں بچھے ہوئے قالین کا ایک کونا قدرے ابھرا ہوا تھا جس کا اس نے اس وقت تو خیال ہی نہ کیا تھا۔ وہ بیڈ روم میں داخل ہوا۔ کونا واقعی ابھرا ہوا تھا۔ اس نے کونے سے قالین کا سرا اٹھایا تو بے اختیار اس کے ہونٹ بھینچ گئے کیونکہ وہاں کسی کام کی چیز کی بجائے دو تین اخبار پڑے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اخبارات کو تہہ کر کے قالین کے نیچے کسی خاص مقصد کے لئے رکھ دیا گیا ہو۔ اس نے اخبارات اٹھائے اور پھر اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ اخبارات تقریباً چار روز پہلے کے تھے اور تین مختلف اخبارات تھے لیکن تینوں ایک ہی تاریخ کے تھے۔ اس نے

اخبارات کو چیک کرنا شروع کر دیا اور پھر اچانک اس کی آنکھیں ایک چھوٹی سی سرخی پر پڑ گئیں جس کے گرد باقاعدہ سرخ پنسل سے دائرہ بنایا گیا تھا۔ وہ نظروں ہی نظروں میں تیزی سے خبر پڑھنے لگا۔ یہ خبر دارالحکومت کے ریالٹو کلب کے بارے میں تھی۔ خبر کے مطابق ریالٹو کلب میں بدمعاشوں کے دو گروپوں میں جھگڑا ہوا اور چار آدمی ہلاک ہو گئے اور پولیس وہاں پہنچ گئی۔ گو ٹائیگر کو اس جھگڑے کا علم تھا اور وہ ریالٹو کلب کے بارے میں بھی جانتا تھا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ بادشاہ خان نے ریالٹو کلب میں ہونے والے اس جھگڑے کی خبر کو کیوں اس قدر اہمیت دی ہے اور اخبارات کو کیوں اس انداز میں قالین کے نیچے چھپایا ہے۔ ریالٹو کلب کے مالک رینالڈ کو وہ اچھی طرح جانتا تھا لیکن رینالڈ کا تعلق اسلحے کی مقامی اسمگلنگ سے تھا۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے اخبارات کو میز پر رکھا اور بیڈ روم میں پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر ٹون چیک کی۔ فون میں ٹون موجود تھی۔ اس نے ریالٹو کلب کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"رینالڈ بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں رینالڈ"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ تم۔ کیسے فون کیا ہے۔ تم نے تو اب کلب میں آنا ہی چھوڑ دیا ہے"...... دوسری طرف سے رینالڈ نے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

"بس کام میں مصروف رہا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک مقامی آدمی بادشاہ خان سے تمہاری گہری دوستی ہے۔ کیا یہ اطلاع درست ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ۔ تو تم بھی اس چکر میں ہو"...... دوسری طرف سے رینالڈ نے چونک کر کہا تو ٹائیگر بھی چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کس چکر کی بات کر رہے ہو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"بادشاہ خان کے اس معدنیاتی ذخیرے کے چکر میں۔ پہلے ماسٹر نے فون کیا تھا۔ وہ بھی اس چکر میں تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ بادشاہ خان نے اس معدنیاتی ذخیرے کا کسی پارٹی سے سودا کیا اور پھر دوسری پارٹی سے سودا کرنا شروع کر دیا اس لئے پہلی پارٹی کے ہاتھوں وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ ماسٹر کو معلوم تھا کہ بادشاہ خان نے اپنا وہ معدنیاتی ذخیرہ میرے پاس امانتاً رکھوایا تھا۔ ماسٹر کا خیال تھا کہ اب جبکہ بادشاہ خان ہلاک ہو چکا ہے تو وہ خود اس ذخیرے کو کسی پارٹی کے پاس فروخت کر کے بھاری رقم کمائے گا لیکن میں نے اسے بتایا کہ بادشاہ خان تو پہلے ہی اپنی وہ امانت یہاں سے لے گیا تھا اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اسے کہاں رکھا ہے"...... رینالڈ نے کہا۔

"کیا وہ مال اس واقعہ کے بعد لے گیا تھا جب تمہارے کلب میں جھگڑا ہوا تھا اور پولیس آئی تھی"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں۔ کیا کوئی خاص بات ہے"...... رینالڈ نے کہا۔

"نہیں۔ میں اس لئے پوچھ رہا تھا کہ بادشاہ خان نے اخبار میں اس خبر کو باقاعدہ مارک کیا ہوا ہے لیکن وہ مال کس چیز پر لے گیا تھا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ شاید اخبار میں خبر چھپنے سے گھبرا گیا تھا کہ پولیس کہیں اس کا مال برآمد نہ کر لے حالانکہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ بہرحال اس کی امانت تھی اس لئے جب اس نے مانگی میں نے اسے دے دی۔ وہ اپنی ویگن میں مال لے گیا تھا"...... رینالڈ نے کہا۔

"اپنی ویگن۔ کیا مطلب۔ کیا اس کے پاس کار کی بجائے ویگن تھی"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اسے جانتے نہیں ہو۔ ورنہ یہ سوال نہ کرتے۔ بادشاہ خان بنیادی طور پر اسلحے کا دھندہ کرتا تھا لیکن پھر اس نے معدنیات کا کاروبار شروع کر دیا اور یہ کاروبار شمال مشرقی علاقے سے دارالحکومت کے درمیان چلنے والی مسافر ویگنوں کے ذریعے کرتا تھا۔ اس نے اپنی ٹرانسپورٹ کمپنی بنائی ہوئی تھی۔ بادشاہ ٹرانسپورٹ کمپنی۔ اس لئے وہ اپنے پاس بھی ویگن ہی رکھا کرتا تھا۔ کار نہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جس ویگن میں وہ مال لے گیا تھا کیا اس کی کوئی خاص نشانی تمہیں معلوم ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"اوہ نہیں۔ میرا تو اس طرف خیال ہی نہیں گیا تھا۔ بہرحال وہ ان چار پانچ ویگنوں میں سے ایک ہو گی جو اس کی ملکیت ہیں اور ہاں

اگر تم اس بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر اس کی کمپنی کے مینجر راجہ خان سے مل لو۔ اسے سب کچھ معلوم ہو گا۔ وہ طویل عرصے سے اس کے ساتھ رہ رہا ہے۔ جنرل ویگن اڈے پر باقاعدہ اس کا دفتر ہے"...... رینالڈ نے کہا۔

" اچھا۔ ٹھیک ہے۔ ویسے یہ بتا دو کہ یہ مال کتنی مقدار میں ہے اور کس طرح پیک کیا گیا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

" لکڑی کی چار بڑی بڑی پیٹیاں تھیں جیسے چائے کمپنی والوں کی پیٹیاں ہوتی ہیں۔ ان پر ویسے کسی ٹی کمپنی کا ہی نام چھپا ہوا تھا۔ شاید ایگل ٹی لکھا ہوا تھا"...... رینالڈ نے کہا۔

" اچھا شکریہ"...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ تیزی سے برآمدے میں آیا اور پھر سائیڈ گلی سے ہوتا ہوا عقبی طرف پہنچ گیا۔ عقبی دیوار میں ایک دروازہ تھا جو اندر سے بند تھا۔ اس نے باہر جانے کے لئے دیوار پھلانگنے کی بجائے دروازہ کھولا اور باہر آگیا۔ اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار جنرل ویگن اڈے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اب وہ جلد ہی اس ذخیرے تک پہنچ جائے گا۔ جنرل ویگن اڈے پر پہنچ کر اس نے کار ایک طرف روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ اس طرف کو بڑھ گیا جدھر ویگن کمپنیوں کے آفس تھے اور پھر ایک جگہ اسے بادشاہ ٹرانسپورٹ کمپنی کا بورڈ نظر آ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک میز کے پیچھے ایک نوجوان

بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کے ساتھ دو اور آدمی بھی وہاں موجود تھے۔

" راجہ خان کس کا نام ہے"...... ٹائیگر نے اندر داخل ہو کر کہا تو وہ تینوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

" میرا نام ہے۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں"...... اس نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مجھے بادشاہ خان نے بھیجا ہے"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ اچھا۔ فرمائیے کیا حکم ہے"...... اس بار نوجوان نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

" علیحدگی میں بات کرنی ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

" اچھا ہم چلتے ہیں۔ پھر آئیں گے"...... ٹائیگر کی بات سن کر راجہ خان کے علاوہ باقی دونوں آدمیوں نے اٹھتے ہوئے کہا اور راجہ خان کے سر ہلانے پر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے آفس سے باہر چلے گئے اور ٹائیگر راجہ خان کے قریب بیٹھ گیا۔

" جی۔ اب فرمائیے"...... راجہ خان نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

" بادشاہ خان نے پیغام دیا ہے کہ جہاں معدنیات والا مال موجود ہے وہ جگہ چیک ہو چکی ہے اس لئے اسے وہاں سے شفٹ کر دیا جائے"...... ٹائیگر نے کہا تو راجہ خان بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"معدنیات والا مال۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں آپ کی بات۔ کیسا مال"...... راجہ خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے اور ٹائیگر سمجھ گیا کہ اسے اس مال کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

"وہ مال جو بادشاہ خان ریالٹو کلب سے اپنی ویگن میں لے آیا تھا"۔ ٹائیگر نے ایک اور تیر پھینکتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو معلوم نہیں ہے"...... راجہ خان نے جواب دیا۔

"یہ بارہ تاریخ یا تیرہ تاریخ کی بات ہے"...... ٹائیگر نے اخبار کی تاریخ کو ذہن میں رکھ کر کہا۔

"بارہ یا تیرہ تاریخ۔ ایک منٹ"...... راجہ خان نے کہا اور اس نے تیزی سے دراز کھول کر اس میں سے ایک ڈائری نکالی اور اسے کھول کر چیک کرنے لگا۔

"ہاں۔ تیرہ تاریخ کو بادشاہ خان ویگن نمبر چار لے گیا تھا اور پھر اس نے شام کو یہ ویگن واپس کی تھی۔ بس مجھے تو اتنا معلوم ہے۔ اس سے زیادہ تو مجھے معلوم نہیں ہے۔ پھر بادشاہ خان نے کیوں یہ پیغام دیا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا"...... راجہ خان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس ویگن کا نمبر کیا ہے اور وہ اس وقت کہاں ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"کیوں۔ آپ کیوں یہ بات پوچھ رہے ہیں"...... راجہ خان نے

چونک کر اور قدرے مشکوک لہجے میں کہا۔

"بادشاہ خان نے مال مجھے فروخت کیا تھا۔ میں نے آگے غیر ملکی پارٹی سے بات کی تھی اور سودا کر رہا تھا اور اب سودا طے ہوا ہے تو میں نے بادشاہ خان سے رابطہ کیا۔ اس کے بھائی ریاض خان کے ذریعے ساری بات ہوئی تھی تو ریاض خان نے مجھے پیغام دیا ہے کہ بادشاہ خان نے کہا ہے کہ جنرل ویگن اسٹینڈ پر اس کی ٹرانسپورٹ کمپنی کے مینجر راجہ خان کو جا کر میں یہ کوڈ پیغام دے دوں تو مجھے وہ جگہ بتا دی جائے گی جہاں مال موجود ہے پھر میں مال وہاں سے حاصل کر سکتا ہوں لیکن اب تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں مال کا سرے سے علم ہی نہیں ہے جبکہ ریاض خان نے مجھے بتایا ہے کہ یہ مال پہلے ریالٹو کلب میں موجود تھا جو ویگن کے ذریعے بارہ یا تیرہ تاریخ کو وہاں سے شفٹ کیا گیا ہے۔ اب تمہیں معلوم نہیں ہے تو لازماً اس ویگن ڈرائیور کو اس کا علم ہو گا"...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ نہیں جناب۔ بادشاہ خان تو خود ویگن یہاں سے لے گئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ کسی ڈرائیور کو لے کر نہیں گئے تھے اور پھر شام کو وہ خود ہی ویگن واپس لے آئے تھے"...... راجہ خان نے کہا۔

"اس کے ڈرائیور سے یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ویگن نے اس روز کتنا سفر کیا تھا۔ ڈرائیور ایسی باتوں کو خاص طور پر مارک کرتے ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا۔ آپ جا کر بادشاہ خان یا

ریاض خان کو بتا دیں کہ راجہ خان نے یہ جواب دیا۔ پھر وہ ظاہر ہے خود ہی آپ کو مزید بتا دیں گے "...... راجہ خان نے کہا۔

" تم مجھے اس ڈرائیور سے تو ملوا دو۔ ظاہر ہے بات تو بہر حال دوبارہ اسی سے کرنا ہوگی لیکن میں چاہتا ہوں کہ انہیں پوری تفصیل بتا سکوں "...... ٹائیگر نے کہا۔

" اچھا۔ ایک منٹ۔ میں پتہ کرتا ہوں افراسیاب شاید ٹی سٹال پر موجود ہوگا "...... راجہ خان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

" کہاں ہے یہ ٹی سٹال۔ مجھے بتا دو میں اس سے بات کر کے واپس چلا جاؤں گا "...... ٹائیگر نے کہا تو راجہ خان نے اسے ٹی سٹال کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

" اس ویگن کا نمبر کیا ہے "...... ٹائیگر نے پوچھا تو راجہ خان نے نمبر بتا دیا تو ٹائیگر اٹھا اور راجہ خان کا شکریہ ادا کر کے وہ آفس سے باہر آیا اور پھر تھوڑی سی تلاش کے بعد وہ اس ٹی سٹال کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں آٹھ دس افراد بیٹھے ہوئے گپیں مارنے اور چائے پینے میں مصروف تھے۔

" ڈرائیور افراسیاب سے ملنا ہے "...... ٹائیگر نے اونچی آواز میں کہا تو ایک ادھیڑ عمر آدمی چونک کر ٹائیگر کی طرف دیکھنے لگا۔

" میرا نام افراسیاب ہے۔ آپ کون ہیں "...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" میں بادشاہ خان کا دوست ہوں۔ آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔

کیا آپ مجھے دس منٹ علیحدگی میں دیں گے "...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ اچھا "...... افراسیاب نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

" آئیے ادھر بنچ پر بیٹھتے ہیں "...... افراسیاب نے ایک طرف پڑی ہوئی خالی بنچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" نہیں۔ آئیے میرے ساتھ۔ کسی اچھے سے ہوٹل میں بیٹھیں گے "...... ٹائیگر نے دوستانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ اسے لے کر ایک طرف بنے ہوئے ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ ریستوران میں اکا دکا آدمی موجود تھے۔ وہ دونوں علیحدہ کونے میں جا کر بیٹھ گئے تو ٹائیگر نے ویٹر کو دو جوس لانے کا کہہ دیا۔

" میں تو چائے پیوں گا۔ جوس نہیں "...... افراسیاب نے کہا۔

" اچھا۔ دو چائے لے آؤ اور برتن صاف کر کے لانا "...... ٹائیگر نے ویٹر سے کہا تو ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ ٹائیگر نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں درمیانی مالیت کے نوٹوں کی ایک گڈی موجود تھی۔

" یہ تم رکھ لو افراسیاب۔ یہ میری طرف سے تحفہ ہے تمہارے بچوں کے لئے "۔ ٹائیگر نے گڈی اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ کیا۔ کیا مطلب "...... افراسیاب نے بے اختیار اچھلتے ہوئے کہا۔

" یہ رکھ لو۔ میں نے کہا ہے کہ یہ تحفہ ہے تمہارے بچوں کے لئے "۔

ٹائیگر نے کہا تو افراسیاب نے جلدی سے گڈی جیب میں ڈال لی۔ اسی لمحے ویٹر نے آکر چائے کے برتن لگانے شروع کر دیئے اور افراسیاب نے خود ہی چائے بنانا شروع کر دی۔

" دیکھو افراسیاب۔ مجھے صرف چند معلومات چاہئیں۔ تمہارا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔ بادشاہ خان نے تیرہ تاریخ کو وہ ویگن راجہ خان سے صبح لی تھی جسے تم ڈرائیو کرتے ہو اور شام کو واپس کر دی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ویگن سارا دن کہاں کہاں لے گیا تھا"...... ٹائیگر نے کہا۔

" مم۔ مم۔ مگر میں تو ساتھ نہیں تھا۔ مجھے کیا معلوم"۔ افراسیاب نے چونکتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے ایک اور گڈی نکالی اور اسے باہر نکال کر واپس جیب میں ڈال لیا۔

" میں نے کہا ہے کہ تمہارا نام درمیان میں نہیں آئے گا اور نہ ہی ان معلومات سے بادشاہ خان کو یا کسی اور کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ یہ معلومات بادشاہ خان کا بھائی ریاض خان معلوم کرانا چاہتا ہے۔ اس کی بادشاہ خان سے بڑی بھاری رقم کی شرط لگی ہوئی ہے۔ بادشاہ خان کا کہنا ہے کہ ریاض خان کسی طور پر یہ معلومات حاصل نہیں کر سکتا جبکہ ریاض خان کا دعویٰ ہے کہ وہ یہ معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ ریاض خان نے مجھے ان معلومات کو حاصل کرنے پر تعینات کیا ہے اور میں نے اس سے معاوضے میں چار گڈیاں وصول کی ہیں جن میں سے دو تمہاری ہو سکتی ہیں اور دو میری۔ اس طرح ریاض خان جیت

سکتا ہے۔ البتہ اگر تم نے کچھ نہ بتایا تو پھر تمہیں دوسری گڈی نہ مل سکے گی اور مجھے کسی اور سے رابطہ کرنا پڑے گا اور یہ گڈی اس کی جیب میں پہنچ جائے گی"...... ٹائیگر نے دوستانہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ ہاں۔ مجھے معلوم ہے کہ بادشاہ خان اور ریاض خان دونوں شرطیں لگانے کے شوقین ہیں۔ لیکن کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ یہ دوسری گڈی بھی مجھے دے دو گے"۔ افراسیاب نے کہا۔

" ہاں۔ میرا وعدہ لیکن معلومات درست ہونی چاہئیں اور یہ بھی بتا دوں کہ مجھے جھوٹ سچ پرکھنا آتا ہے اس لئے سچ بولنا۔ جھوٹ بولنے سے بہتر ہے کہ کچھ نہ بتایا جائے"...... ٹائیگر نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

" مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی جناب اور میں جو کچھ بتاؤں گا یہ سب کچھ خود بادشاہ خان نے بتایا ہے۔ جب ویگن شام کو واپس آئی تو میں نے اسے چیک کیا کیونکہ دوسرے روز میں نے اسے روٹ پر لے جانا تھا۔ وہ تقریباً چھ سو کلومیٹر چلی ہوئی تھی۔ میں بڑا حیران ہوا کہ ایک روز میں بادشاہ خان نے اسے چھ سو کلومیٹر کہاں چلایا ہے۔ چنانچہ میں نے بادشاہ خان سے پوچھ لیا تو اس نے بتایا کہ وہ اس ویگن پر سرحدی شہر گاربان گیا تھا اپنے دوست راجو سے ملنے جو گاربان کا بڑا مشہور شکاری ہے اور اس کا وہاں ہوٹل ہے۔ چنانچہ میں

سمجھ گیا کہ ویگن چھ سو کلومیٹر کیسے چلی ہے کیونکہ گاربان واقعی یہاں سے تقریباً اڑھائی تین سو کلومیٹر پر ہے"...... افراسیاب نے کہا۔

"تم کبھی گئے ہو گاربان"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ایک بار میں بادشاہ خان کے ساتھ گیا تھا لیکن تب ہم کار میں گئے تھے۔ کار میں چلا کر لے گیا تھا"...... افراسیاب نے کہا۔

"اس وقت تمہاری ملاقات راجو سے ہوئی تھی"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ہم راجو کے پاس ہی ٹھہرے تھے۔ اس کا گاربان میں ہوٹل ہے۔ راجو ہوٹل۔ ویسے راجو وہاں کا بہت بڑا بدمعاش اور اسمگلر ہے اور اس علاقے میں ہونے والی تمام اسمگلنگ اس کی سرپرستی میں ہوتی ہے لیکن یہ بادشاہ خان کا بڑا گہرا دوست ہے۔ وہ دو تین بار یہاں بھی آ چکا ہے"...... افراسیاب نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر ٹائیگر کے پوچھنے پر اس نے راجو کا حلیہ بھی بتا دیا۔ حلیئے سے بھی پتہ چلتا تھا کہ وہ واقعی بدمعاش ٹائپ آدمی ہے۔

"کیا وہاں فون ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ ویسے میں نے وہاں دیکھا تو نہیں۔ شاید ہو"۔ افراسیاب نے جواب دیا تو ٹائیگر نے جیب سے دوسری گڈی نکالی اور اسے افراسیاب کے ہاتھ میں تھما کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے درمیان کیا باتیں ہوئی ہیں۔ اگر راجہ خان یا کوئی اور پوچھے تو کہہ دینا کہ میں

ویگنوں کا کاروبار کرنا چاہتا تھا اس سلسلے میں باتیں ہوتی رہی ہیں"...... ٹائیگر نے کہا اور افراسیاب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر نے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے ہاتھ میں رکھا اور پھر چائے کا بل کاٹ کر باقی رقم اسے ٹپ دے کر وہ ریسٹوران سے باہر آیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اس طرف کو بڑھ گیا جدھر اس کی کار موجود تھی۔

وہ اب فوری طور پر گاربان جانا چاہتا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ مال بادشاہ خان نے راجو کے سپرد کر دیا ہو گا اور یقیناً وہ وہاں موجود ہو گا۔ ٹائیگر کی عادت تھی کہ جب وہ کام شروع کرتا تو پھر اس وقت تک وہ خاموش نہ ہوتا تھا جب تک کہ وہ کام مکمل نہ کر لیتا تھا اس لئے مون کلب سے لے کر اب تک وہ مسلسل حرکت میں ہی رہا تھا اور پھر وہ ابھی کار میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اس کی جیب میں موجود ٹرانسمیٹر سے ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو علی عمران کالنگ۔ اوور"...... دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"میں ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ اوور"...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کہاں ہو تم اس وقت۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"جنرل ویگن اڈے پر باس۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"جنرل ویگن اڈے پر۔ کیا مطلب۔ وہاں تم کیا کر رہے ہو۔

اوور"....... عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

" باس انڈر ورلڈ کا ایک کام تھا۔اس سلسلے میں یہاں ایک آدمی سے ملنے آیا تھا۔اوور"....... ٹائیگر نے جواب دیا۔

" تم میرے فلیٹ پر آؤ۔ میں تمہیں انڈر ورلڈ کا ایک کام دینا چاہتا ہوں۔ اوور اینڈ آل"....... دوسری طرف سے عمران نے کہا تو ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیب میں ڈالا اور پھر کار سٹارٹ کر کے اس نے اسے موڑ لیا۔ ظاہر ہے اب گاربان فوری طور پر جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔اب اس کی کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف تھا۔

دروازے پر دستک کی آواز سن کر میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر موجود بٹن پریس کیا تو دروازہ آٹومیٹک انداز میں کھلتا چلا گیا۔ دروازے پر ایک نوجوان کھڑا تھا۔

" اوہ۔ چارلی تم۔ آؤ کم ان"....... میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے چونک کر کہا۔

" ایک بہت فائدے کا کام لے کر آیا ہوں تمہارے لئے ڈینی"۔ چارلی نے اندر داخل ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہی تو تمہاری خصوصیت ہے کہ تم ہمیشہ فائدے کے کام میں ہی ہاتھ ڈالتے ہو۔ بیٹھو اور بتاؤ کہ کیا پینا پسند کرو گے"....... ڈینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تمہیں معلوم تو ہے کہ میں بلیک ڈاگ ہی پسند کرتا ہوں"۔ چارلی نے میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو ڈینی بے

اختیار مسکرا دیا۔
"وہ تو میری دراز میں موجود ہے"...... ڈینی نے مسکراتے ہوئے
کہا اور میز کی دراز کھول کر اس نے اس میں موجود شراب کی چھوٹی دو
بوتلیں نکالیں اور ایک بوتل اس نے چارلی کی طرف بڑھا دی جبکہ
دوسری بوتل اس نے اپنے سامنے رکھ لی۔ چارلی نے بوتل کھولی اور
اسے اٹھا کر منہ سے لگا لیا اور پھر اسے اس وقت اس نے منہ سے ہٹایا
جب تقریباً آدھی بوتل اس کے حلق سے نیچے نہ اتر گئی۔
"بہت خوب۔ واقعی لطف آجاتا ہے۔ بلیک ڈاگ پی کر"۔ چارلی
نے آستین سے ہونٹ صاف کرتے ہوئے کہا تو ڈینی مسکرا دیا۔ اس
دوران وہ بھی آدھی بوتل حلق سے نیچے اتار چکا تھا۔
"اب بتاؤ کون سا کام لے کر آئے ہو"...... ڈینی نے مسکراتے
ہوئے کہا۔
"اسلحے کے اسمگلر بادشاہ خان کو تو تم جانتے ہی ہو"...... چارلی
نے کہا تو ڈینی بے اختیار اچھل پڑا۔
"ہاں۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے اسے"...... ڈینی نے چونک کر پوچھا۔
"اسے ہلاک کر دیا گیا ہے"...... چارلی نے کہا۔
"ہلاک کر دیا گیا ہے۔ کس نے۔ کیوں"...... ڈینی نے حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔
"میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ یہاں ایک انٹرنیشنل امپورٹ
ایکسپورٹ کارپوریشن نام کی فرم ہے جس کا انچارج راجر ہے۔ یہ فرم

سائنسی معدنیات ایکسپورٹ کرنے کا کام کرتی ہے اور جائز اور ناجائز
ہر قسم کے کام کرتی رہتی ہے۔ اس کا ہیڈ آفس ایکریمیا میں ہے۔
یہاں اس کی شاخ ہے لیکن ایکریمیا میں ایک اور فرم ہے رافٹ
کارپوریشن۔ وہ بھی یہی کام کرتی ہے لیکن اس کا یہاں کوئی آفس
نہیں ہے ان دونوں فرموں میں مقابلہ رہتا ہے۔ یہ معاملہ تو یہاں
ختم ہوا۔ اب آؤ بادشاہ خان کی طرف۔ پاکیشیا کے شمال مشرقی
علاقے میں ایک پہاڑی سے حکومت کی وزارت معدنیات کوئی
سائنسی معدنیات نکال رہی تھی۔ اس پراجیکٹ کے چیف انجینئر کا
نام عظمت علی اور اس کے سپروائزر کا نام روشن حسین تھا۔ یہ
دونوں اس سائنسی معدنیات کی کافی ساری مقدار بادشاہ خان کے
ذریعے بیرون ملک سمگل کر دیا کرتے تھے جبکہ حکومت کو اس کا علم
ہی نہ ہوتا تھا اور بادشاہ خان یہ کام زیادہ تر راجر کے ذریعے کراتا تھا۔
البتہ کبھی کبھار رافٹ کارپوریشن والے بھی اس سے خرید وفروخت
کرتے تھے۔ پھر اچانک اس کان سے ایک اور انتہائی قیمتی اور نایاب
سائنسی معدنیات کافی بڑی مقدار میں مل گئی۔ اس کا نام کراکون
ہے۔ تقریباً پانچ سو کلو وزن میں کراکون اس کان سے دستیاب
ہوئی۔ یہ اس قدر قیمتی ہے کہ اس کا ایک کلو بھی لاکھوں ڈالر میں
فروخت ہوتا ہے۔ چیف انجینئر اور سپروائزر کو اس کا علم تھا۔ چنانچہ
انہوں نے خاموشی سے کراکون کی تمام مقدار کان سے نکالی اور اسے
بادشاہ خان کے حوالے کر دیا تاکہ بادشاہ خان اسے فروخت کر دے۔

کان سے یہ معدنیات تین بڑی پیٹیوں میں پیک کر کے شمال مشرقی علاقے کے قریبی شہر کے ایک ویران مکان میں رکھ دی گئی تاکہ حکومتی افراد کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ اس کے بعد ان تینوں میں حصے پر جھگڑا ہو گیا تو بادشاہ خان نے حکومت کو اطلاع کر دی جس پر انٹیلی جنس حرکت میں آ گئی۔ اتفاق سے وہ انجینئر بیمار ہو گیا۔ ادھر بادشاہ خان نے انٹرنیشنل کارپوریشن والوں سے بات چیت کر لی اور انہیں کہہ دیا کہ اگر مال اکیلے اس کے حصے میں آ گیا تو وہ انہیں فروخت کر دے گا۔ اس نے حکومت کو اطلاع بھی اسی لئے دی تھی کہ اگر چیف انجینئر اور سپروائزر اسے بڑا حصہ نہیں دیتے تو پھر وہ خود بھی اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ لیکن انٹرنیشنل کارپوریشن والوں نے کارروائی کر کے چیف انجینئر اور سپروائزر دونوں کو ہلاک کر دیا اور بادشاہ خان خود غائب ہو گیا۔ جب انٹیلی جنس مال تلاش کرنے میں ناکام ہو گئی تو بادشاہ خان نے دوبارہ انٹرنیشنل کارپوریشن والوں سے رابطہ کیا اور سودا کرنے کی کوشش کی لیکن اسے محسوس ہو گیا کہ انٹرنیشنل کارپوریشن والے اسے مال کی صحیح قیمت نہ دیں گے اس لئے اس نے ساتھ ہی رافٹ کارپوریشن سے بھی بات چیت شروع کر دی۔ پھر اس کا سودا انٹرنیشنل کارپوریشن والوں سے بگڑ گیا تو انٹرنیشنل کارپوریشن والوں نے اس سے زبردستی مال حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تشدد کے دوران ہلاک ہو گیا اور اب انٹرنیشنل کارپوریشن والے اس مال کو تلاش کر رہے ہیں۔ انہوں

نے مون کلب کے ایکریمین نژاد مالک جانسن سے اپنے آدمی نیلسن کے ذریعے رابطہ کیا اور اس جانسن نے زیر زمین دنیا کے معروف آدمی ٹائیگر سے رابطہ کیا اور اس کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ مال تلاش کرے۔ ادھر رافٹ کارپوریشن والوں کو بھی بادشاہ خان کی ہلاکت کا علم ہو گیا تو انہوں نے مال کی تلاش کے لئے سٹار کلب کے مالک انتھونی سے بات کی۔ انتھونی نے اس کے لئے فائیو سٹار کلب کے رابرٹ سے بات کی لیکن رابرٹ نے اس کام سے انکار کر دیا جس کے بعد انتھونی نے مجھے یہ کام دیا اور میں نے یہ کام ہاتھ میں لیتے ہی انتہائی تیزی سے کام کیا اور یہ ساری تفصیل جو میں نے تمہیں بتائی ہے یہ ساری میں نے اپنے ذرائع سے راجر کے گروپ سے حاصل کی ہے اور اب میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ بادشاہ خان سے تمہارے بے حد گہرے تعلقات رہے ہیں اور بادشاہ خان تم سے کچھ نہیں چھپاتا تھا اس لئے تمہیں یقیناً معلوم ہو گا کہ بادشاہ خان نے یہ مال کہاں رکھا ہے۔ اگر تم یہ مال برآمد کرا دو تو ہم دونوں کو بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے“...... چارلی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کتنا فائدہ“...... ڈینی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم خود بتاؤ کہ مال برآمد کرانے کا کیا لو گے۔ میں ابھی تمہارے سامنے انتھونی سے بات کر لیتا ہوں“...... چارلی نے کہا۔

”لیکن ہم انتھونی کو درمیان میں کیوں لے آئیں۔ براہ راست

رافٹ کارپوریشن سے بھی تو بات ہو سکتی ہے اور ہم ان سے مال کا سودا بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں لاکھوں کروڑوں ڈالر مل جائیں گے۔ انتھونی نے ہمیں کیا دینا ہے"...... ڈینی نے کہا۔

"لیکن تمہیں انتھونی کے بارے میں تو معلوم ہے کہ وہ ناراض ہو جائے گا"...... چارلی نے کہا۔

"رافٹ کارپوریشن والوں کو کہہ کر اس کو خاموش کرا دیتے ہیں ہیں۔ اسے اس کی مطلوبہ رقم مفت میں مل جائے گی پھر اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"...... ڈینی نے کہا۔

"اگر ایسا ہو جائے تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مجھے کیا حصہ دو گے"...... چارلی نے کہا۔

"تیسرا حصہ ملے گا مجھے بھی اور تمہیں بھی"...... ڈینی نے کہا تو چارلی بے اختیار چونک پڑا۔

"تیسرا حصہ۔ کیا مطلب۔ کیا ہم دو کے علاوہ کوئی تیسرا حصہ بھی ہے"...... چارلی نے کہا۔

"ہاں۔ جس کے پاس مال ہے۔ اسے تیسرا حصہ دینا ہو گا ورنہ مال نہیں مل سکتا"...... ڈینی نے کہا۔

"اوہ۔ کون ہے وہ"...... چارلی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"گاربان کا مشہور بدمعاش، غنڈہ اور اسمگلر راجو۔ بادشاہ خان کا گہرا دوست ہے۔ مال اس کی تحویل میں ہے اور وہ بادشاہ خان کی ہلاکت کے بعد لامحالہ مال کا اکیلا مالک بننے کی کوشش کرے گا

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس مال کا سودا کافرستان سے کر دے۔ اس کے رابطے کافرستان سے ہیں اس لئے اسے تیسرا حصہ دینا لازمی ہے"۔ ڈینی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بہرحال تیسرا حصہ بھی کروڑوں ڈالر میں ہو گا"۔ چارلی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر طے ہو گیا۔ میں کروں بات راجو سے"...... ڈینی نے کہا۔

"پہلے انتھونی کا پتہ کاٹ دو۔ پھر آگے بات ہو گی ورنہ وہ خواہ مخواہ مداخلت کرتا پھرے گا"...... چارلی نے کہا تو ڈینی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایکریمین لہجے میں کہا گیا تو چارلی سمجھ گیا کہ ڈینی نے براہ راست ایکریمیا کی انکوائری کو کال کیا ہے۔

"رافٹ کارپوریشن کا نمبر دیں"...... ڈینی نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر دے دیا گیا۔ ڈینی نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"رافٹ کارپوریشن"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں پاکیشیا سے ورلڈ بار کا ڈینی بول رہا ہوں"...... مائیک سے بات کراؤ"...... ڈینی نے کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ہیلو۔ مائیک بول رہا ہوں ڈینی۔ کیسے فون کیا ہے"...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

" مائیک۔ تمہاری کارپوریشن پاکیشیا سے کراکون کی خریداری کرنا چاہتی ہے۔انٹرنیشنل کارپوریشن کے مقابلے پر"۔ڈینی نے کہا۔

" اوہ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا"...... دوسری طرف سے مائیک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا تو ڈینی نے چارلی کی بتائی ہوئی باتیں مختصر طور پر بتا دیں۔

" اوہ۔ کیا تم وہ مال حاصل کر سکتے ہو"...... مائیک نے کہا۔

" ہاں۔ وہ مال ہماری تحویل میں ہے۔ اب یہ ہماری مرضی ہے کہ ہم اسے تمہاری کمپنی کے پاس فروخت کریں یا انٹرنیشنل کارپوریشن والوں کے پاس۔ ویسے تم چونکہ میرے قریبی دوست ہو اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے کہ اگر تمہاری وجہ سے یہ سودا تمہاری کمپنی سے ہوتا ہے تو کمپنی میں تمہارا عہدہ لامحالہ بڑھ جائے گا"...... ڈینی نے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ ڈینی پلیز۔ تم مجھ سے ہی بات کرو۔ ہم تمہیں انتہائی معقول معاوضہ دیں گے"...... مائیک نے کہا۔

" دیکھو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم پہلے انتھونی کو درمیان سے ہٹا دو۔ اسے جو رقم تم نے دی ہے اسے چھوڑ دو اور اسے کہہ دو کہ وہ درمیان سے ہٹ جائے۔ اس کے بعد ہم تم سے براہ راست بات

کر سکیں گے"...... ڈینی نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ تم کس نمبر سے بول رہے ہو۔ میں ابھی انتھونی سے بات کر کے تمہیں اطلاع دیتا ہوں"...... مائیک نے کہا تو ڈینی نے اسے نمبر بتا دیا۔

" اوکے۔ میں ابھی دوبارہ کال کرتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ڈینی نے رسیور اٹھا لیا۔

" ڈینی بول رہا ہوں"...... ڈینی نے کہا۔

" مائیک بول رہا ہوں ڈینی۔ ولنگٹن سے۔ میں نے انتھونی کو کہہ دیا ہے۔ کہ اب وہ درمیان میں نہیں آئے گا"...... مائیک نے کہا۔

" اوکے۔ ٹھیک ہے۔ میں اب کل تم سے بات کروں گا"۔ ڈینی نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے۔ بس خیال رکھنا کہ مال انٹرنیشنل کارپوریشن والوں کے پاس نہیں جانا چاہئے"...... مائیک نے کہا۔

" تم فکر مت کرو۔ اسی لئے تو میں نے تمہیں فون کیا ہے اور ہاں تمہارے آفس سے یہ بات باہر نہیں نکلنی چاہئے کہ میں نے تم سے بات کی ہے ورنہ انٹرنیشنل کارپوریشن والے پاگل کتوں کی طرح میرے پیچھے لگ جائیں گے"...... ڈینی نے کہا۔

" تم بے فکر رہو"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور ڈینی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس

نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" راجو ہوٹل "....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری سی کرخت اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

" دارالحکومت سے ڈینی بول رہا ہوں۔ راجو سے بات کراؤ"۔ ڈینی نے کہا۔

" اچھا۔ ہولڈ کرو"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ہیلو۔ راجو بول رہا ہوں "....... چند لمحوں بعد ایک اور کرخت سی آواز سنائی دی۔

" ڈینی بول رہا ہوں راجو "....... ڈینی نے کہا۔

" ہاں۔ کیا بات ہے ڈینی۔ کیسے کال کی ہے"....... راجو نے کہا۔

" بادشاہ خان نے تمہارے پاس کراکون معدنیات پر مشتمل مال امانت رکھوایا تھا"....... ڈینی نے کہا۔

" ہاں۔ لیکن تمہیں کیسے اس بات کا علم ہوا ہے"....... راجو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" اس لئے کہ بادشاہ خان تمہاری طرح میرا بھی گہرا دوست رہا ہے۔ وہ مجھ سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاتا۔ اس نے خود مجھے بتا دیا تھا"۔ ڈینی نے کہا۔

" اچھا۔ لیکن تم یہ بات کیوں کر رہے ہو۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے"....... راجو نے کہا۔

" ہاں۔ تمہیں شاید یہ اطلاع نہیں ملی کہ بادشاہ خان ہلاک ہو چکا

ہے"....... ڈینی نے کہا۔

" کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی۔ کب اور کس نے ایسا کیا ہے"۔ راجو نے تقریباً چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اس نے دو مختلف ایجنسیوں سے مال کی فروختگی کے سودے کر لئے تھے جس کی وجہ سے ایک ایجنسی نے اسے ہلاک کر دیا اور اب وہ ایجنسی مال کو تلاش کرتی پھر رہی ہے جبکہ میں نے دوسری ایجنسی سے بات کر لی ہے۔ وہ ہمیں معقول ریٹ دینے کے لئے تیار ہے اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔ میں سودا کر کے رقم منگوا لیتا ہوں۔ اس رقم کے ہم تین حصے کریں گے۔ ایک حصہ تمہارا۔ ایک حصہ میرا اور ایک حصہ چارلی کا ہو گا جس نے بادشاہ خان کی ہلاکت کے راز سے پردہ اٹھایا ہے اور یہ حصہ بھی لاکھوں ڈالروں میں ہو گا"۔ ڈینی نے کہا۔

" نہیں ڈینی۔ یہ مال اب میرا ہے اور میں اسے خود فروخت کروں گا۔ چاہے کافرستان والوں سے سودا کروں چاہے ایکریمیا والوں سے۔ تمہارا یا چارلی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے"....... دوسری طرف سے راجو نے تیز لہجے میں کہا۔

" دیکھو راجو۔ مل بانٹ کر کھانے میں ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے ورنہ نقصان بھی ہو سکتا ہے"....... ڈینی نے سرد لہجے میں کہا۔

" مجھے دھمکیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے ڈینی۔ تم اچھی طرح جانتے ہو مجھے۔ تمہارا یہ ورلڈ کلب اور تمہارے آدمی میرے سامنے

کوئی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے یہ تو ہو سکتا ہے کہ سودا کرنے کے
بعد میں تمہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دوں لیکن اگر تم نے حکومت کو
میرے بارے میں اطلاع دی یا کوئی اور حرکت کرنے کی کوشش کی
تو پھر نہ تم رہو گے اور نہ تمہارا کلب۔ یہ میری آخری وارننگ ہے"۔
دوسری طرف سے راجو نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے
ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈینی نے طویل سانس لیتے ہوئے رسیور
رکھ دیا۔

" یہ تو الٹا کام خراب ہو گیا"...... چارلی نے کہا۔

" وہ بہت بڑا بدمعاش اور اسمگلر ہے چارلی۔ اس کے خلاف ہم کچھ
نہیں کر سکتے اس لئے تم بس اسی پر گزارہ کرو جو تم نے انتھونی سے
حاصل کیا ہے اور میں اس پر گزارہ کر لوں گا جو وہ مجھے دے گا۔ اس
کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں ایسے آدمی سے مستقل تنازع کا
خطرہ مول نہیں لے سکتا"...... ڈینی نے کہا۔

" لیکن اب تم مائیک کو کیا کہو گے"...... چارلی نے کہا۔

" میں اسے صاف بتا دوں گا اور کیا ہو سکتا ہے اور پھر وہ جانے اور
راجو جانے۔ ویسے مجھے امید ہے کہ راجو اسی سے رابطہ کرے گا"۔
ڈینی نے کہا اور چارلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ان دونوں کے چمکتے
ہوئے چہرے اس طرح بجھ گئے تھے جیسے ان کی نگاہوں کے نیچے جلتے
ہوئے بلب یکلخت بجھ گئے ہوں۔ ظاہر ہے انتہائی بھاری رقم ان کے
ہاتھوں سے نکل گئی تھی اور وہ کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔

عمران اپنے فلیٹ میں موجود تھا۔ بادشاہ خان کے بارے میں
ابھی تک کسی طرف سے کوئی رپورٹ نہ ملی تھی۔ پاکیشیا سیکرٹ
سروس اسے تلاش کر رہی تھی لیکن کہیں سے بھی اس کے بارے میں
کوئی کلیو نہ مل رہا تھا کہ اچانک عمران کو ٹائیگر کا خیال آیا۔ اس نے
سوچا کہ یہ بادشاہ خان چونکہ زیر زمین دنیا کا آدمی تھا اس لئے اول تو
ٹائیگر اسے جانتا ہو گا اور اگر نہ بھی جانتا ہوا تو وہ اسے تلاش کر لے
گا۔ وہ اس معاملے میں ٹائیگر کی صلاحیتوں سے واقف تھا۔ چنانچہ اس
نے ٹرانسمیٹر کال کر کے ٹائیگر کو فلیٹ پر ہی بلا لیا تھا تاکہ اسے
بادشاہ خان اور اس کرا کون معدنیات کے بارے میں تفصیل سے
بتا سکے۔ تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔

" سلیمان جاؤ۔ ٹائیگر آیا ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں
کہا۔

"جی صاحب"...... سلیمان کی راہداری سے مؤدبانہ آواز سنائی دی کیونکہ وہ عمران کا مزاج شناس تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران جب سنجیدہ ہو تو پھر وہ مذاق پسند نہیں کرتا۔

"السلام علیکم"...... تھوڑی دیر بعد ٹائیگر نے سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔ بیٹھو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹائیگر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں تمہارے ذمے ایک آدمی کی تلاش کا کام لگانا چاہتا ہوں۔ اس کا نام بادشاہ خان ہے اور یہ آدمی شمال مشرقی علاقے کا رہنے والا ہے"...... عمران نے کہنا شروع کیا تو ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کے اس انداز میں سانس لینے ا اس کے چہرے پر ابھر آنے والے تاثرات کو دیکھ کر عمران بولتے بولتے رک گیا۔

"کیا ہوا ہے۔ کیا تم بادشاہ خان کو جانتے ہو"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ آپ کراکون معدنیات کو تلاش کرانا چاہتے ہیں"۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران حقیقتاً بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ۔ کیا مطلب۔ تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم ہوا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"باس۔ میں اس کراکون کو تلاش کرنے کے سلسلے میں ہی

جنرل ویگن اڈے پر گیا تھا۔ بادشاہ خان ہلاک ہو چکا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ۔ لیکن تمہیں یہ کام کس نے دیا ہے۔ تم انڈر ورلڈ کی بات کر رہے تھے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ مون کلب کا مینجر جانسن۔ اس نے مجھے یہ کام دیا ہے۔ اس نے ہی بتایا ہے کہ بادشاہ خان ہلاک ہو چکا ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کی کوئی سرکاری حیثیت ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ سمگلنگ کا کوئی سلسلہ ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"بادشاہ خان کیسے ہلاک ہوا ہے اور کس نے اسے ہلاک کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"مجھے معلوم نہیں ہے باس۔ نہ میں نے پوچھا ہے۔ آپ اگر کہیں تو میں یہ بات معلوم کر لوں گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہونہہ۔ پھر تو یہ انڈر ورلڈ اور اپر ورلڈ دونوں ٹریک کا ہی کام ہو گیا۔ پہلے تم بتاؤ کہ کہاں تک پہنچے ہو"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے مون کلب سے نکل کر ریاض خان کے پاس پہنچنے سے لے کر روشن کالونی کی کوٹھی کی تلاشی لینے اور پھر وہاں سے اخبارات میں رینالڈ کے کلب میں ہونے والے جھگڑے سے لے کر رینالڈ سے ملنے اور پھر اس سے معلوم کر کے کہ بادشاہ خان نے مال اس کے پاس رکھا تھا جو وہ ویگن میں لے گیا تھا۔ ویگن اڈے پر جانے اور وہاں اس کے مینجر راجہ خان سے اور اس ڈرائیور

افراسیاب سے ملنے اور پھر افراسیاب سے ہونے والی تمام بات چیت تفصیل سے دوہرادی۔

" اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ مال اب گاربان کے اس بدمعاش راجو کے پاس ہے"...... عمران نے کہا۔

" یس باس۔ مجھے یقین ہے کہ مال اس کے پاس ہے۔ میں وہاں جارہا تھا کہ آپ کی ٹرانسمیٹر کال آگئی اور میں یہاں آگیا"۔ ٹائیگر نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ اب میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ یہ پاکیشیا کے لئے انتہائی قیمتی معدنیات ہے۔ پاکیشیا کو میزائل سازی کے لئے اس کی اشد ضرورت ہے۔ اسے فوری طور پر ہم نے اپنی تحویل میں لینا ہے"...... عمران نے کہا۔ اسی لمحے سلیمان اندر داخل ہوا۔ اس نے ٹرے میں جوس کے دو ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ایک ڈبہ ان دونوں کے سامنے رکھا اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

" آپ تو چائے پینے اور پلانے کے عادی تھے باس۔ یہ جوس"۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آج کل فلیٹ پر چائے کی پابندی کا آرڈیننس نافذ ہے اور یہ آرڈیننس اماں بی کا نافذ کردہ ہے اس لئے اس کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

" باس۔ آپ کو ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس راجو

سے مال لے آؤں گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

" نہیں۔ میں اب اسے مزید ڈھیل نہیں دینا چاہتا"...... عمران نے کہا۔

" ٹھیک ہے باس"...... ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر جوس پی لینے کے بعد عمران اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹائیگر کی کار میں بیٹھا گاربان کی طرف بڑھا چلا جارہا تھا۔ اس نے لباس اور میک اپ عام غنڈوں جیسا ہی کر رکھا تھا۔

" باس۔ آپ نے خاص طور پر یہ میک اپ کیوں کیا ہے۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

" ارے تم نے خود ہی تو بتایا ہے کہ راجو بہت بڑا غنڈہ، بدمعاش اور اسمگلر ہے۔ ایسے آدمیوں کے سامنے اگر شریف لوگوں کے حلیئے میں جایا جائے تو یہ گھاس کا ڈھیر تو ایک طرف گھاس کا تنکا تک نہیں ڈالتے جبکہ مقابل پر جب ان کی لائن کا بندہ ہو تو پھر گھاس کا ڈھیر فوراً منگوا لیتے ہیں"...... عمران نے کہا اور ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

" تو آپ اپنا تعارف غنڈے اور بدمعاش کے طور پر اس سے کرائیں گے"...... ٹائیگر شاید اس بات سے لطف لے رہا تھا۔

" ہاں۔ میرا نام استاد ٹمبکٹو ہے اور میں دارالحکومت کا بہت بڑا غنڈہ ہوں اور تم استاد ٹمبکٹو کے شاگرد رشید بلکہ شاگرد نارشید ہو"۔ عمران نے کہا۔

"نارشید کا کیا مطلب ہوا باس"....... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"رشید کا مطلب جانتے ہو"....... عمران نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"ہاں۔ رشید کا مطلب ہوتا ہے سعادت مند۔ فرمانبردار"۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تو نارشید کا مطلب ہے جو ایسا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے اگر کسی غنڈے کا شاگرد رشید ہو تو پھر وہ بے چارہ غنڈہ بننے کی بجائے سیدھا سادھا شریف آدمی ہی بن جائے گا۔ اسے شاگرد نارشید ہونا چاہئے"۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

"باس۔ یہ مال تین بڑی بڑی پیٹیوں میں بند ہے اس لئے ہم اسے کار میں تو نہیں لے آسکیں گے"....... ٹائیگر نے کہا۔

"ہمیں لے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اعلیٰ حکام کو اطلاع دے دیں گے اور وہ خود ہی آکر وہاں اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ ہم نے تو بس اسے ٹریس کرنا ہے"....... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سرہلا دیا۔ پھر تقریباً چار ساڑھے چار گھنٹوں کے طویل سفر کے بعد کار پہاڑی قصبے گاربان میں داخل ہو گئی۔ یہ خاصا بڑا شہر نما قصبہ تھا۔ ٹائیگر نے کار ایک دکان کے سامنے روک دی اور پھر نیچے اتر کر وہ دکاندار کی طرف بڑھ گیا۔

"جی صاحب"....... دکاندار نے ٹائیگر کو قریب آتے دیکھ کر

چونک کر کہا۔

"راجو کا ہوٹل کہاں ہے"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"اوہ۔ تو آپ راجو سے ملنے آئے ہیں"....... دکاندار نے کہا اور پھر اس نے تفصیل سے اس کا پتہ وغیرہ اور نشانیاں بتا دیں تو ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور واپس آکر دوبارہ کار میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار راجو ہوٹل کے سامنے پہنچ گئی۔ یہ دو منزلہ ہوٹل تھا لیکن اندر جانے اور آنے والے سب زیر زمین دنیا کے افراد ہی نظر آ رہے تھے۔

"یہاں یہ غنڈے اور بدمعاش اس تعداد میں کیا کرتے ہیں۔ چھوٹا سا تو قصبہ ہے"....... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ ایسے سرحدی علاقوں میں سمگلنگ کا بڑا زور ہوتا ہے"۔ ٹائیگر نے کہا اور عمران نے اثبات میں سرہلا دیا اور پھر وہ دونوں ہی کار سے نیچے اترے اور ہوٹل کی طرف بڑھ گئے۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ اندر ہال میں داخل ہوئے تو عمران ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کو کھلے عام ولایتی شراب پیتے دیکھ کر چونک پڑا۔ شراب کے ساتھ ساتھ وہاں منشیات کا غلیظ دھواں اور بو بھی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف بڑا سا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے دو باڈی بلڈر ٹائپ نوجوان موجود تھے۔ ان میں سے ایک تو سروس دینے میں مصروف تھا جبکہ دوسرا سٹول پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا لیکن اس کی نظریں ٹائیگر اور عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"جی صاحب۔ فرمائیے کیا چاہئے"...... ان کے قریب پہنچتے ہی اس نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"راجو کہاں ہے۔ اس سے ملنا ہے ہمیں"...... عمران نے جھٹکے دار لہجے میں کہا تو وہ نوجوان بے اختیار چونک پڑا۔

"آپ کو ان سے کیا کام ہے"...... نوجوان نے اس بار غور سے عمران اور ٹائیگر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس سے ایک بڑا سودا کرنا ہے۔ ہم درالحکومت سے آئے ہیں۔ میرا نام ٹمبکٹو ہے اور یہ ٹائیگر ہے"...... عمران نے اسی طرح جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

"استاد اپنے ڈیرے پر ہوتا ہے جناب۔ یہاں ہوٹل میں نہیں ہوتا۔ آپ ان سے ڈیرے پر مل لیں"...... اس نوجوان نے کہا۔

"کہاں ہے یہ ڈیرا"...... عمران نے کہا تو نوجوان نے تفصیل بتا دی۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ"...... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ ٹائیگر خاموشی سے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

"باس۔ اس کاؤنٹر مین نے اسے لازماً اطلاع کر دی ہو گی"۔ ٹائیگر نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ یہی اطلاع کی ہو گی کہ دارالحکومت سے دو نامی گرامی غنڈے اس سے کوئی سودا کرنے آئے ہیں۔ اسے تو خوشی ہونی چاہئے کہ اب اس سے ملنے دارالحکومت سے لوگ آ رہے ہیں حالانکہ

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ اس سرحدی قصبے سے دارالحکومت ملنے آتا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد کار آبادی سے ایک طرف ہٹ کر بنے ہوئے وسیع و عریض ڈیرے کے بڑے سے پھاٹک کے سامنے پہنچ گئی۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا اور اندر ایک وسیع و عریض صحن نظر آ رہا تھا جس میں دو بڑی گاڑیاں بھی موجود تھیں اور کئی مسلح غنڈے نما افراد بھی ادھر ادھر گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ ٹائیگر نے کار اندر کی طرف بڑھا دی اور پھر ان گاڑیوں کے قریب لے جا کر روک دی اور پھر وہ دونوں جیسے ہی نیچے اترے دو لحیم شحیم آدمی تیزی سے ان کے قریب آئے۔

"جی صاحب۔ آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اور کس سے ملنا ہے"...... ان میں سے ایک نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"بھائی باری باری سوال کرو۔ تم نے تو مشین گن چلا دی ہے۔ فی الحال تو میں تمہارے سوالوں کے جواب دے دیتا ہوں لیکن اس کے بعد سوال باری باری کرنا۔ میرا نام ٹمبکٹو ہے اور یہ میرا ساتھی ہے ٹائیگر۔ ہم دونوں دارالحکومت سے آئے ہیں اور ہم نے استاد راجو سے ملنا ہے اور اس سے ایک بڑا سودا کرنا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ"...... اس آدمی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر انہیں ساتھ لے کر وہ اندرونی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک

بڑے کمرے میں پہنچ گئے جہاں بہت سی کرسیاں اور ایک میز موجود تھی۔

" تم بیٹھو۔ استاد مہمانوں سے بات چیت کر رہے ہیں۔ میں استاد کو اطلاع دے دیتا ہوں۔ وہ فارغ ہوتے ہی تمہیں بلوا لے گا"۔ اس آدمی نے کہا اور واپس مڑنے لگا۔

" ٹھہرو۔ پہلے یہ بتاؤ کہ مہمان کہاں سے آئے ہیں"...... عمران نے کہا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ استاد کو معلوم ہو گا"...... اس آدمی نے جواب دیا۔

" لیکن ہمارے پاس انتظار کا وقت نہیں ہے اس لئے تم ہمیں وہیں لے چلو"...... عمران نے کہا تو اس آدمی کا چہرہ یکلخت بگڑ سا گیا۔

" استاد کوئی گرا پڑا آدمی نہیں ہے۔ سمجھے۔ یہ بھی اس کی مرضی ہے کہ وہ تم سے ملتا ہے یا نہیں۔ بیٹھو"...... اس آدمی نے یکلخت انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے وہ یکلخت چیختا ہوا اچھل کر دو قدم سائیڈ پر ہٹ گیا۔ ٹائیگر کا بازو یکلخت گھوما تھا اور وہ لحیم شحیم آدمی زور دار تھپڑ کھا کر سائیڈ پر ہٹا تھا۔

" اب اگر تم نے اس انداز میں بات کی تو"...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" تم۔ تمہاری یہ جرأت کہ باقر پر ہاتھ اٹھاؤ"...... اس آدمی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اس نے ایک ہاتھ اپنی گال پر رکھا ہوا

تھا۔

" سنو۔ ہم جھگڑا کرنے نہیں آئے۔ اس لئے اپنے آپ کو قابو میں رکھو ورنہ"...... عمران نے اس آدمی باقر سے مخاطب ہو کر انتہائی سخت لہجے میں کہا لیکن اس آدمی نے بجلی کی سی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ عمران کا بازو حرکت میں آگیا اور اس بار نہ صرف وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر باہر برآمدے میں جا گرا بلکہ نیچے گر کر اس نے اٹھنے کی صرف ہلکی سی کوشش کی اور پھر ساکت ہو گیا۔

" آؤ۔ اب لڑائی لڑنی پڑے گی"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا اور تیزی سے اچھل کر خود بھی باہر آگیا۔

" کیا ہوا۔ کیا ہوا"...... ادھر ادھر موجود مسلح افراد تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

" رک جاؤ۔ اس آدمی نے ہم سے بدتمیزی کی ہے اس لئے اسے سزا دی گئی ہے۔ جاؤ اور راجو کو کہو کہ دارالحکومت سے استاد ٹمبکٹو آیا ہے۔ جاؤ"...... عمران نے یکلخت دہاڑتے ہوئے لہجے میں کہا اور دوڑ کر برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے آٹھ دس مسلح افراد یکلخت اپنی اپنی جگہ پر اس طرح رک گئے جیسے چابی بھرے کھلونے چابی ختم ہونے پر رک جاتے ہیں۔ یہ شاید عمران کی آواز کا اثر تھا۔

" تم نے۔ تم نے باقر کو ہلاک کیا ہے"...... ان میں سے ایک نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ہلاک نہیں۔ صرف ایک تھپڑ کھا کر بے ہوش پڑا ہے۔ میں کہہ

رہا ہوں جاؤ اور جا کر راجو کو اطلاع دو ورنہ"...... عمران نے اسی
طرح دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا تو ایک آدمی تیزی سے مڑا اور پھر
دوڑتا ہوا وہ ایک سائیڈ پر بنی ہوئی علیحدہ سفید رنگ کی عمارت کی
طرف بڑھ گیا۔ باقی افراد حیرت بھرے انداز میں اپنی اپنی جگہ پر
کھڑے تھے۔ البتہ ان سب کی نظریں عمران اور ٹائیگر پر جمی ہوئی
تھیں۔ جو بڑے مطمئن انداز میں کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد اس سفید
عمارت میں سے ایک گینڈے نما آدمی باہر آیا۔ اس کے جسم پر جینز
کی پتلون اور گہرے سرخ رنگ کی پھول دار شرٹ تھی۔ وہ اپنے
چہرے مہرے اور انداز سے ہی واقعی غنڈہ اور بدمعاش نظر آ رہا تھا۔
اس کے چہرے پر زخموں کے کافی مندمل شدہ نشانات تھے۔

" کس نے باقر پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ کس نے یہ جرأت کی ہے کہ وہ
راجو کے ڈیرے پر آ کر راجو کے آدمی پر ہاتھ اٹھائے "...... عمارت
سے باہر نکلتے ہی اس گینڈے نما آدمی نے بڑے بھیانک انداز میں
چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ دوڑتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھا چلا آ رہا
تھا۔ عمران اور ٹائیگر اسی طرح اطمینان بھرے انداز میں کھڑے تھے۔
وہ گینڈے نما آدمی جیسے ہی قریب آیا اس کی نظریں عمران اور ٹائیگر
پر پڑیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے
باقر کو دیکھا تو وہ بے اختیار ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر
انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے اور اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں
پھیل سی گئیں۔

" تم۔ تم دو مچھروں نے اسے بے ہوش کیا ہے۔ اس پر ہاتھ اٹھایا
ہے تم نے "...... راجو کے منہ سے رک رک کر نکلا۔

" تمہارا نام راجو ہے "...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس
کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھنے لگا۔

" ہاں۔ لیکن کون ہو تم اور تم نے آخر یہ جرأت کیسے کی "۔ راجو
کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ شاید اسے ابھی تک اس
بات پر یقین نہ آ رہا تھا کہ عمران اور ٹائیگر نے لحیم شحیم باقر کو تھپڑ مار
کر بے ہوش کیا ہے۔

" میرا نام استاد تمبکٹو ہے اور یہ میرا ساتھی ہے ٹائیگر۔ ہم
دارالحکومت سے تمہیں ملنے آئے ہیں لیکن تمہارے اس آدمی نے ہم
سے بدتمیزی کی۔ اس کے باوجود یہ اس لئے ابھی تک زندہ ہے کہ ہم
یہاں کوئی لڑائی جھگڑا کرنے نہیں آئے "...... عمران نے اس کے
سامنے جا کر رکتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر بھی اس کے پیچھے تھا۔

" لیکن تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ میرا آدمی ہے۔ مچھر کی
اولاد "...... راجو نے یکلخت بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے بھڑکنے
کا انداز ایسے تھا جیسے ہلکی آگ پر یکلخت پٹرول ڈال دیا جائے تو وہ
بھڑک اٹھتی ہے لیکن ابھی اس کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ یکلخت عمران
کا ہاتھ اس کی گردن کی طرف بڑھا اور پھر پلک جھپکنے میں وہ چیختا ہوا
فضا میں اٹھتا ہوا دکھائی دیا اور دوسرے لمحے ایک زور دار دھماکے
سے برآمدے کی سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ اس لمحے مشین

پسٹل کی تیز تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی وہاں چیخوں کا جیسے طوفان سا آ گیا تھا۔ یہ فائرنگ ٹائیگر کی طرف سے ہوئی تھی۔

"جو نظر آئے اڑا دو"...... عمران نے تیزی سے فرش پر گرنے والے راجو کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر اچھل کر آگے بڑھ گیا اور پھر تو جیسے ڈیرے پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ٹائیگر نے اس قدر تیزی اور پھرتی سے فائر کھولا تھا کہ وہاں موجود کوئی آدمی بھی سنبھل نہ سکا تھا اور وہ مکھیوں کی طرح گرتے چلے گئے تھے جبکہ ٹائیگر اس سفید عمارت کی طرف دوڑا چلا جا رہا تھا۔ راجو کا جسم فرش پر پڑا سمٹ اور پھیل رہا تھا۔ اس کا چہرہ انتہائی بری طرح مسخ ہو چکا تھا کہ عمران نے جھک کر ایک ہاتھ اس کے سر پر اور دوسرا کندھے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو راجو کا جسم ایک لمحے کے لئے زور سے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا لیکن اس کا انتہائی تیزی سے بگڑتا ہوا چہرہ اسی تیزی سے نارمل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ عمران تیزی سے واپس پلٹا۔ اب اس کے ہاتھ میں بھی مشین پسٹل تھا۔ فائرنگ کی آوازیں اب اس سفید عمارت کی طرف سے آ رہی تھیں۔ باہر صحن پر چار افراد زمین پر پڑے تڑپ رہے تھے جبکہ چار ساکت پڑے ہوئے تھے۔ ان پر ٹائیگر نے فائر کھولا تھا۔ عمران وہیں برآمدے میں ہی رک گیا تھا۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر اس سفید عمارت سے باہر آیا اور پھر دوڑتا ہوا پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پھاٹک کے بڑے سے پٹ بند کئے اور انہیں اندر سے لاک کر دیا۔ عمران اس کی اس احتیاط پر بے

اختیار مسکرا دیا۔

"باس۔ اس سفید عمارت میں چھ آدمی تھے جو ایک ساؤنڈ پروف کمرے میں بیٹھے شراب پینے میں مصروف تھے۔ میں نے ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے"...... ٹائیگر نے پھاٹک بند کر کے دوڑ کر واپس برآمدے کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ اب باقی سارے کمرے بھی چیک کر لو۔ ہو سکتا ہے کہ اور بھی کوئی ساؤنڈ پروف کمرہ ہو۔ اس کے بعد اس راجو سے مذاکرات ہوں گے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر دوڑتا ہوا اندرونی کمروں کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔

"باس۔ ایک کمرے میں اسلحے کی پیٹیاں موجود ہیں لیکن اور کوئی آدمی نہیں ہے"...... ٹائیگر نے واپس آ کر کہا۔

"اوکے۔ تم ان تڑپتے ہوئے افراد کا خاتمہ کر دو اور پھر سب کی لاشیں اٹھا کر اندر کمروں میں ڈال دو۔ میں اس راجو کو اٹھا کر اس سفید عمارت میں لے جاتا ہوں"...... عمران نے کہا اور اس نے زمین پر بے ہوش پڑے ہوئے اس گینڈے نما راجو کو ایک جھٹکے سے اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر اس طرح تیزی سے برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر سفید عمارت کی طرف بڑھ گیا جیسے اس نے کاندھے پر سانڈ کی طرح پلے ہوئے آدمی کی بجائے کسی ہوا بھرے غبارے کو اٹھا رکھا ہو۔ سفید عمارت کے سامنے برآمدہ تھا اور برآمدے میں راہداری تھی جس کے آخر میں ایک دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔

دروازے کی ساخت بتا رہی تھی کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ عمران اندر داخل ہوا تو وہاں فرش پر چھ افراد کی لاشیں بکھری پڑی نظر آ رہی تھیں۔ دو کرسیاں بھی رکھی ہوئی تھیں اور میز پر شراب کی دو بوتلیں اور جام بھی پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے کاندھے پر لدے ہوئے راجو کو ایک دیوار کے ساتھ قالین پر پھینک دیا اور راجو ایک دھماکے سے نیچے گرا۔ اس دیوار کی سائیڈ میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند تھا۔ عمران اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو دوسری طرف ایک بڑا کمرہ تھا جسے ریسٹ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا اور وہاں کھڑکیوں پر باقاعدہ پردے بھی نظر آ رہے تھے۔ عمران نے ہاتھ اونچا کر کے ایک پردہ راڈ سے اتارا اور واپس آ کر اس نے پردہ میز پر رکھا اور پھر کھلے ہوئے دروازے سے باہر راہداری میں آ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ اس راجو کو کار میں ڈال کر کہیں اور لے جائے اور پھر اطمینان سے اس سے پوچھ گچھ کرے لیکن دوسرے لمحے اس نے یہ سوچ کر ارادہ بدل دیا کہ اس گینڈے نما آدمی کو کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان ٹھونسا ناممکن ہو گا۔ اب اسے ٹائیگر کا انتظار تھا۔

" باس۔ اس راجو کو اس بڑی گاڑی میں ڈال کر کہیں اور نہ لے جایا جائے ۔ یہ اس کا ڈیرا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی آ جائے اور ڈسٹرب کرے "...... تھوڑی دیر بعد ٹائیگر نے عمران کے قریب آتے ہوئے کہا تو عمران چونک پڑا۔

" اوہ ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ میں نے ایک پردہ بھی کھول کر میز پر رکھا ہے۔ اسے بھی اٹھا لینا تاکہ اس کے ہاتھ باندھے جا سکیں "۔ عمران نے کہا۔

" باس۔ پردے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری کار میں رسی کا بنڈل موجود ہے "...... ٹائیگر نے کہا۔

" اوہ اچھا۔ ویری گڈ۔ پھر تو چابک بھی ہو گا "...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" چابک۔ کیا مطلب "...... ٹائیگر نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" ٹائیگر کو سدھارنے کے لئے رسی کے ساتھ ساتھ چابک کی بھی تو ضرورت پڑتی ہے "...... عمران نے کہا تو اس بار ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔ عمران واپس مڑا اور پھر اس نے فرش پر پڑے ہوئے راجو کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور واپس صحن کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر وہیں رک گیا تھا۔ عمران ایک بڑی سی جیپ کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اسی لمحے ٹائیگر بھی دوڑتا ہوا قریب آیا اور اس نے ہاتھ میں موجود چابیوں کے رنگ سے ایک چابی سے جیپ کا دروازہ کھولا اور پھر پائیدان پر پیر رکھ کر اندر چلا گیا۔ عمران راجو کو اٹھائے جیپ کی عقبی طرف آیا تو ٹائیگر نے اندر سے عقبی دروازہ کھول کر اوپر اٹھایا اور پھر عمران کے کاندھے پر موجود بے ہوش راجو کو پکڑ کر اس نے جیپ کی عقبی خالی سائیڈ پر ڈال دیا۔

"اب تم پھاٹک کھول دو۔ جیپ میں لے جاؤں گا۔ تم اپنی کار میں آؤ"...... عمران نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ چابیاں لے لیں۔ یہ میں نے ایک آدمی کی جیب سے نکالی تھیں۔ یہ لوگ ان جیپوں پر آئے تھے"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے چابیاں لے کر ایک چابی اگنیشن میں لگا دی۔ ٹائیگر نے نیچے اتر کر جیپ کا سائیڈ دروازہ بند کیا اور پھر دوڑتا ہوا وہ پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے جیپ سٹارٹ کی اور پھر اسے لے کر وہ پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ اس دوران پھاٹک کھل چکا تھا۔ عمران جیپ پھاٹک سے باہر لے گیا اور اس نے اسے دائیں طرف کو موڑ دیا۔ وہ قصبہ بائیں ہاتھ پر تھا اور عمران قصبے کی طرف نہ جانا چاہتا تھا۔ پھر کچھ دور آنے کے بعد اسے ایک طرف درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا تو وہ جیپ اس جھنڈ کی طرف لے گیا۔ اس نے بیک مرر پر اپنے پیچھے ٹائیگر کی کار آتی ہوئی دیکھ لی تھی۔ جھنڈ میں پہنچ کر اس نے جیپ روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر نے اپنی کار عقب میں آکر روکی اور پھر وہ بھی نیچے اترا تو اس کے ہاتھ میں رسی کا ایک بنڈل موجود تھا۔

"یہ مجھے دو اور جیپ کا عقبی دروازہ کھولو"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر سرہلاتا ہوا جیپ میں سوار ہوا اور پھر اس نے عقبی دروازہ اوپر اٹھایا تو عمران نے اس راجو کو گھسیٹ کر ایک بار پھر اپنے کاندھے پر

ڈال لیا۔ ٹائیگر بھی اس عقبی دروازے سے ہی نیچے اتر آیا۔

"باس۔ یہ مجھ سے نہ اٹھ سکتا تھا اس لئے میں نے آفر ہی نہیں کی تھی"...... ٹائیگر نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ تم رسی کا بنڈل کھولو تاکہ اس درخت کے تنے سے اسے باندھا جا سکے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے جیپ کے ساتھ ہی زمین پر پڑا ہوا رسی کا بنڈل اٹھایا اور پھر اسے کھولنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد راجو کو ایک درخت کے تنے کے ساتھ رسی کی مدد سے مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔

"اب تم باہر جا کر رکو تاکہ کوئی اچانک نہ آجائے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر راجو کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا جبکہ ٹائیگر جھنڈ سے باہر چلا گیا تھا۔ چند لمحوں بعد جب راجو کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو عمران نے ہاتھ ہٹا لئے اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر باہر نکالا اور اسے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ چند لمحوں بعد راجو نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر حرکت کرنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے رسی سے بندھے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا تھا۔ البتہ اس کا ڈھلکا ہوا جسم اب تن گیا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ میں کہاں ہوں۔ اوہ۔ اوہ۔ تم۔ تم۔ یہ تم نے مجھے باندھا ہے۔ یہ۔ یہ کیا مطلب"...... راجو نے انتہائی

بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" سب مطلب سمجھ میں آجائیں گے۔ پہلے تم پوری طرح ہوش میں آجاؤ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" یہ۔ یہ تم نے مجھے باندھ رکھا ہے۔ یہ جیپ۔ کیا شنکر داس بھی تمہارے ساتھ ہے"...... راجو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

" شنکر داس۔ کیا مطلب۔ کیا یہ جیپ کسی کافرستانی کی ہے"۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے ذہن میں تو اس کا خیال تک نہ تھا۔

" ہاں۔ یہ جیپ شنکر داس کی ہے۔ وہ سرحد پار کا بہت بڑا غنڈہ ہے لیکن تم کون ہو۔ شنکر داس نے تمہیں یہ جیپ کیوں دی ہے۔ میں کہاں ہوں اور تم نے مجھے کیوں باندھ رکھا ہے"۔ اس بار راجو نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔ البتہ وہ رسیاں توڑنے کی اپنی طرف سے بھرپور کوشش بھی ساتھ ساتھ کر رہا تھا لیکن رسی خاصی مضبوط تھی۔

" تمہارا شنکر داس اور اس کے ساتھی اور ڈیرے میں موجود تمام مسلح افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور چونکہ تمہارا گینڈے کی طرح پلا ہوا جسم کار میں نہ آسکتا تھا اس لئے مجبوراً تمہیں اس جیپ میں ڈال کر یہاں ویرانے میں لانا پڑا ہے تاکہ یہاں ہمیں کوئی ڈسٹرب بھی نہ کر سکے اور تمہاری چیخیں بھی کسی کے کانوں تک نہ پہنچ سکیں"۔ عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

" سارے آدمی ہلاک ہو گئے ہیں۔ شنکر داس اور اس کے ساتھی بھی ہلاک ہو گئے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم تو دو آدمی تھے پھر۔ نہیں یہ تو ناممکن ہے"...... راجو نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

" سنو راجو ہم تو صرف تم سے ملنے آئے تھے۔ یہ تو تمہارے آدمیوں نے جھگڑا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ اب بھی اگر تم مجھے صرف چند باتیں سچ سچ بتا دو تو تم زندہ بچ جاؤ گے۔ ہمیں سمگلنگ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہمارا یہ کام ہے کہ ہم اس میں مداخلت کریں"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" کیا مطلب۔ کیا تم سرکاری آدمی ہو"...... راجو نے یکلخت چونک کر کہا اور عمران سمجھ گیا کہ راجو خاصا ذہین آدمی ہے جو عمران کی بات کی تہہ تک فوراً پہنچ گیا تھا۔

" ہمارا تعلق ایک پارٹی سے ہے اور اس پارٹی کا تعلق کراکون نامی معدنیات سے ہے اور اس معدنیات کا ذخیرہ بادشاہ خان نے تمہارے پاس امانتاً رکھوایا تھا۔ ہمیں وہ ذخیرہ چاہئے"...... عمران نے جواب دیا۔

" اوہ۔ تو یہ بات ہے"...... راجو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ یہی بات ہے اور یہ سن لو کہ میرے ہاتھ میں خنجر موجود ہے اور مجھے سچ جھوٹ کو پرکھنا بھی آتا ہے اس لئے اگر تم نے جھوٹ

بولا تو دوسرے لمحے تمہاری ایک آنکھ میں خنجر گھس چکا ہو گا اور پھر تمہاری ناک۔ پھر کان اور پھر ہاتھوں کی انگلیاں۔ اس طرح تمہارے پورے جسم کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" تمہیں کسی نے غلط بتایا ہے کہ بادشاہ خان نے میرے پاس کچھ رکھوایا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں"...... راجو نے کہا تو عمران کا خنجر والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے ساتھ ہی راجو کے حلق سے ایک زور دار چیخ نکلی اور اس کا جسم بندھا ہونے کے باوجود اضطراری طور پر پھڑکنے لگا۔ وہ چیخنے کے ساتھ ساتھ بری طرح اپنا سر دائیں بائیں مار رہا تھا۔ خنجر کی نوک نے اس کی دائیں آنکھ کاٹ دی تھی اور اس کی آنکھ سے خون اور مادہ بہہ کر اس کے چہرے پر پھیلتا چلا جا رہا تھا۔

" میں نے جو کہا ہے وہی ہو گا اور جب تک تم سچ نہیں بولو گے میرا ہاتھ نہیں رکے گا"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

" وہ۔ وہ۔ تم۔ تم ظالم ہو۔ رک جاؤ۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ رک جاؤ"...... راجو نے کہا تو عمران کا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور اس بار خنجر نے اس کا دایاں کان اڑا دیا۔ راجو کے حلق سے انتہائی بھیانک انداز میں چیخیں نکلنے لگیں اور پھر اس کی گردن ڈھلک گئی لیکن دوسرے لمحے عمران کا بازو حرکت میں آیا اور راجو کا آدھے سے زیادہ گال خنجر سے کٹ گیا تو راجو تکلیف کی شدت سے چیخ کر ہوش

میں آ گیا۔

" بولو ورنہ"...... عمران کا لہجہ پہلے سے زیادہ سرد ہو گیا تھا۔

" تم بندھے ہوئے کو مار رہے ہو۔ تم بزدل ہو۔ مجھے چھوڑ دو پھر میں دیکھتا ہوں کہ تم کیا کر سکتے ہو"...... راجو نے کہا۔

" تم نے ہمیں مچھر کہا تھا اور مچھر سوئے ہوئے پر ہی وار کرتا ہے اس لئے تم فی الحال میری بات کا جواب دو اور بس"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم"...... راجو نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ راجو واقعی انتہائی مضبوط قوت مدافعت کا مالک تھا۔ چنانچہ اس نے اب اس کے لاشعور کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ حرکت میں آ گیا اور ایک بار پھر راجو کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ عمران نے اس کے دونوں نتھنے کاٹ دیئے تھے اور اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر خنجر کا دستہ مارا تو راجو کے حلق سے اس قدر کربناک چیخ نکلی کہ درختوں کا ذخیرہ گونج اٹھا۔ اس کا چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا تھا۔

" بولو۔ کہاں ہے وہ ذخیرہ۔ بولو"...... عمران نے پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا۔

" وہ۔ وہ میں نے فروخت کر دیا ہے۔ وہ شکر داس اسی لئے آیا تھا۔ وہ مجھے رقم دینے آیا تھا"...... راجو نے اس بار لاشعوری انداز

میں بولتے ہوئے کہا۔

" کب فروخت کیا ہے اور کس کو"....... عمران نے پوچھا۔

" شنکر داس کے پاس۔ سیٹھ پرشاد نے خریدا ہے۔ وہ کافرستان کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ وہ ایسی معدنیات کا سودا غیر ممالک سے کرتا رہتا ہے اس لئے میں نے اس سے بات کی تو اس نے فوری طور پر مجھ سے سودا کر لیا اور پھر اس کے آدمی کل رات میرے پاس پہنچ گئے اور تینوں پیٹیاں لے گئے۔ آج شنکر داس رقم دینے آیا تھا کہ تم آ گئے"۔ راجو نے اسی طرح لاشعوری انداز میں بولتے ہوئے کہا۔ وہ اب انتہائی سعادت مندانہ انداز میں جواب دے رہا تھا۔

" کون ہے سیٹھ پرشاد۔ پوری تفصیل بتاؤ"....... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اسے یہ سن کر بے حد پریشانی سی محسوس ہو رہی تھی کہ ذخیرہ پاکیشیا کی حدود سے نکل گیا ہے۔

" کافرستان کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ تمام بڑے بڑے ممالک سے اس کے تعلقات ہیں"....... راجو نے کہا۔

" اس کا فون نمبر کیا ہے اور یہ فوری طور پر کہاں مل سکتا ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

" کافرستانی دارالحکومت کے ہوٹل لارڈ کا مالک ہے۔ اس ہوٹل میں اگر فون کر دیا جائے اور وہ ملنا چاہے تو جہاں بھی ہو گا اس سے بات کرا دی جائے گی ورنہ اس نام کے آدمی کے وجود سے ہی انکار کر دیا جائے گا"....... راجو نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ہوٹل لارڈ کا فون

نمبر بتا دیا۔

" کیا وہ تم سے مل لیتا ہے"....... عمران نے پوچھا۔

" ہاں۔ میں پاکیشیا میں اس کا ایجنٹ ہوں۔ پاکیشیا میں شراب اور اسلحے کی تمام سمگلنگ جو وہ کراتا ہے اس کا انچارج میں ہوں"۔ راجو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کتنی رقم لے کر آیا تھا شنکر داس"....... عمران نے پوچھا۔

" ایک کروڑ ڈالر"....... راجو نے جواب دیا اور پھر عمران اس سے مزید سوالات کرتا رہا اور راجو لاشعوری طور پر جواب دیتا رہا۔ اس کے بعد عمران کا ہاتھ اچانک گھوما اور اس کے ہاتھ میں موجود خنجر اڑتا ہوا سیدھا راجو کے سینے میں کچاک کی آواز سے گھستا چلا گیا۔ راجو کے حلق سے ادھوری چیخ نکلی اور اس کا جسم چند لمحے تڑپتا رہا اور پھر ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ اس کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں۔ عمران نے آگے بڑھ کر خنجر اس کے سینے سے نکالا اور اسے اس کے لباس سے ہی صاف کر کے اس نے اسے واپس جیب میں ڈالا اور مڑ کر اس طرف کو بڑھ گیا جدھر ٹائیگر گیا تھا۔

" ٹائیگر"....... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

" یس باس"....... دور سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

" جلدی آؤ"....... عمران نے کہا تو چند لمحوں بعد ٹائیگر دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔

" چلو جلدی سے کار نکالو۔ جلدی کرو۔ ہمیں کسی انٹرنیشنل پبلک

فون بوتھ تک پہنچنا ہے"...... عمران نے کہا۔

" لیکن باس۔ یہاں قصبے میں تو انٹرنیشنل فون بوتھ کہاں ہو گا"...... ٹائیگر نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ پھر اس کے ڈیرے پر چلو۔ وہاں فون موجود ہو گا۔ چلو وہاں"...... عمران نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ چند لمحوں بعد وہ کار جھنڈ سے نکلی اور پھر دوڑتی ہوئی اس ڈیرے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈیرے کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ ٹائیگر کار اندر لے گیا۔ ڈیرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔

" پھاٹک بند کر دو اور وہیں رک جاؤ"...... عمران نے کار سے اتر کر تیزی سے اس سفید عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا کار سے اترا اور پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اس کمرے میں گیا جہاں ابھی تک شنکر داس اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہاں سٹنگ روم میں اس نے فون پڑا ہوا دیکھا تھا۔ وہ سیدھا وہاں گیا اور پھر اس نے رسیور اٹھایا تو اس میں ٹون موجود تھی۔ عمران نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اسے کافرستان کا رابطہ نمبر اور اس کے دارالحکومت کے رابطہ نمبروں کا علم تھا۔ نمبر پریس کر کے اس نے آخر میں راجو کے بتائے ہوئے لارڈ ہوٹل کے نمبر پریس کر دیئے۔

" لارڈ ہوٹل"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی

دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ لارڈ ہوٹل اعلیٰ سوسائٹی کا ہوٹل ہے۔

" راجو بول رہا ہوں گاربان سے۔ سیٹھ پرشاد سے بات کراؤ۔ بہت ضروری بات ہے"...... عمران نے راجو کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" ہولڈ کرو"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ہیلو۔ سیٹھ پرشاد بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

" راجو بول رہا ہوں جناب۔ آپ نے کراکون کا سودا آگے کر دیا ہے یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

" کیا مطلب۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا تمہیں رقم نہیں ملی"۔ دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

" رقم تو مل گئی ہے جناب۔ میں اس لئے کہہ رہا تھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس کے پیچھے پاکیشیا سیکرٹ سروس کام کر رہی ہے اور جناب سنا ہے کہ یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں"...... عمران نے کہا۔

" سیکرٹ سروس۔ کیا مطلب۔ سیکرٹ سروس کا اس سے کیا تعلق۔ اور وہ ہوتی رہے خطرناک۔ وہ ہم تک نہیں پہنچ سکتی۔ جہاں تک سودے کا تعلق ہے تو میں اطمینان سے سودا کرنے کا عادی ہوں۔ تم فکر مت کرو"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ٹھیک ہے جناب"...... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس

نے ہاتھ اٹھایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ناٹران بول رہا ہوں"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ناٹران کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو"....... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔ چونکہ اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر پھاٹک پر موجود ہے اور یہ جگہ وہاں سے کافی فاصلے پر ہے اس لئے وہ بطور ایکسٹو بات کر رہا تھا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے ناٹران کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا۔

"پاکیشیا سے ایک انتہائی قیمتی معدنیات کراکون کی تین پیٹیاں اسمگل ہو کر کافرستان پہنچائی گئی ہیں۔ لارڈ ہوٹل کے مالک سیٹھ پرشاد نے اسے خریدا ہے۔ یہاں پاکیشیا میں سرحدی قصبے گاربان میں رہنے والا ایک پاکیشیائی راجو اس سیٹھ پرشاد کا یہاں ایجنٹ ہے۔ عمران نے راجو کی آواز اور لہجے میں بات کر کے سیٹھ پرشاد سے کنفرم کر لیا ہے کہ کراکون ابھی اس کے پاس موجود ہے اور اس نے ابھی آگے اس کا سودا نہیں کیا۔ تم فوری حرکت میں آ جاؤ اور اس سیٹھ پرشاد سے کراکون اپنی تحویل میں لے لو اور پھر اطلاع دو"۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے ایک بار پھر کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو"....... اس بار دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں طاہر"....... عمران نے کہا۔

"اوہ عمران صاحب آپ۔ کہاں سے بات کر رہے ہیں"۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے اس بار اپنی اصل آواز میں کہا تو عمران نے اسے ٹائیگر کے ساتھ یہاں گاربان آنے سے لے کر بطور ایکسٹو ناٹران کو کال کرنے اور اسے سائنسی معدنیات کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا"....... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور پھر وہ دیوار میں نصب ایک سیف کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس معدنیات کے بدلے میں آئی ہوئی رقم یہاں سے اٹھا کر ساتھ لے جائے گا اور اسے کسی ہسپتال کو عطیہ کر دے گا اس لئے وہ سیف کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ایکسٹو عمران

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے اونچی پشت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک چھوٹے قد اور موٹے بلکہ پھیلے ہوئے جسم کے مالک ادھیڑ عمر آدمی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ چہرے مہرے اور لباس سے وہ کافرستان کا عام کاروباری آدمی دکھائی دیتا تھا۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... اس آدمی نے باریک مگر سریلی سی آواز میں کہا۔ اس کی آواز ایسی تھی جیسے اس نے منہ میں کوئی سیٹی رکھی ہوئی ہو۔

"مارجر بول رہا ہوں سیٹھ۔ پاکیشیا سے"...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"اوہ مارجر تم۔ کیا ہوا۔ وہ راجو کہاں ہے۔ اس نے فون کرنا تھا"...... سیٹھ بابو نے اسی طرح باریک مگر سریلی سی اور سیٹی بجاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اسی کے بارے میں تو بڑے سیٹھ کو اطلاع دینی تھی سیٹھ بابو"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے راجو کے ساتھ۔ کیا وہ نشے میں آؤٹ ہو گیا ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"راجو کو ہلاک کر دیا گیا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ بابو بے اختیار چونک پڑا۔

"اچھا۔ تو وہ مارا گیا ہے۔ کیا ہوا۔ کیا لڑائی ہو گئی تھی۔ اس کا تو وہاں بڑا رعب دبدبہ تھا۔ پھر کیا ہوا"...... سیٹھ بابو نے کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اسے راجو کی موت سے کوئی صدمہ یا دھچکا نہیں پہنچا بلکہ اس کے لئے یہ ایک نارمل سی بات تھی۔

"نہ لڑائی ہوئی۔ نہ جھگڑا ہوا"...... مارجر نے کہا۔

"تو پھر سانپ نے کاٹ لیا ہو گا۔ کسی زہریلے سانپ نے۔ ایسا ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے افسوس ہوا ہے۔ میں بڑے سیٹھ کو اطلاع پہنچا دوں گا"...... سیٹھ بابو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں سیٹھ۔ اسے سانپ نے نہیں کاٹا بلکہ اس کے سینے میں خنجر مار کر اسے ہلاک کیا گیا ہے"...... مارجر نے کہا۔

"تو کھل کر بات کرو مارجر۔ تم تو بچوں کی طرح پہیلیاں بجھوانے لگ گئے ہو۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ میرے پاس وقت نہیں ہوتا اور نہ بڑے سیٹھ کے پاس ہوتا ہے"...... اس بار سیٹھ بابو نے قدرے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رپورٹ کے مطابق دارالحکومت سے دو غنڈے گاربان راجو کے ہوٹل میں آئے۔ ان میں سے ایک نے اپنا نام ٹمبکٹو بتایا اور دوسرے کا نام ٹائیگر تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ کسی بڑے سودے کے لئے راجو سے ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہیں راجو کے ڈیرے پر بھجوا دیا گیا۔ پھر کئی گھنٹوں بعد جب ایک آدمی وہاں ڈیرے پر گیا تو وہاں قتل عام ہوا پڑا تھا۔ راجو کے سارے آدمیوں کی لاشیں ایک کمرے میں ڈھیر کی صورت میں پڑی ہوئی تھیں۔ انہیں فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا تھا۔ باہر صحن میں خون کے بڑے بڑے نشانات موجود تھے۔ راجو کے مہمانوں والے حصے میں شکر داس اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ انہیں بھی گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا اور راجو کے اپنے خاص کمرے کا سیف کھلا ہوا تھا۔ اس میں موجود تمام رقم بھی غائب تھی البتہ راجو وہاں موجود نہ تھا اور شکر داس کی اپنی گاڑی بھی وہاں موجود نہیں تھی جبکہ اس کے ساتھیوں کی گاڑی وہاں موجود تھی۔ اس کی اطلاع جب مجھے ملی تو میں فوراً وہاں گیا اور پھر میں نے راجو اور شکر داس کی گاڑی کو تلاش کرایا تو وہاں سے کچھ فاصلے پر درختوں کے ایک جھنڈ میں گاڑی بھی موجود تھی اور راجو کی لاش بھی۔ راجو کو رسیوں کی مدد سے ایک درخت سے باندھا گیا تھا۔ اس کی ایک آنکھ خنجر یا چاقو مار کر ضائع کر دی گئی تھی۔ ایک کان بھی کٹا ہوا تھا اور ایک گال بھی کٹا ہوا تھا اور اس کے دونوں نتھنے بھی آدھے سے زیادہ کٹے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ انتہائی

شدید تکلیف کی وجہ سے بری طرح مسخ ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس کے سینے میں دل والی جگہ پر خنجر مارا گیا تھا۔ البتہ خنجر موجود نہیں تھا۔ وہاں شکر داس کی گاڑی کے علاوہ بھی ایک کار کے ٹائروں کے نشانات بھی موجود تھے۔ میں نے ماہر کھوجیوں کو بلوایا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے یہ کار ڈیرے سے درختوں کے اس جھنڈ میں لے جائی گئی پھر وہاں سے واپس ڈیرے پر گئی اور پھر ڈیرے سے نکل کر وہ دارالحکومت جانے والی سڑک پر جا پہنچی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سب کچھ ان دو غنڈوں نے کیا ہے جن کے نام ٹمبکٹو اور ٹائیگر تھے"...... مارجر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ڈکیتی ہوئی۔ انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ شکر داس بڑی رقم لے کر آیا ہے اس لئے انہوں نے واردات کر ڈالی"...... سیٹھ بابو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بظاہر تو ڈکیتی ہی لگتی ہے لیکن میں نے جب دارالحکومت سے ان دونوں غنڈوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ اور کام ہوا ہے"...... مارجر نے کہا۔

"پھر وہی پہیلیاں۔ تم کھل کر بات نہیں کر سکتے۔ گھنٹہ ہو گیا ہے مجھے فون سنتے ہوئے اور تمہیں بولتے ہوئے۔ اب کیا باقی ساری عمر میں یہی کام کرتا رہوں گا"...... سیٹھ بابو نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ دارالحکومت کی زیر زمین دنیا کا بہت نامور فری لانسر بدمعاش ہے لیکن صرف غیر ملکی

تنظیموں اور غیر ملکیوں کے بڑے بڑے ہرکاروں پر ہاتھ ڈالتا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک مسخرے لیکن انتہائی خطرناک ایجنٹ علی عمران کا شاگرد بھی ہے اور یہ عمران چونکہ مسخرہ آدمی ہے اس لئے یہ اپنا نام ٹمبکٹو بتاتا رہتا ہے"...... مارجر نے کہا تو اس بار سیٹھ بابو کے چہرے پر دلچسپی کے تاثرات ابھر آئے۔

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ کام پاکیشیا سیکرٹ سروس نے کیا ہے۔ لیکن کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس ڈاکے مارتی رہتی ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"سیٹھ بابو۔ تمہیں شاید معلوم نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ یہ کام اس معدنیات کراکون کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ معدنیات حکومت کی کان سے چوری کی گئی ہے اور چوری کرنے والا بادشاہ خان بھی پراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔ اس بادشاہ خان نے یہ معدنیات راجو کے پاس اماناً رکھوائی تھی کیونکہ وہ راجو کا بڑا گہرا دوست تھا۔ راجو کو اس کی اہمیت کا پوری طرح علم تھا۔ پھر راجو کو اطلاع ملی کہ اس معدنیات کی وجہ سے بادشاہ خان مارا گیا ہے اور غیر ملکی ایجنٹوں نے معدنیات خریدنے کے لئے راجو سے رابطہ کیا لیکن راجو اکڑ گیا اور اس نے خود ہی اس کا سودا کر کے رقم کمانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اس کا سودا بڑے سیٹھ سے کر لیا اور مال کافرستان بھجوا دیا۔ یہ دونوں غنڈے یقیناً اس معدنیات کے سلسلے میں ہی باس

راجو کے پاس آئے تھے اور یقیناً انہوں نے اس پر تشدد کر کے ان سے معلوم کر لیا ہو گا کہ مال کہاں ہے اور میں نے اس لئے کال کی ہے کہ اب پاکیشیا سیکرٹ سروس لازماً اس مال کی واپسی کے لئے بڑے سیٹھ کے پیچھے جائے گی۔ آپ انہیں اطلاع کر دیں"...... مارجر نے کہا۔

"اوہ۔ تمہاری بات درست ہے۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے اطلاع دے دی۔ میں ابھی بڑے سیٹھ کو اطلاع دے دیتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ راجو کی حیثیت تمہیں دے دیں گے اور پھر تم مزے کرو گے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"شکریہ سیٹھ بابو"...... دوسری طرف سے مسرت بھرے لہجے میں کہا گیا اور سیٹھ بابو نے رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور اس آفس کے عقبی طرف موجود ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور دوسری طرف موجود ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر کے اسے لاک کیا اور پھر سائیڈ پر موجود سوئچ بورڈ پر موجود ایک سرخ رنگ کے بٹن کو پریس کر دیا۔ دوسرے لمحے دروازے پر سیاہ رنگ کی کسی دھات کی چادر اوپر سے نیچے تک آ گئی اور دیوار پر لگا ہوا سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا تو وہ سامنے والی دیوار کی طرف بڑھا اور اس نے دیوار پر پہلے اپنا دایاں ہاتھ رکھا اور پھر بایاں رکھا تو دیوار درمیان سے سرر کی آواز کے ساتھ ہی کھل کر سائیڈوں میں

سمٹ گئی۔ اب پیچھے ایک الماری سی تھی جس میں سرخ رنگ کا ایک بڑا سا فون موجود تھا جس کے ساتھ صرف ایریل لگا ہوا تھا۔ اس میں کوئی تار موجود نہیں تھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"اے بی سی"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مشینی سی آواز سنائی دی۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں۔ بڑے سیٹھ سے بات کراؤ"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"ہیلو۔ بڑا سیٹھ بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"اوکے پاس آن"...... سیٹھ بابو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بغیر کریڈل دبائے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"گوپال کارپوریشن"...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"سیٹھ پرشاد بول رہا ہوں گوپال"...... سیٹھ بابو نے کہا۔ اس کا لہجہ اور آواز ویسی ہی تھی لیکن اسے معلوم تھا کہ اب دوسری طرف اس کی مختلف بھاری آواز سنائی دے رہی ہے۔ وہ آواز جو سیٹھ پرشاد کے ساتھ مخصوص تھی۔

"یس چیف۔ حکم"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"وہ مال جو پاکیشیا سے آیا تھا وہ کہاں ہے"...... سیٹھ بابو نے

کہا۔

"سپیشل پوائنٹ پر چیف۔ آپ نے خود ہی اسے وہاں بھجوایا تھا"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اسے مکمل طور پر کیموفلاج کر دو اور ابھی اس کا سودا کسی سے نہ کرو اور نہ ہی اس کا کسی سے ذکر کرو کیونکہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کے خلاف کام کر رہی ہے اور میرے بارے میں بھی تمام پوائنٹس پر اطلاع دے دو کہ تا اطلاع ثانی بلیک آؤٹ کر دیا گیا ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی چیف"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور سیٹھ بابو نے رسیور رکھا اور پھر اس نے دونوں سائیڈوں پر موجود دیواروں پر ہاتھ رکھے تو سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیواریں برابر ہو گئیں اور سیٹھ بابو اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا واپس اس کمرے سے نکل کر پہلے والے آفس میں آ گیا۔

"اب ڈھونڈتے رہو سیٹھ پرشاد کو اور مال کو"...... سیٹھ بابو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور میز کے پیچھے کرسی پر جا کر اطمینان بھرے انداز میں بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر گہرا اطمینان موجود تھا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

" بیٹھو"....... سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی وہ میز کی دوسری طرف اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

" ناٹران کی طرف سے کوئی اطلاع ملی ہے اس سیٹھ پرشاد کے بارے میں"....... عمران نے کہا۔

" جی نہیں۔ ابھی تک تو کوئی اطلاع نہیں ملی"....... بلیک زیرو نے کہا۔

" حیرت ہے۔ ابھی تک وہ اسے ٹریس نہیں کر سکا"....... عمران نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" لارڈ ہوٹل"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی

دی۔

" راجو بول رہا ہوں گاربان سے۔ سیٹھ پرشاد سے بات کراؤ۔ انتہائی ضروری بات کرنی ہے"....... عمران نے لہجہ بدل کر کہا۔

" سیٹھ پرشاد۔ وہ کون ہیں جناب"....... دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

" کیا مطلب۔ میں کہہ رہا ہوں کہ میں راجو بول رہا ہوں پاکیشیا سے۔ سیٹھ پرشاد سے بات کرنی ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ کون سیٹھ پرشاد"....... عمران نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

" سوری جناب۔ یہاں کوئی سیٹھ پرشاد نہیں ہیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

" اس کا مطلب ہے کہ راجو کی موت کی اطلاع وہاں پہنچ چکی ہے"....... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

" کیا پہلے بات ہو گئی تھی"....... بلیک زیرو نے پوچھا۔

" ہاں۔ فوراً ہو گئی تھی اس سے بات"....... عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" ایکسٹو"....... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" ناٹران بول رہا ہوں چیف"....... دوسری طرف سے ناٹران کی انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس۔ کیا رپورٹ ہے"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"چیف کافرستان میں سیٹھ پرشاد نام کا کوئی چھوٹا بڑا اسمگلر یا ان کا سرغنہ وغیرہ موجود نہیں ہے۔ میں نے مکمل انکوائری کر لی ہے"۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"جبکہ عمران نے مجھے رپورٹ دی ہے کہ اس نے یہاں کے ایک مقامی بدمعاش راجو کی آواز میں لارڈ ہوٹل فون کر کے جب سیٹھ پرشاد سے بات کرانے کے لئے کہا تو اس کی بات کرا دی گئی"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"لارڈ ہوٹل تو اسمگلروں کا گڑھ ہے چیف۔ اس کے مالک اور جنرل مینجر کا نام رام گوپال ہے جناب۔ میں نے وہاں بھی مکمل انکوائری کرائی ہے حتیٰ کہ رام گوپال کے پرسنل سیکرٹری سے بھی خفیہ معلومات حاصل کی گئی ہیں لیکن سیٹھ پرشاد نام کا کوئی اسمگلر سامنے نہیں آیا۔ البتہ عام سے بدمعاش اور اسمگلر ایسے ضرور ہیں جن کے نام پرشاد ہیں لیکن سیٹھ پرشاد کوئی نہیں کہلاتا اور ویسے بھی ان کی ایسی حیثیت نہیں ہے کہ وہ اس نام کے لحاظ سے کام کرتے ہوں"...... ناٹران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم کوشش جاری رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ میں عمران کو وہاں بھجواؤں"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا عمران صاحب۔ ناٹران غلط بات نہیں کر سکتا۔ اس نے یقیناً تفصیلی انکوائری کی ہو گی"...... بلیک زیرو نے

کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ کوئی عام اسمگلروں کا گروہ نہیں ہے بلکہ انتہائی منظم گروپ ہے اور راجو کی موت کی اطلاع ملتے ہی سب کچھ کیموفلاج کر دیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ٹائیگر زیادہ آسانی سے اس بارے میں کھوج لگا لے گا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کو اپنی طرف کھسکایا اور پھر اسے آن کر کے اس پر فریکونسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ عمران کالنگ۔ اوور"...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ اوور"...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر۔ کافرستان میں سیٹھ پرشاد چھپ گیا ہے اور وہاں کوئی اس سیٹھ پرشاد کو نہیں جانتا۔ چیف نے وہاں ناٹران کے ذریعے تفصیلی انکوائری کرائی ہے اس لئے تم پہلی فلائٹ سے کافرستان جاؤ اور اس سیٹھ پرشاد کو ٹریس کر کے مجھے اطلاع دو تاکہ اس سے مال فوری طور پر واپس لیا جا سکے۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"میں اکیلا جاؤں باس۔ اوور"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ اس طرح تم تیزی سے کام کر سکو گے البتہ تم نے وہیں سے مجھے اطلاع دینی ہے تاکہ اگر ضرورت پڑے تو میں خود وہاں پہنچ سکوں۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"اگر یہ کوئی سیکرٹ ایجنسی ٹائپ تنظیم ہے تو پھر یہ اسمگلنگ کا دھندہ کیوں کرتے ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اسلحہ اور منشیات کی اسمگلنگ اب بہت اعلیٰ پیمانے پر کی جاتی ہے۔ یہ لوگ عام اسمگلر نہیں ہوتے"...... عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لیکن عمران صاحب۔ جب تک آپ یا ٹائیگر سیٹھ پرشاد کو تلاش کریں گے ہو سکتا ہے کہ وہ مال تب تک بیرون ملک بھجوا دیں اور وہاں استعمال بھی ہو جائے پھر"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ ایک منٹ۔ مجھے معلوم کرنا پڑے گا کہ بڑے پیمانے پر سائنسی معدنیات کی خرید و فروخت کا کام کون کون سی تنظیمیں کرتی ہیں"...... عمران نے کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"کراس ورلڈ آرگنائزیشن"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھمپ فرام پاکیشیا۔ سپیشل ممبر"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ حکم سر"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری

طرف سے کہا گیا اور عمران سمجھ گیا کہ اس دوران کمپیوٹر سے اس کی ممبر شپ کو چیک کر لیا گیا ہو گا۔

"بڑے پیمانے پر انتہائی قیمتی سائنسی معدنیات کو سمگل کرنے اور خرید و فروخت کرنے والی بین الاقوامی تنظیموں کے بارے میں ہمیں معلومات چاہئیں"...... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں آپ کا رابطہ سیکشن ایکس سے کرا دیتا ہوں وہ آپ کو بتا سکیں گے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ مائیک بول رہا ہوں انچارج سیکشن ایکس"...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی تو عمران نے وہی بات دوہرا دی جو اس نے پہلے فون اٹنڈ کرنے والے کو بتائی تھی۔

"ہولڈ کریں جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر فون پر خاموشی چھا گئی۔

"ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں"...... تھوڑی دیر بعد سیکشن انچارج کی آواز سنائی دی۔

"یس"...... عمران نے جواب دیا۔

"بڑی تنظیمیں دو ہیں۔ ویسے چھوٹی تنظیمیں تو بہت سی ہیں"۔ سیکشن انچارج نے کہا۔

"بڑی کے بارے میں بتا دیں"...... عمران نے کہا۔

"ایک تنظیم انٹرنیشنل امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن ہے۔ اس

کا ہیڈ آفس ونگٹن میں ہے جبکہ اس کی شاخیں دوسرے ملکوں میں بھی موجود ہیں حتیٰ کہ پاکیشیا میں بھی ہے۔ یہ خالصتاً سائنسی معدنیات کی اسمگلنگ اور خرید و فروخت کا کاروبار کرتی ہیں جبکہ عام حالات میں مشینوں کے سپیئر پارٹس کا کاروبار ظاہر کیا جاتا ہے۔ دوسری تنظیم کا نام رافٹ کارپوریشن ہے۔ یہ بھی ونگٹن میں ہے لیکن اس کا ایشیا میں کوئی آفس نہیں ہے لیکن یہ بھی بڑے پیمانے پر کام کرتی ہے اور اکثر دونوں تنظیموں میں اس کاروبار کے سلسلے میں مقابلہ چلتا رہتا ہے۔ ویسے انٹرنیشنل کارپوریشن، رافٹ کارپوریشن سے کہیں زیادہ باوسائل تنظیم اور بے حد وسیع تنظیم ہے"۔ سیکشن انچارج نے جواب دیا۔

"ان کے ہیڈ آفس اور وہاں کے انچارجز کے بارے میں تفصیلات بتا دیں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے تفصیلات بتا دی گئیں۔

"انٹرنیشنل کارپوریشن کا جو سیکشن پاکیشیا میں ہے اس کی تفصیل کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"نو سر۔ اس کے بارے میں صرف اطلاع موجود ہے کہ ان کا آفس پاکیشیا میں ہے۔ تفصیل موجود نہیں ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او کے۔ شکریہ"۔ عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر ایک بار پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ پھر

انکوائری سے اس نے انٹرنیشنل کارپوریشن کا فون نمبر معلوم کر لیا۔ اس کے بعد اس نے کریڈل دبا کر ٹون آنے پر وہی نمبر ڈائل کر دیئے۔

"انٹرنیشنل امپورٹ ایکسپورٹ کارپوریشن"...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"جنرل مینجر سے بات کرائیں۔ میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں پاکیشیا سے"...... عمران نے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ۔ کیا مطلب"...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"ڈھمپ ایک ریاست کا نام ہے محترمہ"...... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ آن کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ نکسن بول رہا ہوں جنرل مینجر"...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ کاروباری تھا۔

"مسٹر نکسن میں پاکیشیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ۔ میں سمجھا نہیں جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کوہ ہمالیہ کی ترائیوں میں ایک آزاد ریاست ہے ڈھمپ۔ میں اس کا پرنس ہوں"...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ فرمائیے"...... دوسری طرف سے حیرت بھرے

لہجے میں کہا گیا۔

" ہماری ریاست کی ایک پہاڑی سے کراکون نامی انتہائی قیمتی معدنیات کا کافی بڑا ذخیرہ ملا ہے لیکن ہم اسے سرکاری طور پر فروخت نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری ریاست کا سرکاری الحاق پاکیشیا سے ہے اور پاکیشیا کی وزارت سائنس کے اعلیٰ حکام سے میری بات ہوئی ہے۔ وہ اسے اپنے ملک میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ان کے اپنے ملک سے اس قیمتی معدنیات کا ایک چھوٹا سا ذخیرہ دستیاب ہوا تھا جو چوری ہو گیا ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اسے غیر سرکاری طور پر فروخت کر دیں تاکہ ریاست اس رقم کو اپنے استعمال میں لا سکے اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کی کارپوریشن یہ کام کرتی ہے اور رافٹ کارپوریشن بھی یہ کام کرتی ہے لیکن آپ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آپ زیادہ قیمت ادا کرتے ہیں اس لئے میں نے پہلے آپ کو کال کیا ہے"...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" کتنا ذخیرہ ہے جناب"۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا گیا۔

" دس ہزار پاؤنڈ"...... عمران نے جواب دیا۔

" اوہ۔ یہ تو واقعی خاصا بڑا ذخیرہ ہے۔ آپ کیا قیمت لگائیں گے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ہماری ریاست سے یہ معدنیات پہلی بار دستیاب ہوئی ہے اس لئے ہمیں اس کی صحیح قیمت کا علم نہیں ہے اور پھر جب پاکیشیا کے

حکام سے معلوم ہوا کہ ان کا ذخیرہ چوری ہو گیا ہے اور اس سلسلے میں تحقیقات پاکیشیا کی انٹیلی جنس کر رہی ہے تو ہم نے اس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے رابطہ کیا۔ وہ ہمارا خفیہ دوست ہے اور ہم اسے بھاری رقومات ادا کرتے رہتے ہیں۔ اس نے مجھے بتایا کہ انٹیلی جنس کی تحقیقات کے مطابق بادشاہ خان نامی ایک شخص نے یہ ذخیرہ چرایا اور اس نے آپ سے اور رافٹ کارپوریشن والوں سے بیک وقت اس کا سودا کر لیا لیکن وہ مارا گیا اور ذخیرہ خاموشی سے کافرستان کے کسی بڑے اسمگلر سیٹھ پرشاد کو فروخت کر دیا گیا اور انٹیلی جنس نے فائل بند کر دی کیونکہ ان کا دائرہ کار پاکیشیا تک ہی محدود ہے۔ آپ نے ظاہر ہے سیٹھ پرشاد سے اسے خریدا ہو گا اگر ہم چاہتے تو کافرستان میں اس سیٹھ پرشاد سے رابطہ کر کے اس سے معلومات حاصل کر سکتے تھے کیونکہ ہمارے جس طرح پاکیشیا سے تعلقات ہیں اسی طرح کافرستان سے بھی ہیں لیکن ہم نے سوچا کہ بات زیادہ لمبی ہو جائے گی اس لئے ہم نے براہ راست آپ کو کال کی ہے۔ آپ نے جس قیمت پر سیٹھ پرشاد سے سودا کیا ہے اسی قیمت پر ہم سے سودا کر لیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ دھوکہ نہیں کریں گے"۔ عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

" سیٹھ پرشاد سے ہماری بات ہوئی تو ہے لیکن پھر اچانک معاملات آف ہو گئے ہیں کیونکہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ سیٹھ پرشاد حکومت کافرستان کی وجہ سے آف ہو گئے ہیں اس لئے ابھی سودا نہیں

ہوا۔ وہ جب آن ہوں گے تو پھر سودا ہو گا لیکن ہم آپ کو اس وقت اس کی قیمت بتا سکتے ہیں جب اس کا نمونہ چیک کر لیں۔ پاکیشیا مال کا نمونہ ہم چیک کر چکے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ بتا دیں کہ یہ نمونہ کہاں اور کیسے بھجوایا جائے۔ ہم اس کی چیکنگ کرانے کے لئے تیار ہیں"...... عمران نے کہا۔

"آپ اپنا فون نمبر بتا دیں اور پتہ بھی۔ ہمارے آدمی خود ہی آپ سے رابطہ کر لیں گے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نہیں۔ آپ مجھے اپنے آدمیوں کا پتہ بتا دیں۔ نمونہ ان تک پہنچ جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ سوری پرنس۔ ہم اپنے اصولوں سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کرتے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے۔ پھر ہمیں رافٹ کارپوریشن والوں سے بات کرنا ہو گی"۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ سیٹھ پرشاد واقعی ہے اور راجو کی موت کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو آف کر لیا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا کیونکہ وہ بھی لاؤڈر پر ساری بات چیت سنتا رہا تھا۔

"ہاں۔ بظاہر تو یہی لگتا ہے لیکن راجو کی اس قدر اہمیت تو نہیں ہو سکتی کہ سارے معاملات ہی آف کر دیئے جائیں۔ نہیں یہ کوئی اور چکر ہے۔ یا تو اس سیٹھ پرشاد تک یہ بات پہنچ گئی ہے کہ راجو کی موت میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہاتھ ہے جس کی وجہ سے وہ

خوفزدہ ہو گیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ کہیں ٹائیگر کی وجہ سے آپ کو پہچان لیا گیا ہو اور پھر اس طرح اندازہ لگا لیا گیا ہو"...... بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ کافی دیر تک اسی موضوع پر ہی باتیں کرتے رہے کہ عمران کی جیب میں موجود ٹرانسمیٹر پر کال آنی شروع ہو گئی تو عمران چونک پڑا۔ اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کال ٹائیگر کی طرف سے ہے۔ اس نے چونکہ دانش منزل کے ٹرانسمیٹر پر اپنی ذاتی فریکونسی ایڈجسٹ نہ کی تھی جبکہ اس کی جیب میں موجود ٹرانسمیٹر پر مستقل اس کی ذاتی فریکونسی ایڈجسٹ رہتی تھی اس لئے کال اس ٹرانسمیٹر پر آ رہی تھی۔ عمران نے ٹرانسمیٹر نکال کر اسے آن کر دیا۔

"ٹائیگر کالنگ۔ اوور"...... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران اٹنڈنگ یو۔ اوور"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس۔ میں نے کافرستان میں اپنے خصوصی افراد سے تفصیلی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ سیٹھ پرشاد وہاں ایک نام ہے جو صرف فون پر بات کرتا ہے لیکن آج تک اس فون کو یا اس سیٹھ پرشاد کو کوئی ٹریس نہیں کر سکا۔ البتہ اس سیٹھ پرشاد کا کافرستان میں انتہائی منظم گروپ موجود ہے جو ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا ہے اور بے شمار ہوٹلوں اور کلبوں پر اس کا ہولڈ ہے اور اس سارے گروپ

کو ایک آدمی سیٹھ بابو ڈیل کرتا ہے۔ وہ اس گروپ کا سیکنڈ چیف ہے لیکن سیٹھ بابو بھی کبھی کسی کے سامنے نہیں آیا۔ صرف اس کی آواز سنی جاتی ہے یا پھر اس گروپ کے سیکشن انچارج اس سے فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ میں نے اس کا خصوصی فون نمبر بھی معلوم کر لیا ہے لیکن میں نے اسے فون نہیں کیا۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے فون کر لوں یا آپ حکم دیں تو فون کرنے کی بجائے وہاں کافرستان جا کر اسے ٹریس کروں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سیٹھ بابو یا تو بذات خود سیٹھ پرشاد ہے یا بہرحال اس کے بارے میں جانتا ہو گا۔ اوور"۔ ٹائیگر نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کیا فون نمبر ہے اس کا۔ اوور"...... عمران نے پوچھا تو ٹائیگر نے فون نمبر بتا دیا۔

"اوکے۔ میں اس سے خود رابطہ کر کے پھر تمہیں ہدایات دوں گا۔ اوور اینڈ آل"...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اپنے سامنے میز پر رکھا اور فون کا رسیور اٹھا کر اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ کافرستان کے رابطہ نمبر اور دارالحکومت کے رابطہ نمبر ڈائل کرنے کے بعد اس نے وہ نمبر ڈائل کر دیئے جو ٹائیگر نے بتائے تھے۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک باریک لیکن سریلی آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں سیٹھ بابو"...... عمران نے

کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ۔ یہ کیا بات ہوئی۔ یہ کیسا نام ہے۔ پھر یہ ڈھمپ کیا ہے"...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"ڈھمپ ایک آزاد ریاست ہے۔ ہمالیہ کی ترائیوں میں۔ ہماری ایک پہاڑی سے انتہائی قیمتی سائنسی معدنیات برآمد ہوئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے آپ کے پاس فروخت کر دیا جائے کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کا گروپ یہ دھندہ بھی کرتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو پرنس۔ ہم تو کپڑے کے دھاگے کا دھندہ کرتے ہیں۔ ہمارا کسی سائنسی معدنیات سے کیا تعلق اور ہمارے گروپ کا کیا مطلب ہوا۔ ہماری تو کاروباری کارپوریشن ہے۔ سیٹھ بابو تھریڈ کارپوریشن اور میں سیٹھ بابو دھاگے والا کہلاتا ہوں۔ یہ تم سے کسی نے مذاق کیا ہے پرنس"...... سیٹھ بابو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری کارپوریشن کا دفتر کہاں ہے"...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"دارالحکومت کے سب سے بڑے کاروباری علاقے سوامی روڈ پر [illegible] پلازہ کی دوسری منزل پر ہماری کارپوریشن کا دفتر ہے اور یہ فون جس پر تم نے فون کیا ہے یہ نمبر ہمارے گھر کا ہے۔ ہمارا گھر

ڈارسن کالونی میں ہے۔ ایٹ ون اے ڈارسن کالونی۔ کوئی دھاگے کا
دھندہ ہو تو سیٹھ بابو حاضر ہے بلکہ تم مجھ سے ملو۔ ہم تمہاری ریاست
میں بھی کام کریں گے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ ہم ملیں گے تم سے"...... عمران نے کہا اور
کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع
کر دیئے۔

"ناٹران بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ناٹران کی
مخصوص آواز سنائی دی۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) نہ صرف بزبان
خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"بے حد شکریہ عمران صاحب۔ ویسے میں آپ کی آواز نہ صرف
بذریعہ رسیور فون بلکہ بکان خود سن رہا ہوں"...... دوسری طرف سے
ناٹران نے کہا تو عمران اس کے اس خوبصورت جواب پر بے اختیار
کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"بکان یہ وزن ٹران۔ واہ۔ لطف آگیا ہے شاعری کا"...... عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹران نہیں عمران صاحب۔ ناٹران"...... دوسری طرف سے
بھی ناٹران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو مس ٹران کہہ دیتا ہوں کیونکہ عقلمندوں کا قول ہے کہ جو

نا۔ نہ کہے وہ خاتون نہیں ہو سکتی اور جو یس نہ کہے وہ سیاست دان
نہیں ہو سکتا اور ٹران کے ساتھ مستقل نا کے لفظ کا مطلب یہی نکلا
مس ٹران"...... عمران نے کہا تو ناٹران عمران کی طرح بے اختیار
کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"آپ سے باتوں میں واقعی کوئی نہیں جیت سکتا۔ بہرحال
فرمائیے"...... دوسری طرف سے ناٹران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم نے چیف کو رپورٹ دی تھی کہ سیٹھ پرشاد کا کچھ پتہ نہیں
چل رہا تو چیف نے مجھے حکم دیا کہ میں جس طرح باتوں کا غازی
ہوں اسی طرح عمل کا غازی بھی بن کر دکھاؤں اور عمل کا غازی بننے
کے بعد ایک چھوٹا موٹا چیک ملنے کی بھی امید لگ جاتی ہے اس لئے
میں نے عمل کا غازی بننے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس طرح میں نے
یہاں بیٹھے بیٹھے یہ معلوم کر لیا ہے کہ سیٹھ پرشاد ایک نام ہے جس
کی آواز سنائی دیتی ہے ورنہ اس گروپ کا اصل سرغنہ کوئی سیٹھ بابو
ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سیٹھ بابو ہی سیٹھ پرشاد کے نام سے کام کرتا
ہو۔ میرا مطلب ہے کہ دوہری شخصیت کا مالک ہو کیونکہ میں نے
ایسے سینکڑوں کیسز دیکھے ہیں اور دوہری تو کیا تہری شخصیتوں سے
بھی مل چکا ہوں۔ چنانچہ میں نے سیٹھ بابو کو فون کیا تو اس سے
بات ہو گئی لیکن اس نے مجھے چکر دینے کی کوشش کی کہ وہ تو
ٹیکسٹائل دھاگے کا دھندہ کرتا ہے اور سوامی روڈ پر شکر پلازہ میں
سیٹھ بابو تھریڈ کارپوریشن کے نام سے اس کا دفتر ہے اور جس نمبر پر

میں نے اسے فون کیا تھا اس نے خود ہی بتایا کہ یہ نمبر اس کی رہائش گاہ کا ہے اور اس کی رہائش گاہ ڈارسن کالونی کی کوٹھی نمبر ایٹی ون اے ہے۔ اب تم ان سب باتوں کو چیک کراؤ۔ فون نمبر بھی میں بتا دیتا ہوں۔ اسے بھی چیک کراؤ کہ یہ کہاں نصب ہے اور باقی باتیں پھر۔ کتنی دیر میں یہ چیکنگ ہو جائے گی"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی فون نمبر بتا دیا۔

"زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں"...... نائران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد پھر فون کروں گا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا لیکن دوسرے لمحے ایک خیال آتے ہی اس نے چونک کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"قاسم انٹرپرائزز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی لیکن لہجہ خاصا کرخت تھا۔

"سیٹھ قاسم سے بات کراؤ۔ میں پاکیشیا سے اس کا خالہ زاد علی عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"اچھا۔ ہولڈ کریں۔ معلوم کرتی ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہالو۔ کون بول رہا ہے"...... چند لمحوں بعد قاسم کی دھاڑتی ہوئی سی آواز سنائی دی اور عمران نے بے اختیار رسیور ایک لمحے کے

لئے کان سے دور کر لیا۔

"تم آہستہ نہیں بول سکتے۔ میرے کان کا پردہ پھٹ جاتا تو میں تمہارے خلاف ہرجانے کا دعویٰ کر دیتا"...... عمران نے کہا۔

"پردہ۔ کیا مطلب۔ آواج تو سالی مردانہ ہے پھر پردہ داری کا کیا مطلب ہوا۔ اوہ۔ کہیں تم وہ ٹھمکا جان تو نہیں بول رہے"۔ دوسری طرف سے قاسم نے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹھمکا جان سے قاسم کا مطلب تیسری صنف سے ہے۔ چونکہ عمران کی آواز مردانہ تھی اور قاسم کو لفظ پردہ سے پردہ دار یاد آ گیا تھا اور پردہ دار بہرحال عورتیں ہوتی ہیں اس لئے اس نے یہ بات کی تھی۔

"تو تمہیں اب ٹھمکا جان مخلوق کے فون بھی آنے لگ گئے ہیں۔ ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں سر عاصم سے"...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ سالے پہلے بتاؤ تم کون ہو۔ وہ تو سالے میں تمہاری بات کر رہا تھا"...... قاسم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تمہارا خالہ زاد علی عمران بول رہا ہوں اور تم مجھے ٹھمکا جان کہہ رہے ہو"...... عمران نے جواب دیا۔

"خالہ جاد عمران۔ اوہ۔ اوہ۔ اچھا تو تم سالے خالہ جاد بول رہے ہو۔ لیکن تم کب سے پردہ دار ہو گئے۔ کیا مطلب۔ کیا تمہاری سالی جنس ونس بدل گئی ہے کیا"...... قاسم نے کہا۔

"ابھی بدلی تو نہیں ہے لیکن اگر تم نے دو تین بار پھر کہا تو یقیناً

بدل جائے گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں بدلی سالے تو پھر پردہ دار کیسے بن گئے۔ اوہ۔ اوہ۔ ارے کہیں تم وہ کیا کہتے ہیں اوقاف موقاف میں تو نہیں بیٹھ گئے لیکن وہ تو رمجان میں ہوتا ہے۔ اوہ۔ کہیں پاکیشیا میں رمجان کا مہینہ تو شروع نہیں ہو گیا"...... قاسم نے گڑبڑائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"تمہارا مطلب اعتکاف سے تھا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں۔ اس میں پردہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور پردہ دار ہو جاتے ہیں۔ مگر وہاں کیا پھون مون بھی ہوتا ہے"...... قاسم نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم پہلے سے زیادہ ذہین ہوتے جا رہے ہو۔ کیا ہوا۔ کیا کوئی تگڑی فل فلوٹی مل گئی ہے تمہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہاں مل گئی ہے۔ وہ سالی سینک سلائی بیگم ہی میری قسمت میں ڈیڈی نے لکھ دی ہے۔ وہی ہر وقت سر پر چڑھی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ میں کسی کو دیکھوں تو ڈیڈی کوڑا اٹھائے آ جاتے ہیں"...... قاسم نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"شکر کرو کہ مل تو گئی ہے۔ ایک ہمیں دیکھو۔ ہم سنیک سلائی کو بھی ترس رہے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سالے نفل وفل شکرانے کے پڑھو۔ اگر تمہیں مل جاتی تو اب

تک ہلدی چونا تھوپے سالے پڑے ہوتے ہسپتال میں ہائے ہائے کرتے۔ مجے کر رہے ہو۔ ہر فل فلوٹی کو دیکھ لیتے ہو"۔ قاسم نے بڑے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ اس پر بعد میں بات کریں گے پہلے یہ بتاؤ کہ کیا ٹیکسٹائل دھاگے میں کوئی سیٹھ بابو بھی کام کرتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"سیٹھ بابو۔ وہ کون ہے سمہاں کافرستان میں تو ہر اینٹ کے نیچے سالے سینکڑوں ہجاروں سیٹھ میٹھ پڑے نظر آتے ہیں اور جس کو دیکھو سر پر ٹوپی رکھ کر اپنے آپ کو سیٹھ کہلوانا شروع کر دیتا ہے۔ تم کس سیٹھ کی بات کر رہے ہو"...... قاسم نے کہا۔

"وہ ٹیکسٹائل دھاگے کا دھندہ کرتا ہے اور سیٹھ بابو تھریڈ کارپوریشن کے نام سے شنکر پلازہ میں اس کا دفتر ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہو گا سالے۔ اب میں اس کا سیکرٹری میکرٹری تو نہیں ہوں کہ مجھے یاد ہو۔ ہو گا سالہ۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا کیا ہے اس سیٹھ نے تمہارے ساتھ۔ مجھے بتاؤ میں تمہارا خالہ جاد ہوں۔ میں ابھی اس سالے کو گردن سے پکڑ کر اسے پاکیشیا بھجوا دیتا ہوں"۔ قاسم نے کہا۔

"مجھے تم صرف یہ معلوم کر کے بتا دو کہ کیا یہ سیٹھ بابو واقعی کوئی آدمی ہے۔ یہی میں چاہتا ہوں۔ اگر ہے تو کیا واقعی کاروبار کرتا ہے"...... عمران نے کہا۔

" سالے میں کوئی جاسوس ماسوس ہوں تمہاری طرح کہ میں معلوم کراتا پھروں۔ تم خود معلوم کرو"...... قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں کرتا ہوں سر عاصم کو فون اور انہیں بتاتا ہوں کہ قاسم نے مجھے انکار کر دیا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ سر عاصم میری کتنی عزت کرتے ہیں"...... عمران نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ وہ۔ سنو۔ سنو۔ میرے مینجر سے بات کر لو سالے۔ اسے معلوم ہو گا۔ اس سے بات کر لو"...... قاسم نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ہیلو۔ دھنی رام مینجر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" مینجر صاحب۔ آپ مجھے جانتے تو ہیں۔ میرا نام علی عمران ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" جی ہاں جناب۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ حکم فرمائیں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اسے سیٹھ بابو کے بارے میں بتا دیا۔

" ایک منٹ ہولڈ کریں۔ میں معلوم کرتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران ایک طویل سانس لیتے ہوئے خاموش ہو گیا۔

" ہیلو جناب"...... تھوڑی دیر بعد مینجر کی آواز سنائی دی۔

" ہاں۔ کیا معلوم ہوا"...... عمران نے کہا۔

" جناب۔ سیٹھ بابو واقعی دھاگے کا دھندہ کرنے والی بڑی پارٹی ہے اور اس کا آفس شکر پلازہ میں ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اوکے۔ شکریہ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

" آپ قاسم سے پوچھ رہے تھے۔ قاسم بھلا ایسی تفصیل میں کہاں جانے والا ہے"...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ لیکن جب تک وہ مینجر کو نہ کہتا مینجر مجھے پلو ہی نہ پکڑنے دیتا۔ یہ ایسی باتوں کو بزنس سیکرٹ کہہ کر ٹال جاتے ہیں۔ بہرحال یہ معلوم ہو گیا کہ واقعی سیٹھ بابو کے نام سے دھاگے کا کاروبار ہوتا ہے"...... عمران نے کہا۔

" لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی آڑ میں دوسرا دھندہ کرتا ہو"...... بلیک زیرو نے کہا۔

" ہاں۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو ناٹران معلوم کر لے گا"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے گھڑی دیکھی لیکن ابھی گھنٹہ گزرنے میں کافی وقت تھا اس لئے وہ ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہو گیا۔ جب گھنٹہ گزر گیا تو اس نے رسیور اٹھایا اور ناٹران کے نمبر ڈائل کر دیئے۔

" ناٹران بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ناٹران کی آواز

سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے ناٹران"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں نے کارپوریشن ٹریس کر لی ہے۔ شکر پلازہ میں واقعی سیٹھ بابو تھریڈ کارپوریشن کا آفس ہے اور وہاں واقعی بزنس ہوتا ہے اس کا مالک اور جنرل مینجر سیٹھ بابو ہی ہے اور وہ خالصتاً کاروباری آدمی ہے۔ اس کا کوئی تعلق کسی طرح بھی جرائم کی دنیا سے نہیں ہے اور نہ ہی آج تک اسے ایسی کسی کارروائی میں ملوث ہوتے دیکھا گیا ہے۔ اس نے اس کی رہائش گاہ کا جو فون نمبر بتایا ہے وہ بھی درست ہے اور میں خود جا کر ایک بزنس مین کے روپ میں اس سے مل چکا ہوں۔ وہ شکل اور جسامت کے انداز سے بھی خالصتاً کاروباری سیٹھ ہے"...... ناٹران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کی آواز میں کوئی خاص بات ہے یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں عمران صاحب۔ اس کی آواز باریک بلکہ سریلی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ منہ میں سیٹی رکھ کر بات کر رہا ہو لیکن میں نے دیکھا ہے کہ یہ اس کی قدرتی آواز ہے"...... ناٹران نے کہا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے خود جانا پڑے گا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر موجود اپنا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور

اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اس نے اسے آن کر دیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور"...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر اٹنڈنگ باس۔ اوور"...... تھوڑی دیر بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر۔ میں نے کافرستان میں چیکنگ کر لی ہے۔ سیٹھ بابو واقعی کاروباری آدمی ہے جبکہ تمہاری معلومات کے مطابق وہ گروپ کا سرغنہ ہے اس لئے مجھے خود تمہارے ساتھ وہاں جانا ہو گا۔ تم تیار رہنا۔ میں کسی وقت تمہیں ایئرپورٹ سے کال کر سکتا ہوں۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"یس باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"آپ کیا اکیلے جائیں گے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"میرا ارادہ تو جوزف اور جوانا کو ساتھ لے جانے کا تھا لیکن یہ دونوں میرے لئے اشتہار بن جائیں گے اور انہیں دیکھ کر وہاں سیکرٹ سروس اور پاور ایجنسی دونوں ہوشیار ہو سکتی ہیں اس لئے میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اب میں فور سٹارز کو ساتھ لے جاؤں گا"...... عمران کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سرہلا دیا۔

فون کی گھنٹی بجتے ہی سیٹھ بابو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"رام گوپال بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی تو سیٹھ بابو نے فون پیس کے نچلے حصے میں اپنی ایک انگلی رکھ کر اسے دبایا تو ایک لمحے کے لئے وہاں روشنی کا نقطہ سا چمکا اور پھر غائب ہو گیا اور سیٹھ بابو کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"ہاں۔ کیا بات ہے"...... اس بار سیٹھ بابو کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"باس۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ٹیم کافرستان پہنچ گئی ہے اور یہ ٹیم اس وقت میرے ہی ہوٹل لارڈ میں رہائش پذیر ہے۔ انہوں نے میرے بارے میں پوچھا ہے لیکن میں اتفاق سے اس وقت ہوٹل میں موجود نہیں تھا اور اب میں سپیشل پوائنٹ سے ہی بات کر رہا

ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ بابو بے اختیار چونک پڑا۔

"پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ٹیم ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ تم سے کیوں ملنا چاہتے ہیں"...... سیٹھ بابو نے اسی طرح تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"باس۔ آپ کی دوسری بات پر میں نے بھی غور کیا ہے اور میرے خیال کے مطابق چونکہ انہوں نے راجو سے پوچھ گچھ کی تھی اس لئے راجو نے لامحالہ انہیں لارڈ ہوٹل کے بارے میں بتایا ہو گا کہ یہاں فون کر کے اگر چیف کے بارے میں پوچھا جائے اور چیف بات کرنا چاہے تو آپ سے بات ہو سکتی ہے اس لئے ان کا خیال ہو گا کہ میں چیف کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں"...... رام گوپال نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"اور آپ کی پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ میں نے اس سلسلے میں پاکیشیا میں خاص آدمیوں سے رابطہ کیا ہے۔ وہاں ایک آدمی علی عمران نامی ہے جو اس ٹائیگر کا استاد ہے وہ ٹائیگر جو راجو کی موت میں شریک تھا۔ یہ علی عمران دنیا کا انتہائی خوفناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے۔ میں نے وہاں ایک آدمی کو ایئرپورٹ پر تعینات کر دیا تھا تاکہ اگر یہ عمران اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے روانہ ہو تو مجھے اطلاع دی جائے اور مجھے

اطلاع مل گئی کہ عمران اپنے پانچ ساتھیوں سمیت وہاں سے
کافرستان روانہ ہو گیا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ عمران اپنی اصل
شکل میں نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ٹائیگر تھا اور ٹائیگر کو وہ اچھی
طرح جانتا ہے اور ٹائیگر نے وہاں ایئر پورٹ پر اسے باس کہا اور اس
کے ساتھی نے اسے عمران کا نام لے کر بات کی۔ اس طرح وہ آدمی
کنفرم ہو گیا کہ یہ عمران اور اس کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ اس نے اس
عمران اور اس کے ساتھیوں کے حلیئے مجھے تفصیل سے بتا دیئے۔ میں
نے یہاں حلیئے بتا کر اپنے دو آدمی نگرانی کے لئے بھیج دیئے اور پھر یہ
سب ایئر پورٹ سے میرے ہوٹل میں پہنچ گئے اور انہوں نے یہاں آ
کر سب سے پہلے میرے بارے میں ہی پوچھا"...... رام گوپال نے
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" تو پھر اب تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا کیا جائے"...... سیٹھ بابو
نے کہا۔

" اگر آپ حکم دیں تو میں انہیں آسانی سے ہلاک کرا سکتا ہوں۔
یہ اس وقت میری مٹھی میں ہیں"...... رام گوپال نے کہا تو سیٹھ
بابو کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

" میرا خیال تھا کہ تم خاصے عقلمند ہو گوپال۔ لیکن تم تو انتہائی
احمق آدمی ہو"...... سیٹھ بابو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ وہ کیوں باس۔ کیا میں نے غلط بات کی ہے"...... رام
گوپال نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" نہ صرف غلط بلکہ انتہائی احمقانہ بات کی ہے۔ تمہارا کیا خیال
ہے کہ اگر یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں تو کیا ان کی
ہلاکت سے سیکرٹ سروس ختم ہو جائے گی اور لوگ نہ آ جائیں گے
جنہیں ہم جانتے بھی نہ ہوں گے اور دوسری بات یہ کہ اس طرح کیا
سیکرٹ سروس کنفرم نہ ہو جائے گی کہ لارڈ ہوٹل کا تعلق بہرحال
اس سارے معاملے سے ہے۔ تو تمہارا کیا خیال ہے کہ پھر وہ گروپ
کا کھوج نہ لگا سکیں گے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

" اوہ۔ یس باس۔ آپ واقعی بہت دور کی بات سوچتے ہیں"۔ رام
گوپال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" بڑے سیٹھ نے ویسے ہی مجھے اپنا سیکنڈ چیف اور گروپ کا لیڈر
نہیں بنایا۔ سمجھے۔ اگر میں بھی تمہاری طرح ہر کام جذباتی انداز میں
کرتا تو اب تک گروپ کا خاتمہ بھی ہو چکا ہوتا۔ ہماری کامیابی اسی
میں ہے کہ ہم ٹھنڈے دل و دماغ سے کام لیتے ہیں"...... سیٹھ بابو
نے کہا۔

" یس باس۔ لیکن آپ حکم فرمائیں کہ کیا کیا جائے"...... رام
گوپال نے کہا۔

" کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ یہاں جس طرح
چاہیں انکوائری کرتے پھریں انہیں کچھ معلوم نہ ہو سکے گا۔ وہ بے
شک مجھے بھی چیک کر لیں لیکن انہیں پھر بھی کچھ معلوم نہ ہو گا اس
لئے خاموش رہو۔ یہ خود ہی ٹکریں مار کر واپس چلے جائیں گے"۔

سیٹھ بابو نے کہا۔

" نہیں باس۔ آپ ان سیکرٹ ایجنٹوں کے بارے میں نہیں جانتے۔ یہ اس طرح واپس نہیں جائیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مجھ پر تشدد کر کے مجھ سے بڑے سیٹھ اور ہیڈ کوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ انہیں دوسروں کی زبان کھلوانے کے بڑے طریقے آتے ہیں اس لئے مجھے بہرحال آپ کے بارے میں بتانا پڑ جائے گا اور پھر یہ لوگ یہی کارروائی آپ کے ساتھ دوہرائیں گے۔ اس کا نتیجہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ براہ راست آپ کی رہائش گاہ یا کسی بڑے کلب یا بڑے آفس پہنچ جائیں اور براہ راست آپ سے پوچھ گچھ کریں۔ انہیں اس طرح ڈھیل دے کر ہم اپنے لئے خطرات مول لے لیں گے"...... رام گوپال نے کہا۔

" اوہ ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ یہ ہمارے بارے میں کسی طور بھی کنفرم ہو جائیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ تم لارڈ ہوٹل جانے کی بجائے انڈر گراؤنڈ ہو جاؤ جبکہ میں کسی بزنس ٹور پر غیر ملک چلا جاتا ہوں۔ میرا باچان کا بزنس ٹور ویسے بھی کئی روز سے طے ہے اس لئے اگر وہ معلومات بھی حاصل کریں گے تب بھی انہیں شک نہ ہو سکے گا"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

" یہ انتظام ٹھیک ہے باس"...... دوسری طرف سے اس بار مطمئن لہجے میں کہا گیا۔

" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم انہیں چکر دے کر کارکی جزیرے پر لے جاؤ اور پھر انہیں وہاں بے ہوشی کے عالم میں چھوڑ کر واپس آ جاؤ۔ یہ وہاں خود ہی بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو جائیں گے اور پھر جب مچھیرے ان کی لاشیں لے کر یہاں آئیں گے تو بہرحال ہم پر کوئی الزام نہ آئے گا۔ ہاں یہ خیال رکھنا کہ انہیں ہلاک نہ کر دینا۔ انہیں طبعی موت مرنا چاہئے"۔ سیٹھ بابو نے کہا۔

" اگر دوسری تجویز پر عمل کرنا ہے باس تو پھر زیادہ بہتر یہ ہے کہ انہیں بے ہوش کر کے وہاں بھجوا دیا جائے"...... رام گوپال نے کہا۔

" اوہ ہاں۔ ویری گڈ۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ میں باچان سے واپسی پر ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گا اور پھر بڑے سیٹھ کو رپورٹ دے دی جائے گی"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

" یس باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی"...... رام گوپال نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سیٹھ بابو نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"عمران صاحب آپ نے کہا ہے کہ یہ فور سٹارز کا مشن ہے لیکن ہمیں تو سرے سے معلوم ہی نہیں ہے کہ مشن کیا ہے"...... صدیقی نے کہا۔ وہ اس وقت کافرستان کے ہوٹل لارڈ کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ عمران میک اپ میں تھا جبکہ ٹائیگر، نعمانی، صدیقی، چوہان اور خاور سب اصل شکلوں میں تھے۔ عمران نے بھی مقامی میک اپ کیا ہوا تھا۔ وہ پاکیشیا سے کافرستان ابھی تھوڑی دیر پہلے پہنچے تھے اور ایئر پورٹ سے سیدھے اس ہوٹل لارڈ میں ہی آئے تھے۔

"لیکن فور سٹارز کا دائرہ کار تو پاکیشیا تک محدود ہے جبکہ ہم یہاں کافرستان آئے ہوئے ہیں"...... نعمانی نے کہا۔

"میں نے سوچا کہ فور سٹارز کو بین الاقوامی بنوا دوں تاکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ چیک مل سکے اور دوسری بات یہ کہ چیک بڑا مل سکے"...... عمران نے کہا۔

"مطلب ہے کہ آپ نے چیف سے باقاعدہ فور سٹارز کے اس مشن کی منظوری لی ہے لیکن اگر ایسا ہے تو چیف کو مجھے براہ راست حکم دینا چاہئے تھا۔ آپ کیسے فور سٹارز کے لیڈر بن گئے"۔ صدیقی نے کہا۔

"اصل میں مجھے عادت پڑ گئی ہے لیڈر بننے کی۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ سیاستدانوں کو سیاست کی عادت پڑ جاتی ہے چاہے وہ پچاس بار جیل جائیں۔ جلسوں میں ان پر گندے انڈے اور ٹماٹر بلکہ جوتے برسیں لیکن وہ سیاست نہیں چھوڑتے۔ یہی حال اب میرا ہے"۔ عمران نے کہا تو اس بار صدیقی سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"چلیں آپ اپنی عادت پوری کر لیں۔ کم از کم ہمیں یہ تو بتا دیں کہ مشن کیا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"بتایا تو ہے کہ بڑا سا چیک حاصل کرنا ہی اصل مشن ہے اور اسی لئے میلہ لگایا گیا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میلہ۔ کیا مطلب"...... صدیقی نے حیران ہو کر کہا۔

"تم نے وہ پرانا سا لطیفہ بھی نہیں سنا ہوا اس لئے تم واقعی چیف بننے کے لائق ہو۔ ایک دیہاتی میلہ دیکھنے گیا تو اس کا کمبل چوری ہو گیا۔ وہ جب واپس آیا تو گاؤں والوں نے میلے کے بارے میں پوچھا تو اس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا کہ اصل مقصد تو میرا کمبل چوری کرنے کا تھا اور میلہ تو ویسے ہی لگایا گیا تھا"...... عمران نے کہا تو سب ہنس پڑے۔

"لیکن یہاں تو کام الٹا ہو گیا۔ آپ میلہ لگا کر چیک وصول کرنا چاہتے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"اب جدید دور ہے۔ اب کسی سے کچھ وصول کرنے کے لئے میلہ لگایا جاتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتائیں۔ ہم ٹائیگر سے پوچھ لیں گے"...... صدیقی نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

"ٹائیگر کی بجائے اگر تم جوزف سے پوچھ لیتے تو زیادہ بہتر تھا"۔ عمران نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

"جوزف سے۔ کیا مطلب"...... صدیقی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ٹائیگر نے تو تمہیں صرف جنگل کے درندوں اور جانوروں کے بارے میں ہی بتانا ہے جبکہ جوزف تمہیں ساتھ ہی دیوی، دیوتا اور وچ ڈاکٹروں کی بھی پوری لسٹ بتا دے گا"...... عمران نے کہا تو کمرہ کافی دیر تک قہقہوں سے گونجتا رہا۔

"آپ کو شاید کسی کال کا انتظار ہے"...... اچانک خاور نے کہا۔

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ویسے اس کی یہ حیرت حقیقی تھی۔

"آپ ٹال مٹول کی چالیں اس وقت اپناتے ہیں جب آپ کو کسی انفارمیشن کا انتظار ہوتا ہے۔ ننانوے فیصد ایسے موقعوں پر ہی آپ کچھ بتانے کی بجائے ٹال مٹول اور مذاق میں سوالات ٹرخاتے رہتے ہیں"۔ خاور نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرا خیال ہے کہ اگر تم اب میری نفسیات پر کوئی تحقیقی مقالہ لکھو تو تمہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری فوراً دے دی جائے گی"...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو کیا میں نے غلط کہا ہے"...... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غلط تو نہیں کہا کیونکہ واقعی ایسا ہوتا ہے۔ تم نے بہرحال ایک فیصد کی گنجائش رکھی ہے اس لئے اسے تم اس ایک فیصد میں شامل کر لو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک عمران اور اس کے سارے ساتھی بے اختیار اچھل پڑے کیونکہ انہیں اچانک نامانوس سی بو محسوس ہونے لگ گئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اچانک یہ نامانوس بو کمرے میں بکھر گئی ہو۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ بے ہوش کر دینے والی گیس ہے۔ سانس روک لو"۔ عمران نے تیزی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سانس روک لیا لیکن دوسرے لمحے اس کا ذہن اچانک کسی تیز رفتار لٹو کی طرح گھومنا شروع ہو گیا۔ عمران نے اپنے ذہن کو قابو میں رکھنے کے لئے اسے بیلنک کرنے کی بھی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش بھی بے سود ثابت ہوئی اور اس کے ذہن پر یکلخت سیاہ چادر سی پھیلتی چلی گئی۔ پھر جس طرح تیزی سے سیاہ چادر پھیلی تھی اسی تیزی سے سمٹتی بھی چلی گئی اور عمران کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ اس نے اپنی قوت سے اپنے ذہن کو قابو میں کر لیا ہے اور گیس کے

اثرات ختم ہو گئے ہیں لیکن دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ پوری طرح ذہن کے بیدار ہوتے ہی وہ یہ دیکھ کر اچھل پڑا تھا کہ وہ ہوٹل لارڈ کے بند کمرے کی بجائے کسی جزیرے کی چٹانوں پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے ذہن میں حیرت کی شدت سے دھماکے سے ہونے لگ گئے تھے۔ وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ حیرت کی شدت سے مسخ سا نظر آ رہا تھا۔ وہ اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔ اسے خیال آیا کہ وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے بازو پر چٹکی بھری اور پھر درد ہونے پر وہ ایک بار پھر اچھل پڑا۔ اب اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ واقعی حقیقت ہے۔ اس کے باقی ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی چٹانوں پر پڑے نظر آ رہے تھے اور وہ بے ہوش تھے۔ یہ جزیرہ چھوٹا سا تھا اور چاروں طرف سمندر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ جزیرے پر صرف جھاڑیاں ہی تھیں اور کوئی درخت نہ تھا۔ عمران اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو چیک کیا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے ساتھی جلد ہی ہوش میں آنے کی کیفیت میں نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ وہ ان کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو وہ آگے بڑھا اور اس نے جزیرے کو چیک کرنے کا سوچا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد جب وہ جزیرے کا راؤنڈ لگا کر واپس آیا تو اس کے سارے ساتھی نہ صرف اٹھ کر بیٹھے ہوئے تھے بلکہ عمران کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

"عمران صاحب۔ یہ کیا ہے۔ ہم کہاں ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"کسی جزیرے پر ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"لیکن ہم تو ہوٹل میں تھے"...... نعمانی نے کہا۔

"ہاں۔ تھے تو وہیں لیکن میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ آخر ہمیں وہاں بے ہوش کر کے یہاں پہنچانے کی تکلیف کیوں گوارہ کی گئی ہے۔ اس کی وجہ جبکہ وہ زیادہ آسانی سے ہمیں ہلاک کر سکتے تھے یا کسی ٹارچر روم میں پہنچا دیتے۔ آخر یہاں انہوں نے ہمیں کیوں بھجوایا ہے"...... عمران نے کہا لیکن ظاہر ہے کسی کے پاس بھی اس کی بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ عمران نے اپنی جیبوں کی تلاشی لی تو اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کی جیبیں بالکل خالی تھیں اور کلائی پر موجود گھڑی تک غائب تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں اس لئے بھجوایا گیا ہے کہ ہم لوگ یہاں بھوک پیاس سے خود ہی ہلاک ہو جائیں گے ورنہ ہمیں یہاں پہنچانے کا اور کوئی مقصد نہیں ہے"...... نعمانی نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے۔ میں اس ٹاپو کا راؤنڈ لگا چکا ہوں۔ یہاں پانی کا بھی کوئی چشمہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی پھل دار درخت یا جھاڑی ہے اور چاروں طرف تاحد نظر سمندر ہے اس لئے یہاں کسی کے آنے کا بھی کوئی تصور نہیں ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹرانسمیٹر ہوتا تب بھی بات بن جاتی۔ اب کیا کرنا ہو گا"۔

صدیقی نے کہا۔

" ظاہر ہے سوائے انتظار کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مچھیرے یہاں سے گزرتے ہوں"...... عمران نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ مچھیروں کی بات سن کر ان سب کے چہروں پر امید کی روشنی نمودار ہو گئی تھی۔ اس وقت دس گیارہ بجے کا وقت تھا کیونکہ عمران اور اس کے ساتھی صبح سویرے کافرستان پہنچے تھے اور پھر ہوٹل میں ایک ڈیڑھ گھنٹے کے اندر ہی انہیں بے ہوش کر کے یہاں پہنچا دیا گیا تھا۔

" عمران صاحب۔ حالات بے حد نازک ہیں۔ اگر ہم یہاں بیٹھے انتظار کرتے رہے تو واقعی ہمارا عبرتناک حشر ہو گا۔ ہمیں تیر کر کسی طرح بھی کسی آباد جزیرے یا ساحل تک پہنچنا ہو گا"...... اس بار چوہان نے کہا۔

" تمہیں معلوم ہے کہ یہ جزیرہ ساحل سے یا دوسرے جزیروں سے کتنی دور ہے اور یقیناً انہوں نے اگر ہمیں یہاں اس مقصد کے لئے پہنچایا ہے تو پھر انہوں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر اس جزیرے کا انتخاب کیا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

" چلیں اب تو آپ بتا دیں کہ ہمارا مشن کیا ہے تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو سکے کہ ہمیں یہاں پہنچانے والے کون ہیں"...... صدیقی نے کہا تو اس بار عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

" ہاں۔ اب ظاہر ہے قصہ گوئی کے علاوہ ہم اور کر بھی کیا سکتے

ہیں۔ اب واقعی اس قصے کو سنا دینا چاہئے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے شروع سے اب تک کے تمام حالات تفصیل سے بتا دیئے۔

" اوہ۔ تو آپ یہاں سیٹھ پرشاد کے گروپ سے وہ معدنیات واپس لینے آئے تھے"...... صدیقی نے کہا۔

" ہاں۔ سیٹھ پرشاد سے بات کرنی تھی اور میں نے بھی جب راجو کی آواز میں فون کیا تھا تو میری بات سیٹھ پرشاد سے ہو گئی تھی۔ اس کے بعد پھر سیٹھ پرشاد سے بات نہیں ہو سکی لیکن یہ بات بہرحال یقینی تھی کہ لارڈ ہوٹل کا تعلق سیٹھ پرشاد سے لازماً ہے اور رام گوپال ہر صورت میں اس میں ملوث ہے۔ میں نے جب معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ رام گوپال کہیں گیا ہوا ہے اور کسی بھی وقت اس کی واپسی ہو سکتی ہے اس لئے میں نے ایک ویٹر کو رقم دے کر یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ جیسے ہی رام گوپال واپس آئے وہ مجھے اس کی آمد کی اطلاع دے دے لیکن اطلاع آنے سے پہلے ہم یہاں پہنچا دیئے گئے"...... عمران نے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ ہماری یہاں آمد کا اس سیٹھ پرشاد گروپ کو بخوبی علم ہو گیا تھا۔ لیکن کیسے۔ آپ تو میک اپ میں تھے اور ہمیں ظاہر ہے وہ لوگ نہیں جانتے"...... صدیقی نے کہا۔

" جہاں تک میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ ٹائیگر ہے۔ دراصل بنیادی غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ مجھے اس بات کا خیال ہی نہیں آیا کہ

ٹائیگر کو زیر زمین دنیا کے لوگ بھی جانتے ہیں اور پھر اس کے حوالے سے مجھے بھی پہچانتے ہوں گے اور جب میں اور ٹائیگر راجو کے پاس گاربان گئے تو میں نے میک اپ کیا ہوا تھا جبکہ ٹائیگر اصل شکل میں تھا اور اب بھی ٹائیگر اپنی اصل شکل میں یہاں آیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے باس۔ میرا بھی یہی خیال ہے لیکن باس یہ کام اس سیٹھ پرشاد گروپ کا نہیں ہو سکتا"...... اب تک خاموش ٹائیگر نے اچانک بولتے ہوئے کہا تو عمران سمیت سب اس کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑے۔

"کیا مطلب۔ کیسے اندازہ لگایا ہے تم نے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ یہ لوگ گھٹیا مجرم ہیں۔ یہ ہمیں گولیوں سے بھون تو سکتے تھے لیکن اس طرح ہمیں بے ہوش کرنا اور پھر ہمیں صحیح سلامت وہاں سے نکال کر یہاں لا کر پھینک جانا یہ ان کی فطرت ہی نہیں ہے۔ یہ کام کسی اور گروپ کا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ۔ واقعی تمہاری بات مجھے درست لگتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ کام یقیناً اس انٹرنیشنل کارپوریشن یا رافٹ کارپوریشن کے ایجنٹوں کا ہو گا۔ وہ نہیں چاہتے ہوں گے کہ ہم یہ مال واپس لے جائیں"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن وہ بھی تو ہمیں ہلاک کر سکتے تھے۔ پھر یہ سب ڈرامہ کرنے

کا کیا مقصد ہوا"...... صدیقی نے کہا۔

"اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے صدیقی۔ ہمیں سب سے پہلے یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچنا ہو گا۔ اگر ہم زندہ بچ کر واپس پہنچ گئے تو پھر خود ہی چیک کر لیں گے کہ یہ حرکت کیوں اور کس نے کی ہے"...... چوہان نے کہا۔

"لیکن کیا سوچیں۔ بظاہر تو کوئی ذریعہ نظر نہیں آ رہا"۔ صدیقی نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا ہے"...... چوہان نے کہا اور سب چونک پڑے۔

"کون سا"...... عمران نے بھی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا کیونکہ واقعی اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی بھی یہاں سے نکلنے کا کوئی قابل عمل پلان نہ سوچ سکی تھی۔

"یہاں درخت تو سرے سے موجود ہی نہیں ہیں جن کی مدد سے ہم کشتی تیار کر سکیں۔ جھاڑیوں کو اس مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا اس لئے اب آخری حل یہی رہ گیا ہے کہ یہ جزیرہ چٹانی ہے۔ یہاں چھوٹی بڑی چٹانیں موجود ہیں۔ کسی بڑی سی چٹان کو سمندر میں ڈال کر اس پر سوار ہو جائیں۔ اس طرح ہم بہرحال کہیں نہ کہیں پہنچ جائیں گے"...... چوہان نے کہا۔

"لیکن ہم چٹان اکھاڑیں گے کس سے۔ کیا ناخنوں سے"۔ صدیقی نے کہا۔

"ویری گڈ چوہان۔ تم نے واقعی بہترین ترکیب سوچی ہے۔ ویری گڈ۔ میں نے جزیرے کا راؤنڈ لگایا ہے۔ دائیں ہاتھ پر اکھڑی ہوئی چٹانیں موجود ہیں"...... عمران نے تحسین بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن باس۔ چٹان تو سمندر میں ڈوب جائے گی"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اگر چٹان کی چوڑائی کافی سے زیادہ ہو گی تو وہ بہرحال مکمل طور پر نہیں ڈوبے گی البتہ سمندر کی لہریں اسے الٹا دیں تو دوسری بات ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی بڑی چٹان یہاں سے مل جائے گی"...... صدیقی نے کہا۔

"کوشش تو کی جا سکتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ"...... عمران نے کہا اور پھر وہ سب عمران کے پیچھے اس حصے کی طرف بڑھ گئے جہاں اکھڑی ہوئی چٹانوں کی بابت عمران نے بتایا تھا۔ یہاں واقعی کافی بڑی چھوٹی چٹانیں اکھڑی ہوئی پڑی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان چٹانوں کو باقاعدہ کسی خاص مقصد کے لئے رکھا گیا ہو لیکن پھر وہ آئیڈیا ڈراپ ہو گیا تو یہ چٹانیں اس حالت میں ہی پڑی رہ گئیں۔

"لیکن عمران صاحب چپوؤں کے بغیر ہم بے بس ہوں گے اور دوسری بات یہ کہ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ساحل یہاں سے کس طرف ہے"...... نعمانی نے کہا۔

"شہر کا نقشہ مجھے معلوم ہے۔ شہر سے سمندر مشرق کی طرف ہے اس لئے ہم اگر مغرب کی طرف جائیں تو ساحل تک پہنچ سکتے ہیں لیکن

یہاں ہمارے پاس چپو بھی نہیں ہیں اور نہ ہی ہم پانی کی رو کے خلاف چٹان پر کوئی جدوجہد کر سکتے ہیں اس لئے ہم نے اس چٹان پر بیٹھ کر بس آگے بڑھنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی کشتی یا جہاز ہمیں چیک کر لے گا اور ہم بچ جائیں گے"...... عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ پھر ایک کافی بڑی چٹان منتخب کر لی گئی اور ان سب نے مل کر اسے ہلایا اور گھسیٹتے ہوئے کنارے پر لے جا کر اسے سمندر میں ڈالا۔ چٹان پہلے تو کافی حد تک ڈوبتی چلی گئی لیکن پھر وہ رک گئی اور تیرنے لگی۔

"اب ہمارے وزن سے بھی یہ کچھ مزید ڈوبے گی لیکن بہرحال پانی سے اس کی سطح کافی اونچی رہے گی۔ آؤ لیکن احتیاط سے"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے چٹان پر قدم رکھے۔ چٹان نے تیز حرکت کی لیکن عمران نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور پھر ایک ایک کر کے وہ سب چٹان پر پہنچ گئے۔ اب چٹان کا کنارہ تھوڑا سا سمندر کی سطح سے اونچا تھا ورنہ باقی ساری چٹان سمندر کے اندر ڈوبی ہوئی تھی۔ ویسے انہیں واقعی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سمندر کی سطح پر بیٹھے ہوئے ہوں۔ انہوں نے بیٹھنے کی جگہ کا انتخاب اس انداز میں کیا تھا کہ چٹان الٹ نہ سکے۔ چٹان اب آہستہ آہستہ جزیرے کے کنارے سے دور ہوتی جا رہی تھی اور پھر کافی دور جا کر اس کی رفتار نہ صرف یکلخت تیز ہو گئی بلکہ اب سمندر کی لہریں بھی اسے اچھالنے لگ گئی تھیں۔

"اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ چٹان جس طرف جا رہی ہے وہاں سمندری

طوفان ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم ساحل سے بہرحال بہت دور نہیں ہیں ورنہ سمندر پرسکون ہوتا"...... عمران نے کہا۔

"اب تو ظاہر ہے ہم سمندر کے رحم و کرم پر ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"اور سمندر کس کے رحم و کرم پر ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب"...... چوہان نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سمندر ہو یا ہم۔ سب ہی اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے سمندر بھی اس کے رحم و کرم کا محتاج ہے اور اس کا حکم ہے کہ کوشش کرو۔ چنانچہ ہم نے کوشش کر لی ہے۔ اب وہ خود ہی ہم پر رحم کرے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ واقعی آپ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن میں تو صرف محاورتاً ایسا کہہ رہا تھا"...... چوہان نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور پھر اس طرح باتیں کرتے وہ آگے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ اچانک دور سے ایک پہاڑ جیسی لہر انتہائی تیزی سے آتی دکھائی دی۔

"سنبھل جاؤ"...... عمران نے کہا اور وہ سب چھپکلیوں کے سے انداز میں چٹان پر سینے کے بل گر کر چمٹ سے گئے لیکن دوسرے لمحے چٹان اس طرح اوپر ہوا میں اٹھتی چلی گئی جیسے کسی دیو نے اسے اٹھا کر فضا میں بلند کر دیا ہو اور پھر یکلخت عمران بھی اور اس کے ساتھی

بھی سب واقعی چھت سے گرنے والی چھپکلیوں کی طرح سمندر میں گرتے چلے گئے۔ ان کے بعد پانی میں زوردار چھپاکے سے چٹان گری اور اس نے تیزی سے پلٹنیاں کھانی شروع کر دیں۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی خوفناک لہروں میں مسلسل قلابازیاں کھا رہے تھے۔ لہریں واقعی طوفانی ہو گئی تھیں۔

"ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لو۔ چٹان تو نجانے کہاں گئی"۔ عمران نے سر پانی سے باہر نکالتے ہی چیخ کر کہا اور پھر آہستہ آہستہ انہوں نے ایک ایک کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے لیکن طوفان لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اور پھر یکلخت خوفناک جھٹکوں کی وجہ سے ان کے ہاتھ ایک دوسرے سے چھوٹ گئے اور وہ سب واقعی اس بار سمندر کی خوفناک لہروں کے ساتھ حقیر تنکوں کی طرح بہتے چلے گئے۔ عمران نے اپنے آپ کو سنبھالنے اور اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ رکھنے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود۔ سمندر نے اس کی یہ کوشش بھی کامیاب نہ ہونے دی تھی ہر طرف طوفانی لہریں تھیں اور اسے اپنا کوئی ساتھی بھی ان لہروں میں ڈوبتا ابھرتا نظر نہ آ رہا تھا۔

"یا اللہ تو رحیم و کریم ہے۔ تو ہی بچانے والا ہے۔ تو رحم فرما"۔ عمران کے دل سے فوراً ہی دعا نکلنی شروع ہو گئی اور پھر وہ واقعی خشوع و خضوع سے مسلسل دعائیں کرتا رہا۔ آہستہ آہستہ سمندر پرسکون ہوتا چلا گیا اور عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا لیکن دور دور تک کوئی آدمی اسے

تیرتا ہوا نظر نہ آ رہا تھا۔ اب تو وہ جزیرہ بھی نظروں سے غائب ہو چکا تھا اور پھر اچانک اسے دور ایک سیاہ رنگ کی لکیر سی نظر آنا شروع ہو گئی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ کیونکہ وہ کوئی بحری جہاز بھی ہو سکتا تھا اور کوئی دوسرا جزیرہ بھی۔ پانی کا بہاؤ اس سیاہ لکیر کی طرف ہی تھا اور عمران اسی طرف تیر کر جا رہا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی اس کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گئی کیونکہ یہ سیاہ لکیر اب واضح ہو چکی تھی۔ یہ ایک جزیرہ تھا جس پر اونچے اونچے درختوں کا گھنا جنگل سا تھا۔ عمران پانی کی رو کے ساتھ ساتھ خود بخود اس جزیرے کی طرف تیرتا ہوا بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ البتہ اس کے ذہن میں مسلسل اپنے ساتھیوں کے بارے میں خیالات ابھرتے چلے آ رہے تھے۔ پھر وہ یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا تھا کہ جس طرح وہ اس جزیرے تک آ پہنچا ہے اسی طرح لازماً اس کے ساتھی بھی کسی نہ کسی انداز میں جزیرے تک پہنچ جائیں گے۔ اسے ان کے ڈوبنے کا خطرہ اس لئے نہ تھا کہ وہ سب ماہر تیراک تھے۔ اسے صرف اتنا خطرہ تھا کہ طوفانی لہروں میں اگر وہ کسی اور طرف نکل گئے ہوں گے تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہ اس جزیرے کی طرف نہ آ سکیں اور کسی اور طرف کھلے سمندر میں جا پہنچیں اور ایسی صورت بہرحال خطرناک تھی کیونکہ انسان آخر کب تک اور کس حد تک تیر سکتا تھا لیکن وہ بہرحال ناامید نہیں تھا۔ اسے امید تھی کہ اس کے ساتھیوں پر ضرور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے گا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ جزیرے تک پہنچ گیا

اور پھر جب وہ جزیرے پر چڑھا تو اس کا پورا جسم پکے ہوئے پھوڑے سے بھی زیادہ درد کر رہا تھا اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم سے کسی نے توانائی کو اس طرح نچوڑ لیا ہو جیسے شہد کے چھتے سے شہد نچوڑ لیا جاتا ہے اور وہ بے اختیار وہیں کنارے پر ہی بے سدھ ہو کر لیٹ گیا۔

خاصی بڑی اور جدید انداز کی لانچ خاصی تیز رفتاری سے سمندر کی سطح پر تیرتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ لانچ میں ایک فکسڈ کرسی پر رام گوپال بیٹھا ہوا تھا جبکہ چار مسلح آدمی اس کی سائیڈوں میں کھڑے تھے۔

"تم نے مچھیروں کو پیغام بھجوا دیا تھا شیر سنگھ کہ وہ کار کی جزیرے کی طرف نہ جائیں"...... اچانک رام گوپال نے ایک مسلح نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... اس نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او کے"...... رام گوپال نے کہا اور پھر دور انہیں وہ جزیرہ نظر آنے لگ گیا۔ لانچ اس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"تم سب نے پوری طرح ہوشیار رہنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ ہلاک نہ ہوئے ہوں کیونکہ یہ ایجنٹ ٹائپ لوگ انتہائی سخت

جان ہوتے ہیں۔ اس صورت میں تمہیں ان پر فائر کھولنا ہو گا"۔ رام گوپال نے ایک بار پھر وہاں موجود مسلح افراد سے کہا۔

"یس باس"...... ان سب نے کہا اور رام گوپال نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ اپنے انتظامات پر پوری طرح مطمئن ہو گیا ہو۔ لانچ خاصی تیز رفتاری سے جزیرے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ جزیرے کے کنارے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

"جاؤ جا کر ان کی لاشیں چیک کرو"...... رام گوپال نے کہا تو وہ چاروں اچھل کر جزیرے پر چڑھ گئے۔ لانچ کیپٹن نے لانچ کو ایک چٹان سے ہک کر دیا تھا۔ رام گوپال کرسی پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"باس۔ یہاں تو کوئی آدمی نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی لاش ہے"۔ اچانک ایک آدمی نے جسے رام گوپال نے شیر سنگھ کہہ کر پکارا تھا کنارے پر آ کر کہا تو رام گوپال ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا مطلب۔ یہ کیا کہہ رہے ہو"...... رام گوپال نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ کر وہ جزیرے پر چڑھ گیا۔

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے باس"...... شیر سنگھ نے کہا اور رام گوپال نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ پھر اس نے واقعی اس چھوٹے سے جزیرے کے ایک ایک چپے کو چیک کر لیا۔

"کیا مطلب۔ یہ کہاں جا سکتے ہیں۔ ان کے پاس تو یہاں سے جانے کا کوئی ذریعہ بھی نہ تھا"...... رام گوپال نے کہا۔

"ہو سکتا ہے باس کہ کوئی جہاز اس طرف آنکلا ہو یا انہوں نے اسے اشارہ کیا ہو"...... ایک اور آدمی نے کہا۔

"نہیں۔ ادھر دور دور تک کسی جہاز کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ کوئی اور چکر ہے"...... رام گوپال نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

"باس۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تیر کر نکل گئے ہوں"...... شیر سنگھ نے کہا۔

"احمق تو نہیں ہو گئے۔ ہم لانچ پر دو گھنٹوں میں یہاں پہنچے ہیں اور وہ تیر کر کیسے ساحل تک پہنچ سکتے ہیں"...... رام گوپال نے کہا۔

"باس۔ کہیں یہ لوگ تیرتے ہوئے کاسوکا نہ پہنچ گئے ہوں۔ وہی جزیرہ اس جزیرے سے سب سے قریب ہے"...... ایک اور آدمی نے کہا۔

"لیکن وہ بھی تو کافی دور ہے۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ وہاں بھی چیک کر لیتے ہیں۔ یہ سیکرٹ ایجنٹ واقعی انتہائی سخت جان ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تیرتے ہوئے واقعی وہاں پہنچ گئے ہوں"۔ رام گوپال نے کہا اور واپس اس طرف کو مڑ گیا جدھر لانچ موجود تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد لانچ ایک بار پھر سمندر میں تیرتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"باس۔ اگر یہ لوگ وہاں زندہ پہنچ گئے تو پھر یہ یقیناً ابھی تک زندہ ہوں گے"...... شیر سنگھ نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے کیونکہ وہاں پانی کے چشمے بھی ہیں اور پھل دار درخت بھی۔ لیکن اب وہ زندہ نہ بچیں گے"...... رام گوپال نے کہا۔

"باس۔ اگر انہیں وہاں ہوٹل میں ہی گولی مار دی جاتی تو آپ کو اتنی پریشانی تو نہ اٹھانی پڑتی"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد شیر سنگھ نے کہا۔ وہ شاید رام گوپال کا منہ چڑھا بھی تھا۔

"چیف انہیں ہلاک نہ کرانا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ یہ اس انداز میں ہلاک ہوں کہ پاکیشیا حکومت کو بھی شک نہ پڑ سکے کہ انہیں ہلاک کیا گیا ہے اس لئے میں نے انہیں تجویز دی تھی لیکن اب مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ لوگ اس طرح غائب ہو جائیں گے۔ مجھے تو سو فیصد یقین تھا کہ اب تک بھوک پیاس سے یہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ آج دو روز ہو گئے ہیں انہیں یہاں پہنچے ہوئے"...... رام گوپال نے جواب دیا اور اس بار شیر سنگھ خاموش ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ جزیرہ نظر آنا شروع ہو گیا جس کی طرف وہ جا رہے تھے۔ یہ خاصا بڑا جزیرہ تھا اور اس پر اونچے اونچے درختوں کا گھنا جنگل بھی تھا۔

"ہوشیار ہو جاؤ"...... رام گوپال نے جزیرے کے قریب پہنچ کر شیر سنگھ اور دوسرے مسلح افراد سے کہا۔

"ہم پوری طرح ہوشیار ہیں باس"...... شیر سنگھ نے جواب دیا اور پھر جلد ہی لانچ جزیرے کے کنارے سے جا لگی۔ اس بار رام

گوپال شیر سنگھ اور پھر دوسرے مسلح افراد کے ساتھ جزیرے پر چڑھا۔
اس کے ہاتھ میں بھی مشین پسٹل موجود تھا۔

"پھیل کر چیک کرو۔ جو نظر آئے اڑا دو"...... رام گوپال نے کہا
اور شیر سنگھ اور اس کے ساتھی علیحدہ علیحدہ ہو کر آگے بڑھتے چلے گئے۔
وہ بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ گو انہیں معلوم تھا کہ ان
پاکیشیائی ایجنٹوں کے پاس اسلحہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان
کے ذہنوں پر خوف کا تاثر موجود تھا لیکن تھوڑی دیر بعد پورے
جزیرے کا چکر لگانے کے بعد انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ جزیرہ بھی خالی
ہے۔ وہاں پر کوئی آدمی نہ تھا اور نہ ہی کوئی لاش نظر آئی تھی۔

"یہ لوگ یہاں نہیں آئے باس"...... شیر سنگھ نے کہا۔

"تو پھر کہاں گئے۔ حیرت ہے کیا یہ جن بھوت ہیں کہ اچانک
غائب ہو گئے ہیں"...... رام گوپال نے انتہائی حیرت بھرے لہجے
میں کہا۔

"باس۔ یہ لوگ یہاں رہے ہیں"...... اچانک ایک طرف سے
ایک آدمی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو وہ سب دوڑتے ہوئے اس
طرف بڑھنے لگے۔

"کیا ثبوت ہے مہادیو"...... رام گوپال نے اس آدمی کے قریب
جا کر کہا۔

"یہ دیکھیں باس۔ یہاں پھلوں کے بچے ہوئے ٹکڑے موجود ہیں۔
اور یہاں ایسے نشانات بھی ہیں جیسے بہت سے لوگ یہاں بیٹھ کر

پھل کھاتے رہے ہوں"...... اس آدمی نے جواب دیا۔ وہاں واقعی
کھائے ہوئے پھلوں کے بچے ہوئے حصے کافی تعداد میں پڑے ہوئے
تھے۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ یہ لوگ واقعی یہاں پہنچے ہیں اور پھر کسی
بھی اور ذریعے سے یہاں سے بھی نکل گئے ہیں"...... رام گوپال نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس۔ یہ لوگ یقیناً یہاں سے تیرتے ہوئے آگے بڑھے ہوں
گے اور آگے چونکہ کوئی اور جزیرہ نہیں ہے اس لئے یہ لازماً ڈوب گئے
ہوں گے"...... مہادیو نے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ ایسا ہی ہوا ہے"...... رام
گوپال نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے
اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی لانچ واپس جا رہی تھی۔ رام گوپال کرسی
پر بیٹھا اب یہی سوچ رہا تھا کہ وہ سیٹھ بابو کو کیا بتائے گا اور پھر اس
نے اچانک ایک فیصلہ کر لیا اور اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر
آئی۔

"سنو شیر سنگھ۔ اگر تم سے کوئی پوچھے تو تم نے اسے یہی بتانا
ہے کہ چھوٹے جزیرے پر ان لوگوں کی لاشیں پڑی تھیں جنہیں سمندر
میں پھینک دیا گیا ہے"...... رام گوپال نے کہا۔

"یس باس۔ ایسا ہی ہوا ہے"...... شیر سنگھ نے اپنے ساتھیوں
کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... باقی سب نے بھی بیک آواز ہو کر کہا اور رام گوپال نے اطمینان بھرے انداز میں سرہلا دیا۔ ویسے گو ان کی لاشیں نہ مل سکی تھیں لیکن اسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ بہرحال سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو چکے ہیں اس لئے وہ بھی پوری طرح مطمئن تھا۔

عمران کافی دیر تک جزیرے کے ساحل پر چت لیٹا رہا۔ پھر جب اس کی حالت قدرے ٹھیک ہو گئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اس انداز میں ادھر ادھر دیکھا جیسے اس کا خیال ہو کہ اس کے ساتھی یہاں موجود ہوں گے لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا جزیرے کی اندرونی طرف بڑھنے لگا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس کے کانوں میں اچانک ایک انسانی آواز پڑی تو جیسے اس کے جسم میں یکلخت برقی توانائی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھتا چلا گیا جدھر سے آواز سنائی دی تھی اور پھر اس کے چہرے پر یکلخت اطمینان بھری مسکراہٹ تیرنے لگی کیونکہ جزیرے کی اس سمت ساحل کے ساتھ اس کے سارے ساتھی بالکل اسی طرح چت لیٹے ہوئے تھے جیسے پہلے وہ لیٹا ہوا تھا۔ اسی لمحے نعمانی کے منہ سے کراہ کی آواز نکلی تو عمران

سمجھ گیا کہ پہلے بھی نعمانی ہی کراہا ہو گا۔ باقی ساتھی خاموش پڑے ہوئے تھے۔

" تو پاکیشیا سیکرٹ سروس آرام فرما رہی ہے "....... عمران نے قریب جا کر کہا تو اس کی آواز نے اس کے ساتھیوں پر بالکل ویسا ہی اثر کیا جیسا نعمانی کی کراہ نے عمران پر کیا تھا۔ وہ سب ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ نعمانی نے بھی اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ پھر گر گیا تھا۔

" کیا ہوا ہے تمہیں نعمانی "....... عمران نے اسے اس انداز میں گرتے دیکھ کر انتہائی پریشانی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

" میری ریڑھ کی ہڈی میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے عمران صاحب۔ شدید ترین درد ہو رہا ہے اور مجھ سے بیٹھا بھی نہیں جا رہا "۔ نعمانی نے کہا تو عمران نے اسے پلٹ دیا اور پھر اس نے ہتھیلی اس کی پشت پر رکھ کر اس کی چیکنگ شروع کر دی اور پھر جیسے ہی اس نے ایک جگہ انگلی رکھی تو نعمانی کے منہ سے تیز کراہیں نکلنا شروع ہو گئیں۔

" تمہیں چوٹ لگی ہے اور رگ بند ہو گئی ہے۔ ایک منٹ پڑے رہو۔ ہلنا نہیں "....... عمران نے اس کے ساتھ ہی اکڑوں بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رگ کے اس حصے پر جو گہرا نیلا نظر آ رہا تھا، کی دونوں اطراف میں اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور پھر انہیں مخصوص انداز میں حرکت دینا شروع کر دی۔ نعمانی کے منہ سے مسلسل کراہیں نکل رہی تھیں لیکن عمران اپنے کام میں مصروف رہا۔ نیلے

رنگ کا دھبہ اب آہستہ آہستہ سکڑتا چلا جا رہا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد نعمانی کے حلق سے کراہیں نکلنا بند ہو گئیں اور وہ نیلا دھبہ بھی غائب ہو گیا لیکن عمران کچھ دیر مزید مالش کرتا رہا پھر اس نے ہاتھ اٹھا لیئے۔

" ٹھیک ہے۔ اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ اب کیا محسوس کر رہے ہو "۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور نعمانی آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ مسرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

" اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں عمران صاحب۔ ورنہ جس قدر شدید درد تھا۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب باقی زندگی معذوری کی حالت میں ہی گزرے گی "....... نعمانی نے کہا۔

" نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ویسے بھی تم چند گھنٹوں کے بعد خود بخود ٹھیک ہو جاتے۔ لیکن ایک بات میری سن لو۔ آئندہ اگر میں نے تمہارے منہ سے اس طرح کی کراہیں سنیں تو پھر چاہے تم فور سٹارز کے ممبر ہو یا سیکرٹ سروس کے تم واقعی ناکارہ ہو جاؤ گے۔ سمجھے "....... عمران کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا تھا۔

" اوہ۔ سوری عمران صاحب۔ میں آئندہ خیال رکھوں گا۔ دراصل مجھے آپ کی یہاں موجودگی کا تصور بھی نہ تھا ورنہ شاید میں نہ کراہتا "....... نعمانی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

" میں اپنے سے نہیں کہہ رہا تھا۔ مجھے تو کراہنے کی آواز بہت پسند

ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میوزک بج رہا ہو۔ میں تو تمہیں اس لئے کہہ رہا تھا کہ انسان کے اندر جتنی زیادہ سے زیادہ قوت برداشت ہو سکتی ہے اس سے بھی کئی گنا زیادہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کے اندر ہونی چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ فور سٹارز کے ممبر کو دھمکیاں دے رہے ہیں اور وہ بھی باس کے سامنے"...... صدیقی نے کہا۔

"اور جب باس کے سامنے ممبر صاحب پڑے کراہ رہے تھے تب"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ ہمارا داخلی معاملہ ہے"...... صدیقی نے جواب دیا اور اس بار عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ نے ہم سے پوچھا نہیں کہ ہم یہاں کیسے پہنچ گئے"...... اس بار چوہان نے کہا۔

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے میری دعا قبول کر لی۔ اب چاہے تم اڑ کر آئے ہو یا تیر کر اس سے کیا فرق پڑتا ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"اور ہم جو آپ کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اس کا کیا ہو گا"...... صدیقی نے کہا۔

"اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ تمہیں دربان نہیں روکے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دربان نہیں روکے گا۔ کیا مطلب"...... صدیقی نے کہا۔ اس کے ساتھی بھی چونک پڑے تھے۔

"ہمارا ایک شاعر اپنے محبوب سے ملنے گیا تو اس کے دربان نے اسے روک لیا۔ شاعر صاحب کو جتنی بھی دعائیں یاد تھیں وہ اس نے دربان کو دے دیں تو دربان نے اسے محبوب تک جانے کی اجازت دے دی اور جب شاعر صاحب محبوب کے پاس پہنچے تو اس نے گالیاں دینا شروع کر دیں جس پر مہذب شاعر صاحب نے بڑے بے بس سے لہجے میں کہا کہ اب میں محبوب کی گالیوں کا کیا جواب دوں کیونکہ جتنی دعائیں یاد تھیں وہ تو دربان کی نذر ہو گئیں"...... عمران نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ یعنی گالیوں کے جواب میں بھی شاعر صاحب دعائیں دینا چاہتے تھے"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تہذیب تو اسی کا نام ہے۔ اماں بی کہا کرتی ہیں کہ گندگی سے گندگی نہیں دھلا کرتی۔ صاف پانی سے گندگی دھلتی ہے"۔ عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"یہ تو واقعی درست ہے۔ تو آپ کا مطلب ہے کہ ہم نے جو دعائیں آپ کے لئے مانگی تھیں وہ تو دربان کی نذر ہو گئیں اور آپ نے اب چونکہ ہمیں گالیاں دینی ہیں اس لئے آپ کو گالیوں کے جواب میں ہمیں دعائیں دینی چاہئیں۔ ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے کیونکہ واقعی صاف پانی سے گندگی دھل سکتی ہے"...... صدیقی نے

کہا تو عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"واہ۔ کیا خوبصورت طنز کیا ہے تم نے۔ لطف آ گیا۔ لیکن میں بھلا گالیاں کیسے دے سکتا ہوں"...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ نے نعمانی کو جس انداز میں ڈانٹا ہے اس کے بارے میں کہہ رہا تھا"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب درست کہہ رہے تھے۔ مجھے اب واقعی اپنے آپ پر شرمندگی ہو رہی ہے"...... نعمانی نے کہا۔

"چلو یہ معاملہ تو ختم ہوا۔ بہرحال تم مجھے نظر تو نہیں آئے تھے۔ کتنی دیر ہوئی ہے تمہیں یہاں پہنچے ہوئے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں تو کافی دیر ہو گئی ہے۔ آپ ہم سے بچھڑ گئے تھے جبکہ ہم خوش قسمتی سے اکٹھے ہو گئے تھے اور پھر ہم سب ایک دوسرے کو سہارا دے کر تیرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے۔ آپ کی طرف سے ہمیں فکر تو بہرحال تھی لیکن ہمیں یہ یقین تھا کہ آپ آسانی سے مرنے والوں میں سے نہیں"...... صدیقی نے کہا اور پھر خود ہی وہ اپنی بات پر ہنس پڑا اور اس کے فقرے کے اس آخری حصے پر عمران بھی ہنس پڑا۔

"بہرحال اللہ تعالیٰ کا واقعی فضل ہو گیا ہے ورنہ جس طرح ہم طوفان میں پھنسے ہوئے تھے ہمارا خاتمہ بالخیر یقینی تھا لیکن اب پھر ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ یہاں درخت اور مضبوط بیلیں موجود ہیں۔ ہم بیلوں کی مدد سے درختوں کے تنوں کو آپس میں باندھ کر انہیں کشتی کی شکل دے سکتے ہیں اور پھر چپو بھی بن سکتے ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"لیکن ہم درختوں اور بیلوں کو کاٹیں گے کیسے۔ کیا دانتوں سے"۔ عمران نے کہا۔

"سوکھے درختوں کے تنے یقیناً مل جائیں گے یہاں سے"۔ خاور نے کہا۔

"نہیں۔ میں نے اب تک تو کہیں بھی کوئی سوکھا درخت نہیں دیکھا۔ البتہ سوکھی جھاڑیاں یہاں موجود ہیں"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ پتھروں کے اوزار بنائے جا سکتے ہیں"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"یہاں اس جزیرے پر چٹانیں نہیں ہیں زمین ہے اس لئے پتھر اس چھوٹے جزیرے سے لانے پڑیں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار خاموش ہو گیا۔

"عمران صاحب۔ ضروری نہیں ہے کہ صرف بڑے بڑے تنوں کی مدد سے ہی کشتی بنائی جائے تنے کی موٹی شاخوں کو اگر کافی تعداد میں اکٹھا کر لیا جائے تو انہیں بیلوں کی مدد سے باندھ کر اور ان پر جھاڑیاں باندھ کر بھی کشتی تیار کر سکتے ہیں"...... چوہان نے کہا۔

"یہی تو مسئلہ ہے کہ ہمارے پاس ان شاخوں کو درختوں سے کاٹنے کے لئے کوئی بھی اوزار نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

" باس۔ ہم بہت سے لوگ ہیں۔ کسی شاخ پر بیٹھ کر اپنے وزن سے اسے توڑ سکتے ہیں"....... ٹائیگر نے کہا۔

" اوہ ہاں۔ یہ واقعی قابل عمل ترکیب ہے۔ گڈ شو۔ آؤ اب یقیناً کام بن جائے گا"....... عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو ٹائیگر کا چہرہ اپنی تجویز کی قبولیت پر بے اختیار کھل اٹھا اور پھر واقعی تھوڑی سی جدوجہد کے بعد انہوں نے درختوں کی کافی موٹی موٹی شاخوں کا ایک ڈھیر درختوں سے علیحدہ کر لیا۔ کسی شاخ پر وہ چڑھ کر بیٹھ جاتے اور اس طرح وزن پڑنے سے وہ شاخ درخت سے ٹوٹ جاتی اور کسی سے وہ لٹک جاتے۔ بہرحال تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور پھر انہوں نے بیلوں کو توڑنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد ان سب نے مل کر ان شاخوں کو مضبوط بیلوں کی مدد سے اس طرح باندھ دیا کہ باقاعدہ ایک کشتی تیار ہو گئی جس کے کنارے اس کی سطح سے کافی اونچے تھے اس کے لئے انہیں سائیڈوں پر شاخوں کے اوپر شاخوں کو رکھ کر بیلوں سے باندھنا پڑا تھا اور اس انداز میں شاخوں کو باندھ کر انہوں نے باقاعدہ اونچے کنارے بنا لئے تھے۔ ان شاخوں کے درمیان انہوں نے جھاڑیاں باندھی تھیں تاکہ سمندر کا پانی زیادہ مقدار میں کشتی کے اندر نہ آسکے۔ انہیں کشتی کی تیاری میں خاصا کام کرنا پڑا تھا اور انہوں نے جدوجہد کافی کی تھی اس لئے اب ان کی بھوک کافی سے زیادہ حد تک چمک پڑی تھی۔ چنانچہ انہوں نے وہاں موجود مختلف درختوں کے پھل چکھے اور جو

ایک سیب جیسے پھل کا ذائقہ انہیں پسند آیا تو انہوں نے کافی تعداد میں پھل توڑ لئے۔ چشمے کے قریب بیٹھ کر انہوں نے نہ صرف پیٹ بھر کر پھل کھائے بلکہ چشمے کا پانی بھی پی کر خوب سیراب ہو گئے۔

" آؤ۔ اب اپنے سفر وسیلہ ظفر پر روانہ ہو جائیں"....... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ انہوں نے چار پانچ شاخیں توڑ کر ان کے باقاعدہ چپو بنا لئے تھے۔ اس لئے ان سب نے مل کر یہ کشتی سمندر کی سطح پر رکھی اور پھر ایک ایک کر کے اس میں سوار ہو گئے۔ جھاڑیوں کے درمیان موجود سوراخوں سے پانی اندر آیا ضرور لیکن اس قدر زیادہ نہ تھا کہ ان کے لئے خطرہ بن سکتا اور پھر چپوؤں کی مدد سے وہ اس کشتی کو چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

" یہ ہم مغرب کی طرف ہی جا رہے ہیں اس لئے چپو چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کشتی خود ہی مطلوبہ سمت چل پڑے گی"۔ عمران نے کہا تو چپو اندر رکھ دیئے گئے۔ وہ سب کشتی کے کناروں پر پشت لگائے کشتی میں موجود تھے۔ چونکہ ان کے پیروں والی جگہ پر پانی بھرا ہوا تھا اس لئے وہ کشتی میں نہ بیٹھ سکتے تھے اور نہ لیٹ سکتے تھے البتہ انہیں یہ اطمینان ضرور تھا کہ محفوظ انداز میں سفر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے کسی نہ کسی مناسب جگہ پہنچ جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

" عمران صاحب۔ میرا سر چکرا رہا ہے اور ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو رہے ہیں"....... اچانک نعمانی کی آواز سنائی دی تو سب نعمانی کی طرف

متوجہ ہو گئے ۔ نعمانی کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور اس کا جسم کانپ رہا تھا اور چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

" اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا ہوا"....... عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر نعمانی کو سنبھالتے ہوئے کہا لیکن اس کے ساتھ ہی اسے خود اسی کیفیت کا احساس ہونے لگا جو کیفیت نعمانی نے بتائی تھی۔

" عمران صاحب۔ عمران صاحب کیا ہوا"....... چوہان کی آواز عمران کے کانوں میں آخری بار پڑی اور پھر اس کے ذہن نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

سیٹھ بابو اپنے مخصوص آفس میں موجود تھا کہ سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" یس۔ سیٹھ بابو بول رہا ہوں"....... سیٹھ بابو نے اپنی مخصوص باریک اور سیٹی بجاتی ہوئی آواز میں کہا۔

" رام گوپال بول رہا ہوں باس"....... دوسری طرف سے رام گوپال کی آواز سنائی دی تو سیٹھ بابو نے فون کے نچلے حصے پر انگوٹھا رکھ کر دبایا تو سرخ رنگ کا نقطہ سا چمکا اور پھر بجھ گیا۔

" ہاں۔ کیا رپورٹ ہے۔ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں"۔ سیٹھ بابو نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

" باس۔ تمام پاکیشیائی ایجنٹ ہلاک ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کی لاشیں سمندر میں پھنکوا دی ہیں"....... دوسری طرف سے رام گوپال نے کہا تو سیٹھ بابو بے اختیار اچھل پڑا۔

" اوہ۔ کیا واقعی۔ کس طرح۔ تفصیل بتاؤ"....... سیٹھ بابو نے تیز لہجے میں کہا۔

" باس۔ جیسا میں نے پہلے بتایا تھا کہ وہاں اس جزیرے میں نہ پانی کا چشمہ ہے اور نہ پھل دار درخت۔ ہم نے ان کو ہوٹل لارڈ میں بے ہوش کر کے وہاں جزیرے پر پھینک دیا۔ پھر دو روز گزرنے کے بعد ہم وہاں گئے تو وہاں ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ بھوک اور پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو چکے تھے۔ میں نے ان کی لاشیں اٹھوا کر سمندر میں پھینکوا دی اور واپس چلے آئے"....... رام گوپال نے بڑے مطمئن انداز میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" تم نے لاشیں کیوں پھینکوائیں۔ اب جب یہ سب غائب ہو جائیں گے تو پاکیشیا والے تو یہی سمجھیں گے کہ ہم نے انہیں ہلاک کیا ہے اور ان کی لاشیں غائب کر دی ہیں"....... سیٹھ بابو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" باس۔ ان کی لاشیں بہرحال کوسٹ گارڈز کو کہیں نہ کہیں تیرتی ہوئی مل جائیں گی۔ آپ بے فکر رہیں اور ویسے بھی پاکیشیا کو صرف اتنا ہی معلوم ہو گا کہ یہ سب ایئر پورٹ سے ہوٹل لارڈ پہنچے اور پھر غائب ہو گئے جبکہ ہم انہیں بتائیں گے کہ وہ یہاں آکر جلد ہی ہوٹل سے باہر چلے گئے تھے۔ اس کے بعد ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ اس طرح کسی کو ہم پر شک ہی نہیں پڑے گا"۔ رام گوپال نے کہا۔

" اوکے۔ ٹھیک ہے۔ چلو یہ خطرہ تو بہرحال ختم ہوا۔ میں چیف

باس کو رپورٹ دے دیتا ہوں"....... سیٹھ بابو نے کہا۔

" یس باس"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ بابو نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر واقعی گہرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

" اب مجھے سیٹھ پرشاد کو بھی اوپن کر دینا چاہئے تاکہ اس معدنیات کا سودا ہو سکے"....... سیٹھ بابو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے وہی سفید رنگ کے فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی تو سیٹھ بابو نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

" یس۔ سیٹھ بابو بول رہا ہوں"....... سیٹھ بابو نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

" مہا دیو بول رہا ہوں باس"....... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی تو سیٹھ بابو بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر فون کے نچلے حصے میں انگوٹھا رکھ کر دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا نقطہ چمک اٹھا۔

" کیوں کال کی ہے مہادیو"....... سیٹھ بابو نے کہا۔

" باس۔ رام گوپال نے آپ کو پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں رپورٹ دے دی ہو گی"....... مہادیو نے کہا۔

" ہاں۔ کیوں"....... سیٹھ بابو نے چونک کر کہا۔

" باس۔ رام گوپال نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اس لئے میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں"....... مہادیو نے کہا تو سیٹھ بابو محاورتاً

نہیں بلکہ حقیقتاً کرسی سے اچھل پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو مہادیو۔ رام گوپال نے مجھ سے غلط بیانی کی ہے"...... سیٹھ بابو نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے مہادیو کی بات پر یقین نہ آرہا ہو۔

"یس باس۔ میں آپ کو حقائق بتاتا ہوں"۔ مہادیو نے کہا اور پھر اس نے لانچ پر پہلے چھوٹے جزیرے پر جانے اور پھر بڑے جزیرے پر جانے اور پھر واپسی پر راستے میں رام گوپال کی طرف سے شیر سنگھ اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو دوہرا دی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹ وہاں سے غائب ہو گئے ہیں"...... سیٹھ بابو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ وہ انتہائی پراسرار انداز میں غائب ہو گئے ہیں حالانکہ نہ وہاں کشتی تھی اور نہ کوئی اور ذریعہ۔ بڑا جزیرہ چھوٹے جزیرے سے کافی فاصلے پر ہے اور پھر ان دونوں جزیروں کے درمیان سمندر میں اکثر خوفناک طوفان بھی آتے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ اس بڑے جزیرے پر پہنچے۔ وہاں ادھ کھائے ہوئے پھل موجود تھے جن سے ان کی وہاں موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر کسی پراسرار انداز میں غائب ہو چکے ہیں"...... مہادیو نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تم اس وقت کہاں ہو"...... سیٹھ بابو نے پوچھا۔

"میں ہوٹل راشیل سے کال کر رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سنو۔ رام گوپال نے مجھ سے غلط بیانی کر کے اپنے آپ کو موت کی سزا خود دے دی ہے لیکن اس سزا پر عمل درآمد تم نے کرنا ہے اور اس کے بعد تم نے مجھے کال کرنا ہے تاکہ میں تمہیں رام گوپال کی جگہ دے سکوں"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"بہت شکریہ باس"...... دوسری طرف سے مسرت بھرے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوا تو سیٹھ بابو نے طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"یہ لوگ کہاں غائب ہو گئے ہوں گے۔ یہ کہاں اور کیسے جا سکتے ہیں"...... سیٹھ بابو نے سوچنے کے سے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر سرخ رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور اس کے نیچے موجود سرخ رنگ کا بٹن اس نے پریس کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"بومل بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... سیٹھ بابو نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"اوہ۔ یس باس۔ حکم باس"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت انتہائی مودبانہ ہو گیا۔

"پاکیشیائی ایجنٹ ہمارے گروپ کے خلاف کام کرنے کافرستان آئے تھے۔ میں نے انہیں ہوٹل لارڈ سے بے ہوش کرا کر چھوٹے

جزیرے کار کی پہنچا دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ وہاں بھوک پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے لیکن اب اطلاع ملی ہے کہ وہ نہ صرف وہاں سے غائب ہو گئے ہیں بلکہ ان کی بڑے جزیرے کاسوکا میں موجودگی کی بھی اطلاع ملی ہے لیکن پھر وہ پہلے کی طرح وہاں سے بھی پراسرار انداز میں غائب ہو گئے ہیں۔ تم تمام مچھیروں کے سرداروں اور ان کی بستیوں سے معلومات حاصل کرو کہ کہیں یہ لوگ انہیں ملے تو نہیں یا انہوں نے انہیں دیکھا ہو۔ اسی طرح کوسٹ گارڈز آفس سے بھی معلومات حاصل کرو اور سنو اس سارے علاقے سے گزرنے والے تمام بحری جہازوں سے بھی معلومات حاصل کرو۔ میں زندہ یا مردہ ان کے بارے میں رپورٹ چاہتا ہوں"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"ان کی تعداد کتنی ہے باس اور دیگر تفصیلات کیا ہیں"۔ بومل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ان کی تعداد چھ ہے اور تمام مرد ہیں اور مقامی ہیں۔ بس اس سے زیادہ تفصیل کا مجھے علم نہیں ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"کافی ہے باس۔ میں ابھی معلومات حاصل کر کے آپ کے آفس کال کرتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور سیٹھ بابو نے رسیور رکھ دیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ بابو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... سیٹھ بابو نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بومل بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے بومل کی آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ کیا رپورٹ ہے"...... سیٹھ بابو نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ ان ایجنٹوں کے بارے میں معلومات مل گئی ہیں۔ یہ سب اس وقت ایک مال بردار ایکریمی بحری جہاز امپاک میں موجود ہیں۔ یہ بحری جہاز برما جا رہا ہے۔ وہ انہیں برما میں ہی ڈراپ کرے گا"...... بومل نے کہا۔

"کیوں۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں تمہاری بات"...... سیٹھ بابو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ یہ چھ آدمی درختوں کی موٹی شاخوں سے بنی ہوئی ایک کشتی میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ یہ کشتی سمندر میں تیرتی ہوئی جا رہی تھی کہ جہاز والوں نے اسے چیک کر لیا اور پھر جب انہوں نے اسے پکڑا تو اس میں موجود افراد بے ہوشی کے عالم میں پڑے دیکھے گئے۔ جہاز کے کیپٹن نے انہیں انسانی ہمدردی کی بنا پر اپنے جہاز پر اٹھوا لیا اور انہیں جہاز کے ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ وہاں کے ڈاکٹرز نے ان کا علاج کیا۔ ان کے معدوں میں زہریلے اثرات موجود تھے جنہیں ڈاکٹرز نے واش کر دیا اور انہیں ہوش تو آ گیا لیکن ان کی حالت کے پیش نظر انہیں طویل بے ہوشی کے انجکشن لگا کر بے ہوش کر دیا گیا ہے۔ یہ جہاز برما جا رہا ہے۔ وہ نہ واپس آ سکتا ہے اور

نہ رک سکتا ہے اس لئے جہاز کے کیپٹن نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ انہیں برما کی بندرگاہ راتھے میں وہاں کی پولیس کے حوالے کر دے گا"...... بومل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ میں سمجھ گیا۔ انہوں نے بڑے جزیرے پر پائے جانے والے زہریلے پھل گوتو کھائے ہوں گے۔ ان کا ذائقہ بہترین ہوتا ہے لیکن وہ کچھ دیر بعد معدے میں زہر پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر یہ جہاز انہیں نہ اٹھاتا اور ڈاکٹر ان کا علاج نہ کرتا تو ہمارا مقصد حل ہو جاتا۔ وہ اس کشتی میں ہی پڑے پڑے ہلاک ہو جاتے لیکن اب برما سے تو وہ پھر واپس آجائیں گے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"آپ انہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں باس"...... بومل نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس انداز میں کہ ان کی موت میں ہمارا ہاتھ ظاہر نہ ہو"...... سیٹھ بابو نے جواب دیا۔

" یہ تو بہت آسان کام ہے باس۔ وہاں برما میں ایسے گروپ موجود ہیں جنہیں ہائر کر لیا جائے تو وہ وہاں انہیں گولیوں سے اڑا دیں گے۔ اس طرح ہم پر کوئی الزام نہیں آئے گا کیونکہ برما ظاہر ہے آزاد ملک ہے اور مارنے والے بھی وہاں کے قبائلی لوگ ہوں گے"۔ بومل نے کہا۔

"کیا تمہارے وہاں کسی ایسے گروپ سے تعلقات ہیں جو انہیں وہیں بندرگاہ پر ہی گولیوں سے اڑا دیں کیونکہ وہ انتہائی تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں۔ اگر انہیں سنبھلنے کا معمولی سا موقع بھی مل گیا تو پھر

شاید انہیں ہلاک کرنا آسان نہ رہے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں باس۔ یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں"...... بومل نے کہا۔

" اوکے۔ معلوم کر کے مجھے بتاؤ کہ یہ جہاز کس وقت برمی بندرگاہ راتھے پر پہنچے گا اور ہاں تم نے کیسے جہاز کی اندرونی معلومات حاصل کر لیں"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

" باس۔ میں نے مچھیروں کے ساتھ ساتھ کوسٹ گارڈز کے آفس میں بھی اپنے خاص آدمیوں کو الرٹ کیا تھا۔ اس لئے جہاز والوں نے قانون کے مطابق کوسٹ گارڈز آفس میں اطلاع دی لیکن انہوں نے اس لئے اس اطلاع پر کوئی کارروائی نہ کی کیونکہ انہیں لمبی چوڑی بھاگ دوڑ کرنا پڑتی اس لئے انہوں نے سوچا کہ جب برمی پولیس انہیں اطلاع دے گی تو وہ پولیس سے انہیں حاصل کر لیں گے اور اس کے بعد ان کے بارے میں مزید کارروائی کریں گے"...... بومل نے کہا۔

" اوہ ٹھیک ہے۔ بہرحال تمہاری کارکردگی پر مجھے خوشی ہوئی ہے اس لئے تمہیں خصوصی انعام ملے گا"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

" بے حد شکریہ باس۔ ویسے مجھے معلوم ہے کہ یہ جہاز رات آٹھ بجے برما کی بندرگاہ پر پہنچے گا۔ کوسٹ گارڈز آفس نے مجھے خود بتایا تھا"...... بومل نے کہا۔

" ٹھیک ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

عمران کی آنکھیں کھلیں تو پہلے کچھ دیر تک تو اس کے ذہن پر دھند سی چھائی رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ اسے وہ لمحات یاد آگئے جب وہ اپنی بنائی ہوئی کشتی میں سوار سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک نعمانی کی طبیعت بگڑ گئی تھی اور اس نے جب نعمانی کو سنبھالنے کی کوشش کی تو اس کا اپنا ذہن بھی تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ وہ اس کشتی کی بجائے ایک چھوٹے سے کمرے میں فرش پر بچھے ہوئے قالین پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سارے ساتھی بھی وہاں موجود تھے لیکن ان سب کی آنکھیں بند تھیں اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سو رہے ہوں۔

"اوہ۔ یہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں"...... عمران نے انتہائی حیرت

بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ وہ کمرہ جس میں وہ موجود تھے آہستہ آہستہ مخصوص انداز میں لہرا رہا ہے اور اس احساس کے ساتھ ہی عمران سمجھ گیا کہ وہ کسی بحری جہاز میں ہیں کیونکہ کشتی یا لانچ کی لرزش اس انداز کی نہیں ہوتی بلکہ بحری جہاز کی لرزش اس انداز میں ہوتی ہے اس لئے وہ فوری سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی بڑے بحری جہاز میں ہیں اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی مزید بات سوچتا کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر ایکریمی اندر داخل ہوا۔ اس نے سفید اوور آل پہنا ہوا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ آنے والا ڈاکٹر ہے۔

"اوہ۔ تمہیں ہوش آگیا جبکہ میرا خیال تھا کہ ابھی تم لوگوں کو ہوش آنے میں کچھ دیر لگے گی"...... آنے والے نے عمران کو ہوش میں اور بیٹھے ہوئے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میری گھڑی تیز چلتی ہے ڈاکٹر"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر مارٹن۔ میرا نام مارٹن ہے۔ تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا کہ تم اس عجیب وغریب ساخت کی کشتی میں تھے اور تمہارے معدوں میں انتہائی زہریلی غذا بھری ہوئی تھی"...... ڈاکٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ تو وہ پھل زہریلے تھے حالانکہ کھاتے ہوئے وہ ہمیں بے حد ذائقہ دار محسوس ہو رہے تھے۔ ہم ایک جزیرے میں پھنس گئے تھے۔

ہماری لانچ طوفان میں تباہ ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہم نے اپنی جانیں بچانے کے لئے جزیرے پر موجود درختوں کی قدرے موٹی شاخیں توڑ کر ان سے کشتی تیار کی۔ بھوک لگنے پر ہم نے وہ پھل کھا لئے۔ پھر جب ہم کشتی میں سوار ہوئے تو کچھ دیر بعد ہمارے ایک ساتھی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ میں نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی تو میرے ذہن پر بھی سیاہ چادر سی پھیل گئی اور اب مجھے ہوش آیا ہے تو ہم یہاں موجود ہیں اور آپ میرے سامنے ہیں"...... عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری قسمت اچھی تھی کہ ہمارے جہاز نے جو کافرستان سے برما جا رہا تھا تمہیں چیک کر لیا اور تمہیں جہاز پر لایا گیا تو تمہاری حالت بے حد خراب تھی۔ بہرحال ہم نے تمہارے معدے واش کئے اور تم خطرے سے باہر آ گئے لیکن چونکہ معدے میں زہر کی وجہ سے تمہیں شدید کمزوری لاحق ہو رہی تھی اس لئے میں نے طاقت کے مخصوص انجکشن کے ساتھ ساتھ تمہیں طویل بے ہوشی کے انجکشن لگا کر اس کمرے میں پہنچا دیا کیونکہ ہمارے جہاز کے ہسپتال میں صرف دو بیڈ ہیں زیادہ نہیں ہیں"...... ڈاکٹر مارٹن نے کہا۔

"آپ کا بہت شکریہ ڈاکٹر مارٹن۔ آپ اور آپ کے ساتھی ہمارے لئے واقعی فرشتہ رحمت ثابت ہوئے ہیں۔ میں آپ کا مشکور ہوں"۔ عمران نے انتہائی خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ہمارا انسانی فرض تھا مسٹر"...... ڈاکٹر مارٹن نے خاموش

ہوتے ہوئے کہا۔

"ٹمبکٹو"...... عمران نے اپنا نام بتایا تو ڈاکٹر مارٹن چونک پڑا۔

"ٹمبکٹو۔ یہ تو کسی علاقے کا نام ہے"...... ڈاکٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہم لوگ علاقوں پر اپنے بچوں کا نام رکھ کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے ان علاقوں کو فتح کر لیا ہے"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر مارٹن بے اختیار ہنس پڑا۔

"بہرحال آؤ میرے ساتھ۔ تمہارے ساتھی تو ابھی دیر سے ہوش میں آئیں گے۔ میں تمہیں کیپٹن سے ملوا دوں"...... ڈاکٹر مارٹن نے کہا اور پھر وہ دونوں اس کمرے سے نکل کر کیپٹن روم میں پہنچ گئے۔ کیپٹن رچرڈ بھی عمران سے مل کر بے حد خوش ہوا اور عمران نے اس کا بھی شکریہ ادا کیا۔

"اب آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں آپ کہاں ڈراپ کریں گے"...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری منزل برما ہے اور ہم برما کی بندرگاہ راتھے جا رہے ہیں۔ آپ کو ہم وہاں مقامی پولیس کے حوالے کر دیں گے۔ آپ اپنے ملک کے سفارت خانے سے بات کر کے اپنی واپسی کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ آپ کی جانیں بچ گئی ہیں۔ یہی بہت ہے"...... کیپٹن رچرڈ نے کہا۔

"ہم کتنی دیر بعد وہاں پہنچیں گے"...... عمران نے پوچھا۔

"ایک گھنٹے بعد"۔۔۔۔۔۔ کیپٹن رچرڈ نے کہا اور عمران نے اثبات
میں سرہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے اطلاع مل گئی کہ اس کے سارے
ساتھی ہوش میں آگئے ہیں تو ڈاکٹر مارٹن انہیں بھی کیپٹن روم میں
لے آیا۔ کیپٹن نے باری باری سب سے مصافحہ کیا اور انہیں زندہ
بچ جانے اور صحت یاب ہونے کی مبارک باد دی اور پھر اس نے ان
کے لئے علیحدہ کمرے کا انتظام کرایا۔ عمران نے کیپٹن کو بھی وہی
کہانی سنائی جو اس نے ڈاکٹر مارٹن کو سنائی تھی اور کیپٹن بھی ڈاکٹر
کی طرح اس کہانی سے مطمئن ہو گیا تھا۔

"عمران صاحب۔ اس بار تو واقعی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوئی
ہے"۔۔۔۔۔۔ نعمانی نے کہا۔

"ہر بار اس کی رحمت ہوتی ہے نعمانی ورنہ انسان تو دوسرا سانس
بھی نہ لے سکے لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں برما کی پولیس کے
نرغے سے نکل کر واپس کافرستان جانا ہو گا"۔۔۔۔۔۔ عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایسی ہی باتوں میں مصروف تھے کہ
اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور سیکنڈ کیپٹن اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر
نے اس کا تعارف کیپٹن روم میں عمران سے کرایا تھا اس لئے عمران
اسے پہچانتا تھا۔ اس کا نام کارل تھا۔

"اوہ کیپٹن کارل آپ۔ آئیے بیٹھیں"۔۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"شکریہ"۔۔۔۔۔۔ کارل نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور ایک خالی

کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کچھ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہے ہیں حالانکہ کیپٹن
روم میں تو آپ کے چہرے پر انتہائی خوشگوار مسکراہٹ تھی۔ کیا
کوئی خاص بات ہو گئی ہے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ آپ سے بات کی جائے یا نہیں"۔
کارل نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا ہوا ہے۔ پلیز آپ مجھے بتائیں"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"آپ کا تعلق کسی جرائم پیشہ گروہ سے ہے"۔۔۔۔۔۔ کارل نے
ہچکچاتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"اگر سرکاری ایجنسی کو بھی آپ جرائم پیشہ گروہ کہتے ہیں تو پھر
واقعی ہمارا تعلق جرائم پیشہ گروہ سے ہے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے
مسکراتے ہوئے جواب دیا تو کارل بے اختیار اچھل پڑا۔

"سرکاری ایجنسی۔ تو آپ کافرستان کی سرکاری ایجنسی سے متعلق
ہیں"۔۔۔۔۔۔ کارل نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہمارا تعلق پاور ایجنسی سے ہے لیکن آپ کیوں پوچھ رہے
ہیں"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"آپ کے بارے میں برما کے ایک مشہور جرائم پیشہ گروپ ٹوشو
نے معلومات طلب کی ہیں کہ آپ کو کس وقت اور کہاں پولیس کے
حوالے کیا جائے گا"۔۔۔۔۔۔ کارل نے کہا تو عمران کے ساتھ ساتھ اس
کے ساتھی بھی چونک پڑے۔

"کس طرح۔ کیا سرکاری طور پر معلومات حاصل کی گئی ہیں لیکن پھر آپ کو اس بارے میں کیسے علم ہوا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہاں امپاک میں ایک آدمی ہے گوگل۔ وہ برمی ہے۔ وہ فرنٹ مین ہے۔ وہ مال اتارنے اور چڑھانے کے لئے بندرگاہوں پر مزدوروں کے ساتھ سودا بازی کرتا ہے۔ اس کا اپنا تعلق بھی جرائم پیشہ گروپ کے ساتھ رہتا ہے۔ اس نے کسی کا فون اٹنڈ کیا۔ میں اس کے کمرے کے پاس سے گزر رہا تھا کہ میں نے اس کی آواز سن لی۔ پھر میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ٹوشو کا ایک آدمی آپ کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا اور پھر میرے پوچھنے پر گوگل نے ٹوشو کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس سے مجھے بے حد تشویش ہوئی ہے اس لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ مجھے بہرحال آپ لوگ جرائم پیشہ نہیں لگ رہے تھے"...... کارل نے کہا۔

"اس خیال کا شکریہ۔ اس گوگل نے کیا بتایا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اس نے بتایا تھا کہ یہ برما کا انتہائی طاقتور اور خوفناک گروپ ہے۔ یہ پیشہ ور قاتلوں کا کام بھی کرتے ہیں اور یقیناً وہ آپ کو ہلاک کرنے کے لئے کسی سے بکنگ کر چکے ہوں گے"...... کارل نے کہا۔

"لیکن انہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم اس جہاز میں موجود ہیں"۔ عمران نے کہا تو کارل بے اختیار مسکرا دیا۔

"میں نے یہ بات بھی گوگل سے پوچھی ہے لیکن اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ ویسے آپ کے بارے میں قانونی طور پر اطلاع کیپٹن رچرڈ نے کافرستانی کوسٹ گارڈز آفس میں دے دی تھی لیکن انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو برما پولیس کے حوالے کر دیں۔ وہ آپ کو وہاں سے حاصل کر لیں گے۔ شاید ان لوگوں کو یا آپ کے دشمنوں کو وہاں سے اس بات کا علم ہوا ہو"...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وہ گوگل کہاں ہے"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اپنے کمرے میں ہوگا۔ کیوں"...... کارل نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں اس سے اس گروپ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"جتنا وہ جانتا تھا اس نے بتا دیا ہے۔ مزید وہ کیا بتائے گا"۔ کارل نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ جانتا ہو"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آئیے"...... کارل نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"تم لوگ یہیں رکو میں آرہا ہوں"...... عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور عمران کارل کے ساتھ چلتا ہوا اس کمرے سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اس آفس نما کمرے میں

داخل ہوئے تو وہاں ایک گٹھے ہوئے جسم کا برمی موجود تھا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس کا تعلق جرائم پیشہ لوگوں سے رہا ہے۔

"گوگل۔ میں نے انہیں ٹوشو کے بارے میں بتا دیا ہے۔ تم بھی انہیں تفصیل سے بتا دو"...... کارل نے کہا۔

"یس سر"...... گوگل نے کہا۔

"مجھے کام ہے۔ میں جا رہا ہوں"...... کارلی نے کہا اور عمران کے اثبات میں سرہلانے پر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

"بیٹھیں مسٹر"...... گوگل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹمبکٹو"...... عمران نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہارا اپنا تعلق بھی ٹوشو سے ہے"...... عمران نے کہا۔

"تھا کبھی۔ اب نہیں ہے۔ اب تو میں نے جہاز میں ملازمت کر لی ہے لیکن اس گروپ کے اکثر افراد مجھ سے واقف ہیں اور جب بھی ہمارا جہاز برما میں رکتا ہے میں نہ صرف اپنے گھر جاتا ہوں بلکہ ٹوشو کلب میں بھی ضرور جاتا ہوں"...... گوگل نے کہا۔

"کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ٹوشو کو کس نے ہائر کیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"نہیں مسٹر ٹمبکٹو۔ ظاہر ہے ایسے لوگ پارٹی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کرتے۔ ویسے یہ بتا دوں کہ آپ اپنی حفاظت کے بارے میں چوکنا رہیں کیونکہ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ٹوشو گروپ آپ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور وہ انتہائی خوفناک پیشہ ور قاتل

ہیں"...... گوگل نے کہا۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم بندرگاہ سے پہلے ہی کسی کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر پہنچ جائیں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ نہیں جناب۔ کیپٹن رچرڈ آپ کے بارے میں اطلاع دے چکے ہیں۔ اب اگر آپ پہلے چلے گئے تو کیپٹن رچرڈ کے خلاف بھی کارروائی ہو سکتی ہے۔ بہرحال اگر آپ چوکنا رہیں گے تو آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی"...... گوگل نے کہا۔

"ٹوشو کا چیف کون ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ٹوشو چیف ہے۔ وہ ٹوشو کلب کا مالک ہے لیکن وہ کسی ساتھی سے نہیں ملتا اور نہ ہی زیادہ سامنے آتا ہے"...... گوگل نے کہا۔

"اوکے۔ شکریہ"...... عمران نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ اب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے بہرحال اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کارروائی یقیناً کافرستان کے اس سیٹھ پرشاد گروپ کی ہو سکتی ہے ورنہ اس ٹوشو کا تو ان سے کوئی براہ راست تعلق نہ تھا اور نہ وہ اس بارے میں کچھ جانتے تھے۔ کمرے میں پہنچ کر عمران نے اپنے ساتھیوں کو پوری تفصیل بتا دی۔

"عمران صاحب یہ آپ کن چکروں میں الجھ رہے ہیں۔ ہم نے فوری طور پر کافرستان واپس جانا ہے اور مشن مکمل کرنا ورنہ وہ لوگ اس دھات کا سودا کر کے اسے باہر نکال دیں گے اور ہم یہاں ٹوشو

موشو گروپ سے ہی لڑتے رہ جائیں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اب ہم کیا کریں۔ بہرحال برما تو جانا ہی ہو گا۔ پھر وہاں سے ہی کافرستان واپس جایا جا سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن اگر ہم وہاں اس ٹوشو سے الجھ پڑے تو پھر"......چوہان نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ واقعی میرے ذہن کی بیٹری اب فیل ہوتی جا رہی ہے۔ ایک منٹ۔ میں ابھی بندوبست کرتا ہوں"...... عمران نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا تو عمران کے ساتھی بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چل پڑے۔

"ارے تم یہیں بیٹھو۔ میں کیپٹن رچرڈ کے آفس سے فون کر لوں"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ ہم آپ کے ساتھ جائیں گے تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے کہ آپ کیا انتظام کرتے ہیں"...... صدیقی نے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ فون چونکہ کیپٹن رچرڈ کے آفس میں ہی تھا اور سیٹلائٹ سے اس کا براہ راست رابطہ ہونے کی وجہ سے اس فون سے پوری دنیا میں کال کی جا سکتی تھی۔

"اوہ آپ سب۔ خیریت"...... کیپٹن رچرڈ نے ان سب کو اندر آتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کارل نے ہمیں بتایا ہے کہ برما کا کوئی خطرناک گروپ ہمیں پولیس کی حراست میں ہی ہلاک کرنا چاہتا اس لئے میں ایک فون

کرنا چاہتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ کیوں۔ کیا مطلب"...... کیپٹن رچرڈ نے حیران بلکہ انتہائی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ ہمارا تعلق کافرستان کی ایک سرکاری ایجنسی سے ہے اور ہم جن لوگوں کے خلاف کام کر رہے ہیں ان کا تعلق جرائم کی دنیا سے ہے اس لئے وہ ہمیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور ہم انہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے۔ آپ فون کر لیں"۔ کیپٹن رچرڈ کا رویہ سرکاری ایجنسی کا نام سنتے ہی بدل گیا تھا۔

"شکریہ۔ ویسے برما کا رابطہ نمبر اور دارالحکومت کا رابطہ نمبر تو آپ کو معلوم ہو گا"...... عمران نے کہا اور کیپٹن رچرڈ نے دونوں رابطہ نمبر بتا دیئے۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"وکرم بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں وکرم"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ آپ۔ کہاں سے کال کر رہے ہیں"...... دوسری طرف سے وکرم نے چونک کر کہا۔ وہ برما میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا فارن ایجنٹ تھا اور عمران سے بھی اس کے ذاتی تعلقات تھے۔

"میں اس وقت ایک بحری جہاز میں موجود ہوں اور وہیں سے

کال کر رہا ہوں۔ اس جہاز کا نام امپاک ہے۔ یہ ایکریمین مال بردار جہاز ہے جو آدھے گھنٹے بعد بندرگاہ پر پہنچ جائے گا اور چونکہ انہیں ہم کافرستان کے سمندری علاقے سے ملے ہیں اس لئے یہ ہمیں قانونی طور پر برما پولیس کے حوالے کریں گے لیکن ابھی معلوم ہوا ہے کہ برما میں کوئی پیشہ ور قاتلوں کا گروپ ہے جسے ٹوشو کہا جاتا ہے۔ اسے ہمارے خلاف بک کیا گیا ہے اور وہ بندرگاہ پر ہمارے استقبال کے لئے موجود ہو گا لیکن ہم کسی طرح بھی ان لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ فوری طور پر واپس کافرستان پہنچ جائیں۔ اب تم بتاؤ کہ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو"...... عمران نے کہا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں۔ صرف یہ بتا دیں۔ باقی کام وکرم کا ہے"۔ وکرم نے انتہائی اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"تم یہاں بندرگاہ پر پہنچ جاؤ۔ پولیس سے پہلے بات کر لو اور ہمیں کسی خفیہ راستے سے نکال کر لے جاؤ۔ ایک چارٹرڈ طیارہ بھی ہائر کر لو۔ ہم بندرگاہ سے سیدھے ایئرپورٹ اور وہاں سے واپس کافرستان پہنچنا چاہتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ پرنس۔ پھر تو کاغذات کی تیاری میں کافی وقت لگ جائے گا۔ آپ کتنے آدمی ہیں"...... وکرم نے کہا۔

"چھ"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ پھر ٹھیک ہے۔ میں بڑا ہیلی کاپٹر بندرگاہ پر لے آؤں گا اور آپ لوگ وہاں سے سیدھے ہیلی کاپٹر کی مدد سے واپس کافرستان کے

ساحل پر پہنچ جائیں گے۔ اس طرح کام بھی فوری ہو جائے گا اور کاغذات کا چکر بھی نہ چل سکے گا"...... وکرم نے کہا۔

"لیکن برما پولیس اور ٹوشو۔ ان کا کیا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"ان کی فکر مت کریں۔ یہ میرا کام ہے"...... وکرم نے کہا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے۔ پھر بندرگاہ پر ہی ملاقات ہو گی"۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے کیپٹن رچرڈ کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے ساتھیوں سمیت آفس سے باہر آ گیا۔

"یہ وکرم کون ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"برما میں تمہارے چیف کا ایجنٹ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب کے چہروں پر اطمینان کے تاثرات پھیلتے چلے گئے کیونکہ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وکرم واقعی وہ سب کچھ کر لے گا جس کا اس نے وعدہ کیا ہے۔

سرخ فون کی گھنٹی بجتے ہی سیٹھ بابو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"بومل بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ بابو نے ہاتھ بڑھا کر فون پیس کے نیچے لگا ہوا سرخ بٹن پریس کر دیا۔

"ہاں۔ کیا رپورٹ ہے"...... سیٹھ بابو نے پوچھا۔

"ہمارا مشن ناکام ہو گیا ہے باس"...... دوسری طرف سے بومل کی آواز سنائی دی تو سیٹھ بابو کے چہرے پر یکلخت غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیوں۔ وجہ"..... سیٹھ بابو نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"باس۔ برما کا سب سے معروف پیشہ ور قاتلوں کا گروپ ٹوشو

بندرگاہ پر ان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ ٹوشو نے اپنے دس بہترین قاتل مختلف جگہوں پر تعینات کر دیئے تھے۔ پولیس بھی ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو گرفتار کرنے اور اپنی تحویل میں لینے کے لئے وہاں موجود تھی۔ ٹوشو نے میرے کہنے پر اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا تھا کہ چاہے پولیس والوں کو بھی ساتھ ہی کیوں نہ ہلاک کرنا پڑے ان ایجنٹوں کو ہر صورت میں ہلاک کر دیا جائے اور انہیں ایک لمحے کی بھی مہلت نہ دی جائے۔ پھر باس امپاک جہاز راتھے بندرگاہ پر آ کر لنگر انداز ہوا تو اس کا عملہ نیچے اترا۔ پولیس آگے بڑھی لیکن پولیس کو بتایا گیا کہ ان لوگوں نے جہاز سے اترنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ ان کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔ البتہ کیپٹن نے پولیس آفیسر کو جہاز پر جانے اور ان لوگوں کو تحویل میں لینے کی اجازت دے دی لیکن اس سے پہلے کہ پولیس تحریری اجازت لے کر جہاز میں داخل ہوتی اچانک فضا میں ایک بڑا ہیلی کاپٹر نمودار ہوا اور وہ جہاز کے عین عرشے پر اتر گیا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر اڑا اور پھر سمندر کے اوپر تیزی سے پرواز کرتا ہوا کافرستان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جب پولیس اوپر جہاز میں پہنچی تو وہ لوگ غائب ہو چکے تھے۔ پولیس کو شک پڑ گیا کہ یہ لوگ اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر گئے ہیں۔ چنانچہ برما نیوی کے ایئر کنٹرول آفس سے جب اس ہیلی کاپٹر سے رابطہ کیا گیا تو پولیس کو بتایا گیا کہ یہ ہیلی کاپٹر برما سیکرٹ س کا ہے اور وہ اپنے آدمیوں کو لے کر جا رہے ہیں اس لئے اسے مزید ڈسٹرب نہ کیا جائے جس پر

پولیس خاموش ہو کر واپس چلی گئی اور ٹوشو کے آدمیوں کو بھی مجبوراً واپس جانا پڑا۔ جب مجھے اس سارے کھیل کی اطلاع ملی تو میں نے فوری طور پر اس ہیلی کاپٹر کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو باس یہ ہیلی کاپٹر ساحلی بندرگاہ کے علاقے راگھونا میں اترا ہے اور پھر واپس برما چلا گیا ہے جس پر میں نے راگھونا کے علاقے میں موجود مچھیروں کی بستی کے دادا سے رابطہ کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ ہیلی کاپٹر ان کی بستی کے قریب اترا۔ اس میں سے آدمی باہر آئے اور پھر ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔ میں نے ان آدمیوں کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ آدمی پیدل چلتے ہوئے کانگا کی طرف گئے ہیں جس پر میں نے فوری طور پر کانگا میں موجود ایک چھوٹے سے گروپ کے انچارج راجیش کو کال کیا اور میں نے راجیش کو کہا ہے کہ وہ ان چھ افراد پر اچانک فائر کھول کر انہیں ہلاک کر دے تو اسے اس کا منہ مانگا انعام دیا جائے گا اور راجیش نے فوراً اپنے آدمی ارد گرد کے علاقے میں پھیلا دیئے ہیں۔ ابھی وہ لوگ کانگا نہیں پہنچے۔ جب بھی پہنچے ان پر اچانک فائر کھول دیا جائے گا اور وہ ہلاک ہو جائیں گے"...... بومل نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور اس کی تفصیلی بات سن کر سیٹھ بابو کا ستا ہوا چہرہ نارمل ہو گیا۔

"ویری گڈ۔ مجھے ایسی ہی کارکردگی چاہئے۔ جیسے ہی یہ لوگ لاشوں میں تبدیل ہوں۔ تم نے مجھے رپورٹ دینی ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون

آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"مہادیو بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی رام گوپال کی جگہ لینے والے مہادیو کی آواز سنائی دی۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں مہادیو"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"یس باس۔ حکم باس"۔ مہادیو نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم نے ان ایجنٹوں کو تو دیکھا ہو گا جنہیں رام گوپال نے چھوٹے جزیرے پر پہنچایا تھا"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"یس باس۔ میں اور دوسرے ساتھیوں نے ہی انہیں ہوٹل سے اٹھا کر جزیرے تک پہنچایا تھا"...... مہادیو نے جواب دیا۔

"یہ لوگ چھوٹے جزیرے سے بڑے جزیرے پر پہنچے اور پھر وہاں سے درختوں کی شاخوں کی مدد سے کشتی بنا کر سمندر میں اتر گئے لیکن انہوں نے اس جزیرے کے زہریلے پھل کھا لئے تھے جس کی وجہ سے وہ سب وہیں کشتی میں ہی بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس کشتی کو اور انہیں ایک ایکریمین جہاز نے چیک کیا اور انہیں کشتی سے اپنے جہاز میں اٹھوا لیا اور وہاں ان کا علاج کیا گیا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔ اس کے بعد جہاز چونکہ برما جا رہا تھا اس لئے کیپٹن نے کافرستان کوسٹ گارڈز آفس کو اطلاع دی کہ انہیں وہ برما پولیس کے حوالے کر دے گا جہاں سے کافرستانی پولیس انہیں واپس حاصل کر سکتی ہے جس پر میں نے فیصلہ کیا کہ انہیں وہیں برما میں ہی گولیوں سے اڑا دیا جائے اور پھر وہاں تمام انتظامات کر لئے گئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ جہاز

سے اترتے برما سیکرٹ سروس کا ایک ہیلی کاپٹر جہاز کے عرشے پر اترا اور انہیں لے کر واپس کافرستان پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر انہیں کافرستان کے ساحل میں راگھونا کے علاقے میں اتار کر واپس چلا گیا ہے جس کے بعد وہ لوگ کالنگا قصبے کی طرف بڑھ رہے ہیں تاکہ وہاں سے وہ کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر دارالحکومت پہنچ سکیں۔ کالنگا میں ایک جرائم پیشہ افراد کا گروپ موجود ہے۔ اسے حکم دے دیا گیا ہے کہ وہ انہیں وہیں گھیر کر ہلاک کر دیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ انہیں ہلاک نہ کر سکے تو تم ایسا کرو کہ دس بارہ آدمی لے کر کالنگا اور دارالحکومت کے درمیان ویران علاقے میں پکٹنگ کر لو۔ تم نے انہیں دیکھا ہوا بھی ہے جیسے ہی وہ لوگ نظر آئیں انہیں بموں سے اڑا دو۔ چاہے وہ کسی چیز میں سوار ہوں۔ اس کے علاوہ لارڈ ہوٹل کے گرد بھی اپنے آدمی پھیلا دو۔ اگر وہ پھر بھی بچ کر لارڈ ہوٹل پہنچ جائیں تو وہاں انہیں ہلاک کر دیا جائے اور دوسری بات یہ کہ تم ایک فریکونسی نوٹ کر لو۔ اس فریکونسی پر ان لوگوں کے حلیئے نشر کرو اور میری طرف سے سب کو ان کے جنرل کلنگ کا آرڈر دے دو تاکہ گروپ کا ہر آدمی جہاں بھی ہو اسے معلوم ہو جائے کہ اب ہمارا سب سے اہم مسئلہ ان کا خاتمہ ہے"...... سیٹھ بابو نے پوری تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ بابو نے اطمینان بھرا طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

عمران اور اس کے ساتھی تیزی سے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جس جگہ ہیلی کاپٹر نے انہیں ڈراپ کیا تھا وہاں سے انہیں ایک نزدیکی قصبے کالنگا پہنچنا تھا جہاں سے انہیں ٹیکسی یا کوئی دوسری سواری مل سکتی تھی۔ چونکہ کالنگا قصبہ بندرگاہ سے دارالحکومت کے راستے میں پڑتا تھا جہاں انہیں ہیلی کاپٹر نے ڈراپ کیا تھا وہ جگہ کالنگا سے شمال کی طرف تھی اس لئے اس جگہ سے کالنگا تک نہ ہی کوئی سڑک تھی اور نہ ہی کوئی آمد و رفت۔ البتہ اونچے نیچے ریت کے ٹیلے تاحد نظر پھیلے ہوئے تھے۔ شاید یہ سارا علاقہ پہلے سمندر میں شامل تھا لیکن پھر سمندر ہٹ گیا اور یہاں ریت کے ٹیلے بچ گئے۔ وہ سب ریت کے ٹیلوں میں سفر کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ عمران چونکہ ایک بار پہلے اس سارے علاقے میں آ چکا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ قصبہ کس طرف ہے اس لئے وہ سب اطمینان سے چلتے ہوئے

آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔

"عمران صاحب۔ وکرم کی وجہ سے ہم واپس کافرستان تو پہنچ گئے ہیں لیکن اب دارالحکومت پہنچ کر ہم نے کیا کرنا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"سب سے پہلے تو اسلحہ وغیرہ اور رہائش کا بندوبست کریں گے۔ اس کے بعد اس سیٹھ بابو کو کور کریں گے پھر آگے کیا ہوتا ہے یہ علم غیب ہے اور غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب بے اختیار مسکرا دیئے۔ انہیں چلتے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی اس لئے انہیں یقین تھا کہ کانگا قصبہ اب قریب آنے والا ہے اور پھر واقعی تھوڑی دیر بعد ہی انہیں دور سے قصبے کی عمارتیں نظر آنے لگ گئیں اور ان سب نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ ان سب کے ذہنوں میں بہرحال یہ خدشہ موجود تھا کہ کہیں وہ غلط سمت میں سفر نہ کر رہے ہوں لیکن اب قصبے کی عمارتیں نظر آنے کے بعد انہیں اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ صحیح سمت میں سفر کر رہے ہیں اور پھر ابھی وہ تھوڑا ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ اچانک صدیقی ٹھٹھک کر رک گیا۔

"کیا ہوا"...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

"عمران صاحب مجھے وہ سامنے والے ٹیلے کے پیچھے حرکت کا احساس ہوا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"غلط حرکت یا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی

بھی بے اختیار ہنس پڑا لیکن ابھی انہوں نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ اچانک مشین گن کی تڑتڑاہٹ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا اور اس کے ساتھ ہی عمران اور باقی ساتھی بجلی کی سی تیزی سے نیچے جھک کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہو گئے۔ عمران تیزی سے ٹائیگر کی طرف بڑھا جو اب نیچے گر کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ باقی ساتھی بجلی کی سی تیزی سے ادھر ادھر رینگتے چلے گئے لیکن ٹائیگر کے بارے میں وہ دیکھ چکے تھے کہ گولیاں اس کے بازو میں لگی تھیں البتہ چونکہ ان کے پاس اسلحہ نہ تھا اس لئے وہ تیزی سے اپنے بچاؤ کے لئے سائیڈوں میں ہو گئے تھے۔ عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر ٹائیگر کا دوسرا بازو پکڑا اور اسے بجلی کی سی تیزی سے گھسیٹتا ہوا ایک اونچے ٹیلے کی اوٹ میں لے گیا۔ اسی لمحے اس نے سامنے ٹیلوں کے پیچھے سے چار مسلح افراد کو نکل کر بڑے محتاط انداز میں اوٹ لے کر آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔

"چوہان اور نعمانی۔ تم دونوں بائیں طرف سے ٹیلوں کی اوٹ لے کر ان کے عقب میں جاؤ اور خاور اور صدیقی تم دائیں طرف سے ہو۔ تم ادھر سے ان کی سائیڈ پر پہنچو اور پھر اچانک ان پر دھاوا بول دو۔ ہم نے ان سے اسلحہ چھیننا ہے اور ایک آدمی کو ہر صورت زندہ رکھنا ہے"...... عمران نے دبی دبی آواز میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے کہا جبکہ خود وہ ٹائیگر کے بازو میں لگنے والی گولی پر پٹی باندھنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ یہ پٹی اس نے اپنی قمیض

پھاڑ کر بنائی تھی تاکہ اس کے زخم سے تیزی سے بہنے والا خون رک
جائے۔
" باس۔آپ میری فکر نہ کریں"...... ٹائیگر نے آہستہ سے کہا۔
" خاموش پڑے رہو اور اللہ کا شکر ادا کرو ورنہ اچانک آنے والی
گولیاں کہیں بھی لگ سکتی تھیں"...... عمران نے آہستہ سے کہا تو
ٹائیگر خاموش ہو گیا۔عمران پٹی باندھنے کے ساتھ ساتھ سائیڈ سے
ان چاروں افراد کی نقل و حرکت بھی چیک کر رہا تھا۔ ویسے ان
چاروں کا رخ اس ٹیلے کی طرف ہی تھا جس کے پیچھے وہ اور ٹائیگر
موجود تھے اور اب وہ کافی قریب آ چکے تھے۔ یہ چاروں ہی مقامی آدمی
تھے اور اپنے انداز سے وہ بدمعاش اور غنڈے دکھائی دیتے تھے۔ پھر
اچانک ایک ٹیلے کے پیچھے سے صدیقی اور خاور نے چھلانگیں لگا دیں
اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے دوسرے دو ساتھی سنبھلتے وہ انہیں
گھسیٹ کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں لے گئے۔ان کے ساتھی اس ٹیلے
طرف دوڑنے ہی لگے تھے کہ اچانک ان کے عقب میں چوہان
نعمانی نے ان پر چھلانگیں لگا دیں اور پھر چند ہی لمحوں بعد صدیقی
اس کے ساتھی دوڑ کر سامنے آگئے۔ان سب کے ہاتھوں میں مشین
گنیں تھیں۔عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
" کوئی زندہ ہے یا"...... عمران نے کہا۔
" باقی ہلاک کر دیئے گئے ہیں جبکہ ایک بے ہوش پڑا ہوا ہے"
صدیقی نے کہا تو عمران آگے بڑھنے لگا۔ایک ٹیلے کی اوٹ میں

مقامی آدمی واقعی ٹیڑھے میڑھے انداز میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔
" اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے جھک
کر دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔چند لمحوں بعد
جب اس آدمی کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو
صدیقی نے ہاتھ ہٹا لئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔چند لمحوں بعد اس آدمی
نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے اٹھنے کی
کوشش کی لیکن عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے موڑ دیا۔
" یہ۔ یہ کیا۔ رک جاؤ۔ رک جاؤ"...... اس آدمی نے پہلے تو
دونوں ہاتھ اٹھا کر عمران کی ٹانگ ہٹانے کی کوشش کی لیکن عمران
نے پیر کو جب تھوڑا سا اور موڑا تو اس کے اٹھے ہوئے دونوں ہاتھ
نیچے گرے اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے رک رک کر الفاظ
نکلنے لگے۔
" تمہارا نام کیا ہے"...... عمران نے پیر کو ذرا سا واپس موڑتے
ہوئے کہا۔
" بمل۔ میرا نام بمل ہے۔ رائے بمل"...... اس آدمی نے اسی
طرح رک رک کر کہا۔
" تم نے کس کے حکم پر یہاں آکر ہم پر حملہ کیا اور تمہیں ہمارے
بارے میں کیا بتایا گیا تھا۔تفصیل سے بتاؤ ورنہ"...... عمران نے
کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پیر واپس موڑ دیا۔
" بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ الیشور کے لئے پیر ہٹا لو۔ الیشور کے لئے

یہ عذاب مت دو"...... رائے بمل نے گڑگڑاتے ہوئے کہا تو عمران نے پیر ہٹا کر نیچے زمین پر رکھ لیا تو وہ آدمی تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن مسلنا شروع کر دی۔

"وہ میرے ساتھی۔ اوہ۔ اوہ۔ کیا ہوا ان کا"...... رائے بمل نے گردن مسل کر اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ تینوں ہلاک ہو چکے ہیں اور سنو۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو سب کچھ بتا دو ورنہ اس ویرانے میں تمہاری لاش بھی تمہارے ساتھیوں کے ساتھ پڑی سڑتی رہے گی"...... عمران نے خشک اور سرد لہجے میں کہا۔ رائے بمل نے عمران کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں موجود مشین گنیں دیکھ لی تھیں اور پھر اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مجھے مت مارو۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے مت مارو"...... رائے بمل نے دونوں ہاتھ جوڑ کر انتہائی منت بھرے لہجے میں کہا۔

"سب کچھ بتا دو۔ تب ہی تم زندہ رہ سکو گے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہم کالنگا کے دادا راجیش کے آدمی ہیں۔ راجیش ہوٹل کا مالک راجیش جو کالنگا کا سب سے بڑا دادا ہے۔ اس نے ہمیں بلا کر حکم دیا کہ ہم راگھونا کی طرف سے آنے والے راستے پر ٹیلوں کی اوٹ میں جا کر چھپ جائیں۔ راگھونا کی طرف سے چھ آدمی کالنگا کی طرف آ رہے ہیں۔

جیسے ہی وہ نظر آئیں انہیں فوراً گولیوں سے اڑا دیا جائے۔ چنانچہ ہم یہاں پہنچ گئے۔ پھر ہم نے تمہیں دور سے آتے ہوئے دیکھ لیا۔ میرا خیال تھا کہ جب تم قریب آؤ گے تو پھر تم پر فائر کھولا جائے تاکہ تمہاری موت یقینی ہو سکے لیکن میرے ساتھی نے جلدی کی اور فائر کھول دیا جس سے تمہارا ایک ساتھی زخمی ہو گیا اور تم سب ٹیلوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ ہم تمہیں ہلاک کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک تم ہم پر ٹوٹ پڑے۔ بس یہ ہے ساری بات"۔ رائے بمل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس راجیش کے پاس کتنے آدمی ہیں اور وہ کیا دھندہ کرتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"راجیش دادا کے گروپ میں اٹھارہ بیس آدمی ہیں۔ وہ سب کام کرتا ہے۔ پیشہ ور قاتل سے لے کر منشیات اور اسلحے کی سمگلنگ سمیت سب دھندہ کرتا ہے لیکن یہاں صرف کالنگا میں۔ دارالحکومت نہیں جاتا۔ وہ یہاں کا دادا ہے"...... رائے بمل نے کہا۔

"وہ اس وقت کہاں موجود ہوگا"۔ عمران نے پوچھا۔

"راجیش ہوٹل میں۔ ہم نے وہاں جا کر رپورٹ دینی ہے"۔ رائے بمل نے کہا۔

"اوکے۔ چلو واپس۔ لیکن اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو نتیجہ بھی خود ہی بھگتو گے"...... عمران نے کہا۔

"میں کچھ نہیں کروں گا۔ مجھے مت مارو"...... رائے بمل نے کہا

اور تیزی سے مڑ کر واپس چلنا شروع ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی مشین گنیں اٹھائے بڑے چوکنے انداز میں اس کے پیچھے چلتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ اچانک ایک ٹیلے کے پیچھے کھڑی سرخ رنگ کی پرانے ماڈل کی کار نظر آئی۔ رائے بمل کا رخ اس کار کی طرف ہی تھا لیکن وہ جیسے ہی کار کے قریب پہنچے اچانک بلی کی سی تیزی سے اچھل کر رائے بمل نے کار کی دوسری طرف جانا چاہا لیکن اسی لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رائے بمل چیختا ہوا اچھل کر منہ کے بل نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ یہ فائر صدیقی کی طرف سے کیا گیا تھا۔

"احمق لوگ ہوتے ہیں یہ۔ اس طرح کار کے پیچھے چھپ کر کیا کر لیتا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اس کے پاس یقیناً پسٹل ہو گا۔ ہم نے اس کی تلاشی تو نہیں لی تھی اس لئے میں نے فائر کھول دیا تھا"...... صدیقی نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چلو پہلے نہیں لی تھی تو اب اس کی تلاشی لے لو۔ شاید کار کی چابیاں اس کے پاس ہوں"...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار مسکرا دیئے اور پھر تھوڑی دیر بعد واقعی رائے بمل کی جیب سے چابیاں برآمد ہو گئیں۔ عمران کے کہنے پر اسے گھسیٹ کر ایک اونچے ٹیلے کی اوٹ میں ڈال دیا گیا تاکہ وہاں سے گزرنے والے کو اس کی لاش نظر نہ آئے۔

"اب کیا اس راجیش سے ملنا ہو گا"...... صدیقی نے کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسے ہماری ٹپ کس نے دی ہے"۔ عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر کو صدیقی کے ساتھ والی سیٹ پر بٹھا دیا گیا جبکہ عمران بھی اس کے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا تاکہ عقبی سیٹ پر نعمانی، خاور اور چوہان بیٹھ سکیں۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی نے کار آگے بڑھا دی۔ کچھ دیر بعد کار قصبے میں داخل ہوئی اور پھر انہیں دور سے ہی ایک عمارت پر راجیش کلب کا بورڈ نظر آ گیا۔

"کار یہیں سائیڈ پر کر کے روک دو اور ٹائیگر تم بھی یہیں کہیں قریب ہی رکو گے۔ ہم شہر اسی کار میں جائیں گے"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے کار سائیڈ میں کر کے ایک گلی کے اندر روک دی اور پھر وہ سب کار سے اترے۔ انہوں نے مشین گنیں اپنے کوٹوں کے اندر اس انداز میں چھپا رکھی تھیں کہ باہر سے بھی نظر نہ پڑ سکے اور ضرورت پڑنے پر وہ انہیں آسانی سے باہر نکال کر استعمال بھی کر سکیں اور پھر وہ سب پیدل چلتے ہوئے راجیش کلب کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ راجیش کلب کا ہال غنڈوں اور بدمعاشوں کے ساتھ ساتھ بحری جہازوں پر کام کرنے والے مختلف نسلوں کے افراد سے بھرا ہوا تھا اور وہاں منشیات اور گھٹیا شراب کا عام استعمال ہو رہا تھا۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے تین غنڈے نما آدمی موجود تھے جن میں

سے دوسروس دینے میں مصروف تھے جبکہ ایک سینے پر دونوں ہاتھ باندھے اس طرح کھڑا تھا جیسے کسی اکھاڑے میں سب کو چیلنج کرنے کے بعد پہلوان کھڑا ہوا ہو۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو کاؤنٹر کی طرف بڑھتے دیکھ کر چونک پڑا۔

"راجیش کہاں ہے۔ ہم دارالحکومت سے آئے ہیں۔ سیٹھ پرشاد کے گروپ سے ہمارا تعلق ہے"...... عمران نے قریب جا کر انتہائی سرد لہجے میں کہا تو وہ پہلوان نما آدمی بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر یکلخت یتیمی سی برسنے لگی تھی۔

"سس۔ سس۔ سیٹھ پرشاد۔ اوہ۔ اوہ۔ آئیے میرے ساتھ ۔ میں آپ کو لے جاتا ہوں جناب"...... اس پہلوان نما آدمی کی حالت سیٹھ پرشاد کا نام سنتے ہی اس طرح خراب ہوئی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھی حیران رہ گئے تھے۔ ان کے ذہن میں شاید یہ خیال بھی نہ تھا کہ سیٹھ پرشاد گروپ کی کافرستان کی زیر زمین دنیا میں اس قدر دہشت ہے اور پھر وہ پہلوان نما آدمی کے پیچھے چلتے ہوئے ایک راہداری میں داخل ہو گئے ۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا جس کے باہر ایک مسلح آدمی موجود تھا۔ اس پہلوان نما آدمی کو آتے دیکھ کر اس دربان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے ۔

"یہ۔ یہ باس کا آفس ہے جناب۔ آپ تشریف لے جائیں"۔ پہلوان نما آدمی نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"شکریہ"...... عمران نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ دربان خاموش کھڑا رہا تھا۔ عمران کے پیچھے اس کے ساتھی اندر داخل ہوئے تو میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا ایک مقامی آدمی جو فون کا رسیور کان سے لگائے ہوئے تھا عمران اور اس کے ساتھیوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے رسیور رکھ دیا۔

"تمہارا نام راجیش ہے"...... عمران نے میز کے قریب پہنچ کر سرد لیکن تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ تم کون ہو اور اس طرح کیوں بغیر اجازت اندر آئے ہو۔ تمہیں کسی نے روکا نہیں"...... راجیش نے جو شکل و صورت سے ہی غنڈہ دکھائی دیتا تھا انتہائی درشت لہجے میں کہا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھا تک نہیں تھا۔

"سیٹھ پرشاد کے آدمیوں کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی راجیش"...... عمران نے اسی طرح درشت لہجے میں کہا۔

"سس۔ سیٹھ پرشاد۔ اوہ۔ اوہ۔ تو۔ تو۔ تم"...... راجیش نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی بھی سیٹھ پرشاد کا نام سن کر ایسی حالت ہوئی تھی جو کاؤنٹر پر کھڑے اس پہلوان نما آدمی کی ہوئی تھی جو انہیں اس کے آفس تک چھوڑ گیا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا تھا کہ راگھونا سے کالگا آنے والوں کا خاتمہ

کرو۔ بولو"...... عمران کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ سرد ہو گیا تھا۔

"بومل نے۔ لیکن بومل تو خود سیٹھ پرشاد کا خاص آدمی ہے۔ کیا مطلب"...... راجیش نے الجھ کر کہا۔

"سنو۔ راگھونا سے کالگا آنے والے ہم تھے اور ہم سیٹھ پرشاد کے حکم پر آ رہے تھے جبکہ تمہارے آدمیوں نے ہم پر حملہ کر دیا جس سے ہمارا ایک آدمی زخمی ہو گیا اور تمہارے آدمی مارے گئے اور تمہیں معلوم ہے کہ سیٹھ پرشاد کے آدمیوں پر اس طرح حملہ کرنا کتنا بڑا جرم ہے اور اس کی کیا سزا ہے"...... عمران کا لہجہ اور زیادہ سرد ہوتا چلا گیا تھا۔

"مم۔ میرے آدمی مارے گئے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بومل جو خود سیٹھ پرشاد گروپ کا خاص آدمی ہے وہ سیٹھ پرشاد کے آدمیوں پر حملہ کرنے کے لئے کہے۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"...... راجیش نے انتہائی الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کراؤ میری بات اس بومل سے۔ میں اس سے پوچھوں کہ وہ کیسے سیٹھ پرشاد کا خاص آدمی بن گیا ہے"...... عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہ تو مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ بومل سیٹھ پرشاد گروپ کا خاص آدمی ہے۔ آج سے نہیں بلکہ طویل عرصے سے سمندر کے ذریعے ہونے والی تمام سرگرمیاں، تمام اسمگلنگ اس کے ذریعے ہوتی ہے اور وہ براہ راست سیٹھ پرشاد کے نائب سیٹھ بابو کے ماتحت ہے میں

ذاتی طور پر جانتا ہوں"...... راجیش نے اس بار سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سیٹھ بابو کہاں سے سیٹھ پرشاد کا نائب ہو گیا نانسنس۔ یہ کیا کہانی سنا رہے ہو تم"...... عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کون ہو تم۔ تم سیٹھ پرشاد کے آدمی ہو ہی نہیں سکتے ورنہ تم یہ بات کبھی نہ کرتے"...... راجیش نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ تیزی سے میز کی دراز کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور راجیش چیختا ہوا اچھل کر کرسی پر گرا اور پھر کرسی سمیت پیچھے دیوار کے ساتھ ٹکرا کر ایک جھٹکے سے آگے میز سے آ ٹکرایا۔ اسی لمحے عمران کا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم ایک جھٹکے سے میز کے اوپر سے گھسٹتا ہوا ایک دھماکے سے نیچے قالین پر آ گرا جبکہ نعمانی نے جو دروازے کے قریب کھڑا تھا اپنے کوٹ کے اندر سے مشین گن نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی تھی تاکہ باہر سے اگر کوئی آدمی اندر آئے تو اس کو روکا جا سکے۔

"سیٹھ پرشاد کون ہے۔ بتاؤ ورنہ"...... عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے تیزی سے گھماتے ہوئے کہا تو اٹھنے کے لئے سمٹتا ہوا راجیش کا جسم یکلخت ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ اس کے منہ سے یکلخت خرخراہٹ بھری آوازیں نکلنے لگیں۔ چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا تھا۔

"بتاؤ۔ کون ہے سیٹھ پرشاد"...... عمران نے پیر کو ذرا سا واپس موڑتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔ کسی کو نہیں معلوم۔ سیٹھ بابو کو معلوم ہو گا۔ کسی کو نہیں معلوم"...... راجیش نے رک رک کر کہا۔

"سیٹھ بابو کہاں ہوتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"وہ۔ وہ اپنے دفتر میں یا اپنے گھر میں ہوتا ہے"...... راجیش نے اسی طرح زور زور سے سانس لینے کی کوشش کرتے ہوئے رک رک کر کہا۔

"اور یہ بومل کہاں ہوتا ہے۔ بولو جلدی ورنہ"...... عمران نے پیر کو تھوڑا سا آگے کر کے اور پھر واپس کرتے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ۔ بندرگاہ میں ہوٹل راٹھور میں ہوتا ہے۔ وہ اس کا مالک ہے بومل راٹھور"...... راجیش نے کہا تو عمران نے پیر کو ایک جھٹکے سے موڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی راجیش کا جسم ایک لمحے کے لئے زور سے تڑپا اور پھر ساکت ہوتا چلا گیا۔ اس کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں۔

"اس کے جسم کو گھسیٹ کر صوفے کے پیچھے ڈال دو ورنہ اس پورے ہوٹل میں فائرنگ کرنا پڑے گی"...... عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور نعمانی اور چوہان نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی تو عمران دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو باہر

مسلح دربان موجود تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے اس کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھتا چلا گیا۔ دربان خاموش کھڑا تھا۔ آفس چونکہ ساؤنڈ پروف تھا اس لئے دربان کو اندر ہونے والی گڑبڑ کا احساس تک نہ ہو سکا تھا اور چونکہ انہیں کاؤنٹر پر کھڑا پہلوان نما آدمی خود آفس چھوڑ کر گیا تھا اور اس کا انداز مؤدبانہ تھا اس لئے دربان کو ظاہر ہے کسی قسم کا کوئی شک ہی نہ پڑ سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس اس گلی میں پہنچ گئے جہاں کار موجود تھی اور ٹائیگر بھی ایک سائیڈ پر ایک ستون کی اوٹ لے کر کھڑا تھا۔ عمران ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے باقی ساتھیوں کو کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر کار بیک ہو کر اس گلی سے باہر آئی اور عمران نے اس کا رخ بجائے دارالحکومت کی طرف کرنے کے بندرگاہ کی طرف موڑ دیا جو وہاں سے زیادہ قریب تھی۔

"آپ اس بومل سے ملنا چاہتے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ راجیش کے مطابق یہ بومل راٹھور خاص آدمی ہے اور شاید جزیروں پر ہمیں بھجوانے اور پھر ایکریمین جہاز پر ہمیں ٹریس کرنے اور برما میں پیشہ ور قاتلوں کے گروپ کی خدمات حاصل کرنے کا سارا کام اسی بومل نے ہی سرانجام دیا ہے اس لئے اس سے اصل حقائق کا علم ہو سکے گا۔ میں اب اس کھیل کو ختم کر دینا چاہتا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن اگر بومل سیٹھ پرشاد کا انتہائی خاص آدمی ہے تو وہ ہمارے —

مقابلے پر اس راجیش اور اس کے آدمیوں کو لانے کی بجائے خود بھی تو آسکتا تھا۔ اس کے پاس یقیناً ایسے آدمی ہوں گے "...... صدیقی نے کہا۔

" ہو سکتا ہے کہ وہ خود سامنے نہ آنا چاہتا ہو کسی بھی وجہ سے اور یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اندھے حملے کے باوجود بچ گئے ہیں ورنہ اگر یہ لوگ تھوڑا سا مزید انتظار کر لیتے تو وہ یقیناً ہمیں مار گراتے "...... عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

تھوڑی دیر بعد ان کی کار بندرگاہ کے علاقے میں داخل ہو گئی اور عمران نے راٹھور ہوٹل تلاش کر لیا۔ یہ ایک قدیم عمارت تھی جس کا رنگ و روغن طویل عرصے سے نہ کرایا گیا تھا۔ اندر چھوٹا سا ہال تھا جس میں چند افراد ہی موجود تھے۔ کاؤنٹر پر ایک ادھیڑ عمر آدمی سٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ وہاں کے حالات دیکھ کر پہلا تاثر یہی ابھرتا تھا کہ یہ ہوٹل چلتا ہی نہیں ہے اور یہاں افلاس اور عسرت کا ڈیرہ ہے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سٹول پر بیٹھا اونگھتا ہوا ادھیڑ عمر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے جیسے کسی دکان میں طویل عرصے بعد کوئی گاہک داخل ہو تو دکاندار کے چہرے پر چمک ابھر آتی ہے۔

" رائے بومل سے ملنا ہے "...... عمران نے اس ادھیڑ عمر سے کہا۔

" راہداری میں ان کا دفتر ہے "...... ادھیڑ عمر نے منہ بناتے

ہوئے کہا اور ساتھ ہی ہاتھ سے راہداری کی طرف اشارہ کر دیا اور پھر سٹول پر بیٹھ کر اس نے دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ اس کا چمکتا ہوا چہرہ عمران کے بات کرتے ہی دوبارہ بجھ سا گیا تھا۔ عمران مسکراتا ہوا راہداری کی طرف مڑ گیا۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا اور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمران اس دروازے میں داخل ہوا تو دوسری طرف ایک آفس تھا لیکن آفس کا فرنیچر اور اس کا انداز ویسے ہی افلاس زدہ تھا جیسے ہوٹل کا حال تھا۔ میز کے پیچھے ایک لمبے قد اور دبلے پتلے جسم کا ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کرسی کی پشت پر سر ٹکا رکھا تھا اور وہ بھی باقاعدہ اونگھ رہا تھا۔ اس کا لباس بھی عام سا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے اندر داخل ہوتے ہی اس ادھیڑ عمر نے آنکھیں کھولیں اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ ایسی حیرت کہ جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس آفس میں بھی کوئی آ سکتا ہے۔

" آیئے آیئے۔ خوش آمدید۔ میرا نام رائے بومل ہے اور میں اس ہوٹل کا مالک ہوں "...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

" یہ بتائیں کہ کیا سیٹھ پرشاد سیٹھ کی بجائے غریب ہو گیا ہے "...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو رائے بومل بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت ابھری اور آنکھوں میں جیسے بجلی سی چمکی لیکن دوسرے لمحے اس کا چہرہ بے تاثر ہو گیا۔

"سیٹھ پرشاد۔ کیا مطلب۔ کون سیٹھ پرشاد"...... رائے بومل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور چٹاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی میز کے پیچھے کھڑا رائے بومل بے اختیار چیختا ہوا اچھل کر سائیڈ پر جا گرا۔ عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھنے کے لئے ٹانگ اٹھائی ہی تھی کہ جس طرح بند سپرنگ کھلتا ہے اسی طرح رائے بومل یکلخت اپنی جگہ سے اچھلا اور عمران گھومتا ہوا اچھل کر ایک صوفے کی سائیڈ پر گرا اور پھر الٹ کر نیچے قالین پر جا گرا۔ اسی لمحے ساتھ کھڑے ہوئے نعمانی نے تیزی سے حرکت کی اور اس کے ساتھ ہی ریوالور چلنے کا دھماکہ ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی رائے بومل ایک بار پھر چیختا ہوا عقبی دیوار سے ٹکرا کر منہ کے بل آگے میز پر گرا اور پھر گھوم کر نیچے آ گرا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا جبکہ گولی سامنے دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر گئی تھی۔ عمران بھی نیچے گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ رائے بومل نے نیچے گر کر ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن نعمانی نے اس کے سینے پر پیر رکھ کر اسے مخصوص انداز میں جھٹکا دے دیا تھا جس کی وجہ سے رائے بومل کے ہاتھ پیر یکلخت ڈھیلے سے پڑ گئے اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

"شکریہ نعمانی۔ تم نے بروقت کارروائی کر کے مجھے بچا لیا ہے ورنہ گولی میرے چہرے پر پڑتی"...... عمران نے سیدھا کھڑا ہوتے

ہوئے کہا۔

"خاصا تیز اور ہوشیار آدمی ہے یہ تو۔ حالانکہ بظاہر تو یہ ڈھیلا ڈھالا سا لگ رہا تھا"...... نعمانی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بعض لوگ بہت تیز اور چست ہوتے ہیں جو بظاہر اپنے آپ کو ڈھیلا ڈھالا ظاہر کرتے ہیں۔ بہرحال تم میں سے ایک آدمی دروازے پر رک جائے ورنہ ریوالور کے دھماکے کی آواز یقیناً ہال تک پہنچ چکی ہو گی اور سٹاف میں سے کوئی اندر آ سکتا ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے قالین پر بے ہوش پڑے ہوئے رائے بومل کو اٹھا کر صوفے پر ڈالا اور پھر چوہان کی مدد سے اس نے اس کا کوٹ پیچھے کی طرف کافی نیچے تک کر دیا تاکہ ہوش میں آ کر رائے بومل فوری حرکت میں نہ آ سکے۔

"عمران صاحب۔ یہ انتہائی پھرتیلا آدمی ہے اس لئے یا تو اسے یہاں سے اٹھا کر لے چلیں یا پھر اسے باندھ دیں"...... نعمانی نے کہا۔

"ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے اس لئے اس کے لاشعور کو سامنے لانا ہو گا تاکہ سیٹھ پرشاد کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکیں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر رکھے ہوئے پن کشن سے ایک پیپر پن نکالا اور اس صوفے کے عقب میں آ کر کھڑا ہو گیا جس صوفے پر رائے بومل موجود تھا۔

"اس کا منہ اور ناک بند کر کے اسے ہوش میں لے آؤ"۔ عمران

نے کہا تو نعمانی نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے اسے سیدھا کیا اور پھر دونوں ہاتھ اس کے منہ اور ناک پر رکھ کر انہیں دبا دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو نعمانی نے ہاتھ ہٹا لئے۔ البتہ اس نے ایک ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھ کر اسے گرنے سے بچا لیا۔ چند لمحوں بعد رائے بومل نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے ایک ہاتھ سے اس کا سر پکڑ لیا اور دوسرے لمحے اس نے پیپر سوئی اس کے سر کی ایک مخصوص جگہ پر رکھ کر اسے دبا دیا۔

"تمہارا نام کیا ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"رائے بومل"...... رائے بومل جو یکلخت بے حس و حرکت ہو گیا تھا جواب دیا۔

"تمہارا سیٹھ پرشاد گروپ میں کیا عہدہ ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"میں اسمگلنگ سیکشن کا انچارج ہوں"...... رائے بومل نے جواب دیا۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا اور اس طرح جواب دے رہا تھا جیسے کسی ٹرانس میں ہو اور سوالوں کے جواب دے رہا ہو۔

"سیٹھ پرشاد کون ہے اور کہاں رہتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"سیٹھ پرشاد صرف نام ہے۔ وہ اصل آدمی نہیں ہے"...... رائے

بومل نے جواب دیا۔

"اصل آدمی کون ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اصل آدمی سیٹھ بابو ہے۔ وہی ایک مشین کے ذریعے جب بولتا ہے تو سیٹھ پرشاد بن جاتا ہے"...... رائے بومل نے جواب دیا۔

"جو سائنسی معدنیات اس نے پاکیشیا کے راجو سے حاصل کی تھی وہ کہاں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"میرے پاس"...... رائے بومل نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"کہاں موجود ہے وہ"...... عمران نے پوچھا۔

"اس ہوٹل کے نیچے خفیہ تہہ خانے میں"...... رائے بومل نے جواب دیا۔

"اسے کیوں یہاں رکھا گیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"تاکہ حالات درست ہوتے ہی اس کا سودا کیا جا سکے اور پھر میں اسے یہاں سے سمگل کر دوں"...... رائے بومل نے جواب دیا۔

"اس خفیہ تہہ خانے کی تفصیلات بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"وہ نیچے"...... رائے بومل نے کہا اور پھر یکلخت ایک جھٹکے سے رک گیا۔ دوسرے لمحے اس کا جسم یکلخت ڈھیلا پڑتا چلا گیا اور عمران نے بجلی کی سی تیزی سے پن باہر کھینچ لیا۔

"یہ تو ختم ہو چکا ہے عمران صاحب"...... نعمانی نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"کافی دیر ہو گئی تھی۔ اس کا لاشعور اتنی دیر دباؤ برداشت نہیں کر سکا۔ بہر حال آؤ۔ انتہائی قیمتی معلومات مل گئی ہیں"...... عمران نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر راہداری میں آ کر وہ تیزی سے واپس ہال کی طرف بڑھتے چلے گئے لیکن ہال میں پہنچ کر وہ یکلخت رک گئے کیونکہ کاؤنٹر پر موجود وہ ادھیڑ عمر آدمی غائب تھا۔ ہال میں صرف چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ویٹر موجود تھا جو کاؤنٹر کے پاس ہی کھڑا تھا۔

"یہاں جو پہلے کاؤنٹر مین موجود تھا وہ کہاں ہے"...... عمران نے کہا۔

"ماسٹر ماکو۔ وہ اپنے کمرے میں ہو گا"...... ویٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے اس کا کمرہ"...... عمران نے پوچھا۔

"آپ تو باس سے ملنے گئے تھے شاید۔ مجھے ماسٹر ماکو نے بتایا ہے"...... ویٹر نے کہا۔

"ہاں۔ ہمارے اس سے معاملات طے ہو گئے ہیں اس لئے تو اب ماسٹر ماکو سے ملنا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ آؤ میں تمہیں اس کمرے میں لے چلوں۔ وہ سویا ہوا ہو گا"۔ ویٹر نے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر دوسری طرف ایک راہداری میں آ گیا۔ اس راہداری کے آخر میں سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔

"اوپر والی منزل میں دوسرا کمرہ ہے اس کا"...... ویٹر نے کہا۔

"تم کب سے یہاں کام کر رہے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"جی مجھے تو دو ماہ ہوئے ہیں یہاں کام ہی نہیں ہوتا اس لئے تو ایک دو ماہ سے زیادہ ویٹر یہاں ٹکتے ہی نہیں"...... ویٹر نے جواب دیا۔

"اور ماسٹر ماکو۔ وہ یہاں کب سے کام کر رہا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ تو باس کا پرانا آدمی ہے"...... ویٹر نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"تم لوگ باہر جا کر اس انداز میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرو کہ فوری طور پر اس رائے بومل کی لاش نظروں میں نہ آئے۔ میں اس ماسٹر ماکو سے اس تہہ خانے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔ اب ہمیں پہلے یہاں سے مال نکال کر اسے پاکیشیائی سفارت خانے پہنچانا ہو گا۔ پھر آگے بات ہو گی"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے تو عمران تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ ادھیڑ عمر آدمی واقعی ایک آرام کرسی پر آنکھیں بند کئے سویا ہوا تھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر اسے کاندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا تو وہ بے اختیار ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور نیند سے مخمور آنکھوں سے عمران کو دیکھنے لگا۔

"ماسٹر ماکو تمہارا نام ہے"...... عمران نے کہا تو ماسٹر ماکو یکلخت

اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

" اوہ۔ اوہ۔ تم ابھی تک یہیں ہو۔ میں سمجھا تم چلے گئے ہو گے"۔ ماسٹر ماکو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" ہم نے رائے بومل سے سودا کر لیا ہے۔ وہ مال جو خفیہ تہہ خانے میں ہے وہ تم نے ہمیں سپلائی کرنا ہے"...... عمران نے کہا۔

" خفیہ تہہ خانہ۔ مال۔ کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہو تم"۔ ادھیڑ عمر نے چونک کر کہا۔ اب اس کا جسم یکلخت تن سا گیا تھا۔

" اگر یقین نہ آ رہا ہو تو بے شک چل کر باس سے بات کر لو"۔ عمران نے کہا۔

" کیا بات کر لوں۔ مجھے تو کسی خفیہ تہہ خانے یا مال کا علم ہی نہیں ہے"...... ادھیڑ عمر نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے عمران کا بازو گھوما اور زناٹے دار تھپڑ کھا کر ادھیڑ عمر ماسٹر ماکو چیختا ہوا اچھل کر نیچے فرش پر جا گرا لیکن نیچے گرتے ہی اس نے بھی بالکل اسی طرح اچھل کر عمران پر حملہ کر دیا جس طرح پہلے رائے بومل نے کیا تھا لیکن اس بار عمران سنبھلا ہوا تھا اس لئے اس کی لات مخصوص انداز میں گھومی اور ماسٹر ماکو چیختا ہوا اچھل کر اس طرح سائیڈ دیوار سے جا ٹکرایا جیسے فٹ بال دیوار سے ٹکراتا ہے لیکن وہ واپس آنے کی بجائے دھماکے سے نیچے گرا۔ نیچے گر کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے موڑ دیا اور ماسٹر ماکو کا اٹھنے کے لئے سمٹتا ہوا جسم یکلخت ایک جھٹکے سے

سیدھا ہو گیا اور اس کے منہ سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں۔

" بولو۔ کہاں ہے خفیہ تہہ خانہ اور کہاں ہے مال"...... عمران نے پیر کو واپس موڑتے ہوئے کہا۔

" مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم"...... ماسٹر ماکو نے رک رک کر کہا اور عمران نے پیر کو ایک بار پھر موڑ دیا لیکن دوسرے لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن سے پیر ہٹا لیا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ ماسٹر ماکو مرنے کے قریب پہنچ گیا ہے لیکن اس کے پیر ہٹتے ہی اس کا رکتا ہوا سانس بحال ہونے لگ گیا۔ عمران سمجھ گیا کہ ماسٹر ماکو دل کی کسی بیماری میں مبتلا ہے۔ وہ اب لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

" سنو ماسٹر ماکو۔ تمہارا باس ختم ہو چکا ہے۔ اس کی لاش اب اس کے آفس میں پڑی ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ مال خفیہ تہہ خانے میں موجود ہے اور اس بارے میں تم جانتے ہو اور ہم نے بہرحال اسے تلاش کر لینا ہے لیکن ہماری تم سے براہ راست کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تمہارا باس ہمارا مجرم تھا اس نے راجیش کے ذریعے ہمیں ہلاک کرانے کی کوشش کی تھی اس لئے ہم نے اسے ہلاک کر دیا ہے اگر تم ہم سے تعاون کرو اور مال ہمارے حوالے کر دو تو ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے اور تم رائے بومل کی بجائے یہاں کے مالک بن جاؤ گے"...... عمران نے جھک کر اسے بازو سے پکڑا اور جھٹکے سے کرسی پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو"...... ماسٹر ماکو نے رک رک کر کہا۔

"ہاں۔ مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بولو"۔ عمران نے کہا۔

"تم یقین کرو کہ مجھے نہ تہہ خانے کا علم ہے اور نہ ہی کسی مال کا۔ باس نے یقیناً جھوٹ بولا ہو گا"...... ماسٹر ماکو نے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ وہ اس ادھیڑ عمر آدمی کی قوت برداشت پر واقعی حیران رہ گیا تھا۔

"اوکے۔ پھر تم بھی اپنے باس کے پاس پہنچ جاؤ"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ماسٹر ماکو کی گردن ایک ہاتھ سے پکڑی اور پھر انگوٹھے کا دباؤ اس کے نرخرے پر پڑا تو ماسٹر ماکو کی حالت یکلخت غیر ہونے لگی۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ"...... ماسٹر ماکو نے رک رک کر کہا۔ اس کی حالت واقعی انتہائی تیزی سے غیر ہو گئی تھی۔ عمران نے انگوٹھے کا دباؤ ختم کیا لیکن دوسرے لمحے اسے بے اختیار اچھل کر پیچھے ہٹنا پڑا کیونکہ ماسٹر ماکو کی ٹانگیں یکلخت بجلی کی سی تیزی سے اس کے پیٹ پر پڑی تھیں اور پھر عمران جیسے ہی پیچھے ہٹا ماسٹر ماکو یکلخت اچھل کر عمران کی طرف آیا جیسے بند سپرنگ کھلتا ہے لیکن دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا واپس کرسی پر جا گرا اور پھر کرسی سمیت نیچے فرش پر جا گرا۔

"تم جیسے آدمیوں کے لئے ہی کتے کی دم کا محاورہ ایجاد کیا گیا ہو

گا"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے اٹھنے کے لئے سمٹتے ہوئے ماسٹر ماکو کے کندھوں کے درمیان پشت پر ایک پیر رکھا اور اس نے اسے جیسے ہی دبایا تو ماسٹر ماکو کی دونوں ٹانگیں تیزی سے اوپر کو اٹھیں اور پھر گھوم کر عمران کی طرف آئیں۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور اس کے ہاتھ آگے کی طرف جھکتے چلے گئے جبکہ اس کا ایک پیر ماسٹر ماکو کے کندھوں پر ہی موجود تھا۔ ماسٹر ماکو نے اپنے آپ کو بچانے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

"بولو۔ ورنہ ابھی ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔ بولو"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم"...... ماسٹر ماکو نے کہا تو عمران نے ہاتھوں کو ذرا آگے کی طرف جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ماسٹر ماکو کے منہ سے چیخ نکلی اور اس کا جسم ایک لمحے کے لئے پھڑکا اور پھر اس کی ٹانگیں ڈھیلی ہوتی چلی گئیں اور عمران نے نہ صرف ہاتھ ہٹا لئے بلکہ اس نے اس کی پشت سے پیر بھی ہٹا لیا۔ ماسٹر ماکو اسی طرح اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں ایک جھٹکے سے واپس فرش پر گر گئی تھیں۔ عمران نے اسے پلٹا تو وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر اسے اٹھا کر واپس کرسی پر ڈال دیا اور اس نے اس کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد ماسٹر ماکو

نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر شدید ترین تکلیف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

" تم نے اپنی قوت برداشت کا مظاہرہ کر کے مجھے واقعی حیران کر دیا ہے۔ لیکن اب تمہاری ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ کھسک چکا ہے جسے اب اس پوری دنیا میں ٹھیک بھی میں ہی کر سکتا ہوں اس لئے آخری چانس دے رہا ہوں کہ اب تم مال اور تہہ خانے کے بارے میں بتا دو تو میں تمہیں ٹھیک کر دوں گا ورنہ دوسری صورت میں تم ساری عمر کے لئے اسی طرح معذور رہو گے اور تمہارے منہ میں پانی ڈالنے والا بھی کوئی نہ ہو گا۔ بولو۔ ورنہ میں واپس جا رہا ہوں"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور واپس مڑنے لگا۔

" رک جاؤ۔ کیا واقعی تم نے باس کو ہلاک کر دیا ہے"...... ماسٹر ماکو نے کہا۔

" ہاں۔ وہ بھی تمہاری طرح اپنی قوت برداشت کا مظاہرہ کرنے پر تل گیا تھا"...... عمران نے کہا۔

" کیا تم مجھے ٹھیک کر سکتے ہو"...... ماسٹر ماکو نے کہا۔

" ہاں۔ لیکن اس وقت جب میں مال حاصل کر لوں گا اور سنو۔ اب میں مزید وقت ضائع نہیں کر سکتا"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" جب تک میں نہ بتاؤں تم کسی صورت نہ اس تہہ خانے کو تلاش کر سکتے ہو اور نہ ہی مال حاصل کر سکتے ہو اس لئے پہلے مجھے

ٹھیک کرو ورنہ تم ساری عمر سر پٹختے رہ جاؤ تب بھی تم مال تک نہیں پہنچ سکتے"...... ماسٹر ماکو نے کہا۔

" کوئی بات نہیں۔ اب میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا اس لئے میں جا رہا ہوں"...... عمران نے کہا اور مڑ کر دروازے سے باہر آ گیا۔

" واپس آ جاؤ۔ واپس آؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ مجھے اس حالت میں چھوڑ کر نہ جاؤ"...... ماسٹر ماکو نے یکلخت ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر واپس مڑا۔ یہ آدمی واقعی اس کے لئے نیا تجربہ ثابت ہو رہا تھا۔

" آخری بار کہہ رہا ہوں۔ سب کچھ بتا دو ورنہ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" پہلے مجھے ٹھیک کرو۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا"...... ماسٹر ماکو نے کہا۔

" نہیں۔ پہلے تم بتاؤ۔ پھر ایسا ہو سکتا ہے ورنہ نہیں"۔ عمران نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم مجھے ٹھیک نہیں کر سکتے اس لئے تم جا سکتے ہو البتہ اگر تم مجھ پر مہربانی کرو تو مجھے ہلاک کر دو"...... ماسٹر ماکو نے کہا تو عمران نے ایک بار پھر طویل سانس لیا۔

" تم واقعی میرے لئے حیرت انگیز آدمی ثابت ہو رہے ہو"۔

عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے اسے گردن سے پکڑ کر فرش پر لٹا دیا۔ پھر اس نے اس کی دونوں رانوں پر اپنے پیر رکھے اور جھک کر اس نے اس کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس کے اوپر والے جسم کو اس کی ٹانگوں کی طرف اٹھایا۔ ماسٹر ماکو کے حلق سے ہلکی ہلکی چیخیں نکلنے لگیں لیکن پھر جیسے ہی اس کا جسم اور پیچھے کی طرف ہوا کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی اس کے حلق سے ایک زور دار چیخ نکلی اور عمران نے اس کے جسم کو چھوڑ دیا اور خود ایک طرف ہٹ گیا۔

"اب تم ٹھیک ہو چکے ہو۔ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ"...... عمران نے کہا تو ماسٹر ماکو کے جسم نے حرکت کی اور پھر واقعی وہ انتہائی تیزی سے سمٹ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ ٹھیک ہو چکا ہے۔

"میں نے تمہیں ٹھیک کر دیا ہے اور اب میں جا رہا ہوں۔ باقی کام میں خود ہی کر لوں گا"...... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا لیکن وہ بہرحال محتاط تھا کہ ماسٹر ماکو اس پر عقب سے بھی حملہ کر سکتا تھا۔

"واپس آجاؤ۔ میں بتاتا ہوں"...... ماسٹر ماکو کی آواز سنائی دی۔

"نہیں۔ شکریہ۔ اب ضرورت نہیں ہے۔ میں خود تلاش کر لوں گا"...... عمران نے کہا اور دروازے سے باہر آکر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"رک جاؤ۔ میں آرہا ہوں۔ اب میں خود بتا دوں گا۔ تم نے اگر بے لوث میری مدد کی ہے تو اب بہرحال تمہیں بتایا جا سکتا ہے"۔ ماسٹر ماکو کی آواز سنائی دی اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا عمران کے پیچھے سیڑھیاں اتر کر نیچے آگیا۔

"آؤ میرے ساتھ۔ راستہ باس کے آفس سے ہی گزرتا ہے"۔ ماسٹر ماکو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس نے واقعی بڑی مشکل سے اس آدمی کو ہینڈل کیا تھا اور اب اسے یقین تھا کہ مال اسے مل جائے گا۔

سیٹھ بابو اپنے مخصوص آفس میں ہی بڑی بے چینی اور اضطراب
کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ وہ بار بار میز پر پڑے ہوئے مختلف رنگوں
کے فونز پر نظریں ڈالتا اور پھر اسی طرح بے چینی اور اضطراب کی
حالت میں ٹہلنا شروع کر دیتا۔ اسے بومل کی طرف سے پاکیشیائی
ایجنٹوں کی ہلاکت کی خبر کا شدت سے انتظار تھا لیکن طویل وقت گزر
جانے کے باوجود ابھی تک بومل نے اسے اس بارے میں کوئی
اطلاع نہ دی تھی۔ ایک دو بار تو اس کا دل چاہا کہ وہ خود اس کو کال
کر کے اس سے معلومات حاصل کرے لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ اس
لئے بدل دیا تھا کہ اس طرح بومل پر اس کا رعب ختم ہو جاتا کیونکہ
سیٹھ بابو بہرحال سیٹھ پرشاد کا نائب تھا اور بظاہر یہ گروپ اس قدر
طاقتور اور باوسائل تھا کہ پورے کافرستان کی زیر زمین دنیا پر اس کا
رعب اور دبدبہ تھا اس لئے سیٹھ بابو یہ تاثر نہ دینا چاہتا تھا کہ وہ ان

چھ پاکیشیائی ایجنٹوں سے خوفزدہ ہے اس لئے وہ بس بومل کی طرف
سے اطلاع کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا کہ اچانک سرخ رنگ کے
فون کی گھنٹی بج اٹھی اور سیٹھ بابو نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ
کر رسیور اٹھا لیا۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... سیٹھ بابو نے تیز لہجے میں کہا۔

"شوگن بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ
آواز سنائی دی تو سیٹھ بابو بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر
انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ شوگن سیٹھ پرشاد کے
پیشہ ور قاتلوں کے سیکشن کا انچارج تھا اور اس سیکشن کو گوپال کور
کیا کرتا تھا جبکہ اب گوپال کی جگہ مہا دیو نے لے لی تھی اس لئے
شوگن کا اسے براہ راست اور خصوصی فون پر کال کرنا اس لئے انتہائی
حیرت کا باعث بن رہا تھا۔

"یس۔ کیوں کال کی ہے"...... سیٹھ بابو نے قدرے تلخ لہجے میں
کہا۔

"باس۔ رائے ہوٹل کا ماسٹر ماکو گروپ کے دشمنوں سے مل گیا
ہے اور وہ اس گروپ کو رائے ہوٹل کے خفیہ تہہ خانے میں لے گیا
ہے اور وہاں سے تین بڑی پیٹیاں باہر لائی گئی ہیں اور پھر ماسٹر ماکو
نے ایک بڑی ویگن منگوا کر یہ پیٹیاں اس میں لوڈ کرائیں اور دشمن
اس ویگن کو لے کر پاکیشیائی سفارت خانے میں پہنچ گئے اور وہاں یہ
پیٹیاں اتارنے کے بعد ویگن واپس کر دی گئی۔ دشمن بھی وہیں رہ

گئے ہیں اور باس رائے ہوٹل کا بومل بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اور راجیش کی بھی اس کے آفس میں لاش پڑی ہوئی ملی ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ بابو کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہو۔ اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹ سی گئی تھیں۔

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو شوگن۔ کیا تم نشے میں ہو"۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد سیٹھ بابو نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں باس اور اس ویگن کا ڈرائیور سہائے تھا۔ اس نے واپسی پر مجھے فون کر کے یہ سب کچھ بتایا ہے لیکن میں نے اس کی بات پر یقین نہ کیا اور پھر میں سہائے کے ساتھ خود بندرگاہ گیا اور باس میں اس وقت رائے ہوٹل سے ہی بات کر رہا ہوں۔ ماسٹر ماکو نے واقعی غداری کی ہے جس پر میں نے اس کا خاتمہ کر دیا ہے"...... شوگن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ کیا ہو گیا۔ جس مال کی خاطر یہ سب کچھ کیا گیا تھا وہ مال بھی ہاتھ سے گیا۔ بومل کیسے ہلاک ہو گیا اور ماکو نے کیوں غداری کی ہے۔ وہ تو بومل کا خاص الخاص آدمی تھا اور بومل سے بھی زیادہ گروپ کا وفادار تھا"...... سیٹھ بابو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا ہے۔

"ماسٹر ماکو سے میں نے پوچھا تھا باس۔ اس نے بتایا ہے کہ بومل کی ہلاکت کا اسے علم نہ تھا۔ وہ اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ

پاکیشیائی ایجنٹ وہاں پہنچ گیا۔ ماسٹر ماکو نے اس کا مقابلہ کیا لیکن اس ایجنٹ نے اس کی ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ کھسکا کر اسے مفلوج کر دیا لیکن ماسٹر ماکو نے اسے پھر بھی کچھ نہ بتایا تو اس پاکیشیائی ایجنٹ نے اسے بغیر کسی شرط کے ٹھیک کر دیا اور واپس جانے لگا تو ماسٹر ماکو نے اس کے اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے اسے مال دے دیا اور ویگن منگوا کر دے دی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹ شریف دشمن ثابت ہوا ہے اس لئے اگر تھوڑا سا مال دے کر اس کا احسان اتارا جا سکتا ہے تو یہ کوئی غلط بات نہیں ہے۔ گروپ کے لئے اس تھوڑے سے مال کی کیا حیثیت ہے۔ چونکہ اس نے غداری کی تھی اس لئے میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے"...... شوگن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نانسنس۔ احمق آدمی۔ جس مال کو وہ اہمیت نہیں دے رہا تھا نانسنس اس کی قیمت کروڑوں ڈالر تھی۔ نانسنس۔ تم نے اچھا کیا کہ اسے ہلاک کر دیا لیکن اب یہ مال بھی ہم نے واپس حاصل کرنا ہے اور ان پاکیشیائی ایجنٹوں سے بھی انتقام لینا ہے۔ کیا تم یہ کام کر سکتے ہو"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"باس۔ آپ اجازت دے دیں تو میں اس پاکیشیائی سفارت خانے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا ہوں۔ وہ پاکیشیائی ایجنٹ بھی وہیں ہیں اور مال بھی وہیں ہے"...... شوگن نے کہا۔

"اوہ نہیں۔ احمق تو نہیں ہو گئے۔ کسی سفارت خانے پر حملے کا

مطلب ہے کہ پوری حکومت کو اپنے خلاف کر لینا۔ ہم نے ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا خاتمہ کرنا ہے اور بس۔ تم ایسا کرو کہ اپنے پورے گروپ کو حرکت میں لے آؤ۔ سہائے سے ان ایجنٹوں کے حلیئے معلوم کر لو اور پاکیشیائی سفارت خانے اور اس کے سارے ایریئے کو گھیر لو۔ جیسے ہی یہ لوگ نظر آئیں انہیں گولیوں سے اڑا دو۔ مال کی واپسی کا بندوبست میں خود کر لوں گا۔ وہ اسے جہاز کے ذریعے ہی پاکیشیا لے جائیں گے۔ میں ایئر پورٹ پر جہاز کو چیک کرا کر مال وصول کر لوں گا۔ تم بس ان ایجنٹوں کا خاتمہ کر دو"۔ سیٹھ بابو نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ حکم کی تعمیل ہو گی"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہیں ان ایجنٹوں کی ہلاکت کا منہ مانگا انعام دیا جائے گا لیکن میں ناکامی کی بات نہیں سنوں گا"...... سیٹھ بابو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

"بومل کی موت گروپ کے لئے انتہائی دھچکا ہے۔ پھر وہ ماسٹر ماکو بھی ہلاک ہو گیا ہے۔ اب سمگلنگ کا سیکشن کسے دیا جائے"۔ سیٹھ بابو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر کافی دیر تک خاموش بیٹھنے کے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"گپت رام بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"سیٹھ بابو بول رہا ہوں"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"یس باس۔ حکم باس"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا۔

"تم بومل اور ماسٹر ماکو کے ساتھ کام کرتے رہے ہو سمگلنگ سیکشن میں"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تو سنو۔ بومل ماسٹر ماکو کی غداری کی وجہ سے پاکیشیائی ایجنٹوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے اور ماسٹر ماکو کو اس کی غداری کے جرم میں سزا دے دی گئی ہے اس لئے اب تم رائے ہوٹل پہنچ کر سیکشن کا چارج سنبھال لو۔ اب بیرون ملک سمگلنگ کا سارا دھندہ تمہارے تحت ہو گا"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"یس باس۔ حکم کی تعمیل ہو گی باس"...... گپت رام نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہاری جگہ میں مہادیو کو دے دوں گا۔ وہ ضرورت پڑنے پر تم سے ہدایات لیتا رہے گا تاکہ اندرون ملک سمگلنگ کا دھندہ بھی چلتا ہے"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سیٹھ پرشاد ان دنوں ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ان کی واپسی پر تم سب کو باقاعدہ آرڈر بھی مل جائیں گے اور تمہارے معاوضے بھی میری سفارش سے دو گنا کر دیئے جائیں گے لیکن تم نے

کام بالکل اسی طرح کرنا ہے جس طرح بومل کرتا تھا لیکن کوئی
کوتاہی ناقابل برداشت ہوگی"...... سیٹھ بابو نے کہا۔

"یس باس۔ میں سمجھتا ہوں باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا
تو سیٹھ بابو نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر
اطمینان کے تاثرات نمایاں ہوگئے تھے۔ اسے یقین تھا کہ گپت رام
بومل کا خلا آسانی سے پر کر لے گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہو
کیونکہ اس کے آفس کا وقت ختم ہونے والا تھا اور اب وہ اپنی رہائش
گاہ پر جا کر آرام کرنا چاہتا تھا۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت ایئرپورٹ پر موجود تھا۔ رائے
ہوٹل کے خفیہ تہہ خانے سے کراکون کی تمام مقدار اس نے حاصل
کر لی تھی۔ یہ تین بڑی بڑی پیٹیاں تھیں اور واقعی یہ تہہ خانہ اس قدر
خفیہ انداز میں بنایا گیا تھا کہ اگر ماسٹر ماکو اس کے ساتھ تعاون نہ
کرتا تو شاید ہی وہ اسے تلاش کر سکتا۔ تہہ خانہ بے حد وسیع و عریض
تھا اور اس میں انتہائی حساس اسلحہ کی پیٹیاں بھری ہوئی تھیں۔ ماسٹر
ماکو نے اسے بتایا تھا کہ یہ تمام اسلحہ غیر ممالک سے یہاں لایا جاتا
ہے اور پھر یہاں سے اندرون ملک پارٹیوں کو سپلائی کر دیا جاتا ہے
بومل بیرون ملک اسلحہ سمگلنگ کرنے والے سیکشن کا انچارج تھا اور
یہ حقیقت تھی کہ اس تہہ خانے میں موجود اسلحہ کو دیکھ کر عمران کو
حقیقتاً سیٹھ پرشاد گروپ کی وسعت کا صحیح معنوں میں اندازہ ہوا تھا
ورنہ اس سے پہلے اس کے ذہن میں یہ نہ تھا کہ یہ گروپ اس قدر

وسیع پیمانے پر اور اس قدر منظم انداز میں کام کرتا ہوگا۔ اس نے کراکون کی پیٹیاں تہہ خانے سے باہر نکلوائیں اور ماسٹر ماکو نے ہی ان پیٹیوں کو پاکیشیائی سفارت خانے تک پہنچانے کا بندوبست کر دیا۔ اس نے ایک بڑی ویگن منگوائی اور عمران اور اس کے ساتھیوں نے کراکون کی پیٹیاں اس میں لوڈ کیں اور خود بھی اسی ویگن میں سوار ہو گئے اور پھر یہ مال پاکیشیائی سفارت خانے لایا گیا جہاں عمران نے ویگن کو واپس بھجوا دیا۔ اس نے کافرستان میں پاکیشیا کے سفیر سے ملاقات کی اور سرسلطان کو فون کر کے اس نے سفیر کو مجبور کر دیا کہ وہ ان پیٹیوں کو فوری طور پر بغیر کوئی وقت ضائع کئے چارٹرڈ طیارے سے پاکیشیا بھجوا دیں۔ سرسلطان کو فون اس لئے کرنا پڑا تھا کہ سفیر صاحب اسے بحری جہاز کے ذریعے روٹین میں بھجوانا چاہتے تھے لیکن عمران سمجھتا تھا کہ بومل کی موت کا علم گروپ کو ہو جائے گا اور اس کے بعد لامحالہ وہ اس مال کی واپسی کے لئے سرگرم ہو جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کافرستانی حکومت کو اس بارے میں علم ہو جاتا اور کافرستانی حکومت اسے روک لیتی کیونکہ بہرحال یہ مال نہ کافرستان میں قانون کے مطابق لایا گیا تھا اور نہ قانونی طور پر پاکیشیا لے جایا جا رہا تھا۔ سرسلطان کے فون کے بعد پاکیشیائی سفیر نے تیز سرگرمی دکھائی اور پھر فوری طور پر سفارت خانے کے ذریعے چارٹرڈ طیارے کا انتظام کیا گیا اور مال کو بغیر کسی رکاوٹ کے لے جانے کے لئے سفیر صاحب خود ایئرپورٹ پہنچے تھے۔ سفیر صاحب نے

عمران اور اس کے ساتھیوں کو بھی اس طیارے کے ذریعے پاکیشیا جانے کی آفر کی لیکن عمران نے انکار کر دیا۔ وہ اس سیٹھ گروپ کے بڑوں کو ختم کرنا چاہتا تھا ورنہ اسے یقین تھا کہ یہ گروپ پاکیشیا میں بھی کارروائی کرنے سے باز نہیں آئے گا۔ چارٹرڈ طیارے کی روانگی کے بعد عمران اور اس کے ساتھی اس وقت تک ایئرپورٹ پر رکے رہے تھے جب تک کہ چارٹرڈ طیارے کے بخیریت پاکیشیا پہنچ جانے کی اطلاع نہ مل گئی۔ البتہ ٹائیگر چونکہ زخمی تھا اس لئے اسے طیارے میں بٹھا دیا گیا تھا اور وہ واپس پاکیشیا چلا گیا تھا۔

"عمران صاحب۔ اب کیا پروگرام ہے"...... صدیقی نے کہا۔ وہ اس وقت ایئرپورٹ کے ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"اب ہم نے اس سیٹھ بابو کو کور کرنا ہے کیونکہ اگر اس کا خاتمہ نہ کیا گیا تو پھر یہ گروپ پاکیشیا میں بھی زیر زمین لوگوں کے ذریعے انتقامی کارروائی کرا سکتا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک آدمی کے ہلاک ہونے سے یہ گروپ تو ختم نہیں ہو جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس گروپ کے بارے میں تمام تفصیلات اس سیٹھ بابو سے ہمیں مل جائیں گی اور پھر یہ تفصیلات شاگل تک پہنچا دی جائیں گی اس کے بعد شاگل خود ہی ان کا خاتمہ کر دے گا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن شاگل تو سیکرٹ سروس کا چیف ہے اور سیکرٹ سروس اندرون ملک تو کام نہیں کیا کرتی"...... صدیقی نے کہا۔

"شاگل کی سیکرٹ سروس اندرون ملک بھی کام کرتی ہے اور شاگل احمق اور جذباتی ضرور ہے لیکن وہ بہرحال ایسے جرائم پیشہ گروپس کے معاملے میں انتہائی سخت واقع ہوا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ وہ اس پورے گروپ کو کرش کر دے گا"...... عمران نے کہا۔

"تو اب ہمیں اس سیٹھ بابو کے آفس جانا ہوگا"...... صدیقی نے کہا۔

"میں اس لئے یہاں بیٹھ گیا ہوں کہ اس کا دفتری ٹائم ختم ہو جائے اور سیٹھ بابو اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جائے۔ وہاں ہم زیادہ آسانی سے اور زیادہ اطمینان سے اس سے پوچھ گچھ کر سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اس گروپ کے بارے میں تفصیلات بھی وہیں موجود ہوں گی کیونکہ ایسے مجرموں کی نفسیات ہوتی ہے کہ یہ ایسی چیزیں اپنے ذاتی قبضے میں رکھنے کے عادی ہوتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"لیکن عمران صاحب۔ ہمارے حلیئے اس ویگن ڈرائیور کو بھی معلوم ہیں اور رائے ہوٹل کے ویٹر کو بھی اور اس ماسٹر ماکو کو بھی۔ بومل کی موت یقیناً اس گروپ کے لئے بڑا دھچکا ہو گی اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس گروپ کے آدمی اب شہر میں ہمیں تلاش کرتے پھر رہے ہوں۔ ایئر پورٹ کی طرف ان کی توجہ نہ جائے گی اس لئے وہ شہر

میں ہی ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ ایسی صورت میں آپ نے کیا سوچا ہے"...... اس بار نعمانی نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں سی پھیلنے لگیں۔

"اوہ۔ اوہ۔ تمہاری بات درست ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ ماسٹر ماکو تو شاید اطلاع نہ دے لیکن اور کسی بھی ذریعے سے یہ اطلاع سیٹھ بابو تک پہنچ جائے گی۔ ٹھہرو۔ میں پہلے تصدیق کر لوں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ویٹر کو اشارے سے بلایا۔

"فون لے آؤ"...... عمران نے کہا تو ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کارڈلیس فون پیس تھا۔ اس نے فون اس کے سامنے رکھا اور واپس چلا گیا۔ عمران نے فون پیس اٹھایا۔ اسے آن کیا اور پھر اس پر رائے ہوٹل کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ وہ اس کے نمبر ماسٹر ماکو سے معلوم کر چکا تھا۔ اس لئے اسے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔

"رائے ہوٹل"...... ایک چیختی ہوئی سی مردانہ آواز سنائی دی۔

"ماسٹر ماکو سے بات کراؤ۔ میں پرنس بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"ماسٹر ماکو کو اس کی غداری کی سزا دی جا چکی ہے۔ وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ اب یہاں کا انچارج گپت رام ہے اور وہ ابھی نہیں پہنچا۔ تم رات کو فون کرنا"...... دوسری طرف سے تیز اور چیختے ہوئے لہجے میں

کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فون آف کر کے اسے میز پر رکھ دیا۔

" تمہارا خیال درست نکلا ہے نعمانی۔ ماسٹر ماکو کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور یقیناً اب شہر میں ہماری تلاش ہو رہی ہو گی اور ہو سکتا ہے کہ پاکیشیائی سفارت خانے کے گرد بھی ان لوگوں نے پکٹنگ کر رکھی ہو اور اگر انہیں وہاں سے معلوم ہو گیا کہ ہم ایئر پورٹ پر ہیں تو وہ لوگ یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں "...... عمران نے کہا۔

" تو پھر کیا ہوا عمران صاحب۔ یہ غنڈے ہیں۔ ان سے آسانی سے نمٹا جا سکتا ہے "...... اس بار خاور نے کہا۔

" نہیں۔ خواہ مخواہ اس دردسری میں مبتلا ہونے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا یہ کام ہے کہ ان غنڈوں سے لڑتے پھریں۔ چلو اٹھو۔ ہم نے فوری طور پر اس سیٹھ بابو کی رہائش گاہ پر پہنچنا ہے "...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو باقی ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

" میرا خیال ہے عمران صاحب کہ ہمیں کم از کم ماسک میک اپ ضرور کر لینے چاہئیں "...... صدیقی نے کہا۔

" لیکن ماسک میک اپ آئیں گے کہاں سے "...... عمران نے کہا۔

" یہاں ڈیوٹی فری شاپ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہاں سے یہ مل جائیں گے کیونکہ فینسی ڈریسز شو کا آج کل فیشن ایبل طبقے میں بے

حد رواج ہے اور اس میں ماسک ہی کام آتے ہیں "...... صدیقی نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ پھر جا کر معلوم کرو۔ اگر مل جائیں تو ہم بہت سی غیر ضروری الجھنوں سے بچ جائیں گے "...... عمران نے کہا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ باقی ساتھی بھی بیٹھ گئے جبکہ صدیقی تیز تیز قدم اٹھاتا ریستوران کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

" سوری عمران صاحب۔ یہاں ماسک میک اپ باکس نہیں ہیں "...... تھوڑی دیر بعد صدیقی نے واپس آتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

" ایک منٹ۔ میں کرتا ہوں اس کا بندوبست "...... خاور نے کہا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کاؤنٹر پر موجود آدمی سے کچھ دیر تک بات کی اور پھر جیب سے دو بڑے نوٹ نکال کر اس نے اس آدمی کو دے دیئے اور واپس آ گیا۔

" میں نے اس سے کہا ہے کہ میں نے ایک فینسی ڈریس شو میں شرکت کرنی ہے اس لئے وہ کسی آدمی کو بھیج کر شہر سے یہ باکس منگوا دے اور میں نے اسے دوگنا معاوضہ دے دیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ ابھی ایک آدمی کو موٹر سائیکل پر بھجوا کر منگوا دیتا ہے "۔ خاور نے واپس آ کر مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ انہوں نے ویٹر سے کہہ کر کافی منگوائی اور پھر وہ کافی پینے میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد کاؤنٹر مین خود ان کے پاس آیا اور اس نے ایک شاپر خاور کے ہاتھ میں دے دیا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ باقی رقم تم رکھ لو"...... خاور نے کہا تو کاؤنٹر مین واپس چلا گیا۔ عمران نے ویٹر کو بلا کر بل منگوایا اور پھر بل کی رقم کے ساتھ ساتھ بھاری ٹپ دے کر وہ ریستوران سے باہر آ گئے۔

"ایک ایک کر کے باتھ روم میں جا کر ماسک چڑھا لو۔ میں یہیں رکتا ہوں"...... عمران نے کہا تو سب سے پہلے صدیقی باکس لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد نعمانی اور پھر سب سے آخر میں عمران نے میک اپ کیا۔ وہ سب مقامی میک اپ میں ہی تھے لیکن اب ان کے چہروں اور بالوں کا ڈیزائن یکسر بدل چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے اس کالونی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے جس کالونی میں سیٹھ بابو کی رہائش گاہ تھا۔ چونکہ سیٹھ بابو نے پہلے عمران کو فون پر خود ہی اپنی رہائش گاہ کا پتہ اور فون نمبر بتا دیا تھا اور عمران نے ناٹران کے ذریعے اس کی تصدیق بھی کر لی تھی اس لئے عمران اسی کالونی کی طرف جا رہا تھا۔ کالونی پہنچ کر انہوں نے ٹیکسی چھوڑ دی اور پھر اس کوٹھی کی تلاش شروع کر دی جس میں سیٹھ بابو رہتا تھا۔

"عمران صاحب۔ ہمارے پاس اسلحہ تو نہیں ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ نے ہاتھ تو دے رکھے ہیں"...... عمران نے کہا اور سب بے اختیار مسکرا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک عظیم الشان

کوٹھی کے مین گیٹ پر موجود تھے۔ باہر نیم پلیٹ پر سیٹھ بابو کا نام اور نیچے اس کے ادارے کا نام موجود تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد چھوٹا دروازہ کھلا اور ایک آدمی باہر آ گیا۔ وہ اپنے لباس اور انداز سے ملازم ہی لگ رہا تھا۔

"میرا نام گھوش ہے اور میں وزارت صنعت میں اسسٹنٹ سیکرٹری ہوں۔ سیٹھ بابو سے ملاقات کرنی ہے۔ انتہائی ضروری ملاقات ورنہ سیٹھ بابو کا بہت بھاری نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ یہ میرے ماتحت ہیں"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی۔ آپ سرکاری افسر ہیں اس لئے میں بتا دیتا ہوں کہ سیٹھ صاحب گھر پر کسی سے نہیں ملتے۔ آپ ان سے آفس میں مل لیں ورنہ میں کہہ دیتا کہ سیٹھ صاحب موجود نہیں ہیں"...... ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم ہمارے بارے میں جا کر بتا دو۔ اس کے بعد اگر وہ نہ ملیں گے تو ان کی قسمت۔ ہم واپس چلے جائیں گے۔ البتہ کیا تم ہمیں یہیں دروازے پر ہی کھڑے رکھو گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ آئیے جناب۔ آئیے"...... ملازم نے کہا اور اندر کی طرف مڑ گیا تو عمران مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی اندر داخل ہو گئے۔ یہ واقعی بہت بڑی کوٹھی تھی۔ پورچ میں سفید رنگ کی ایک جدید ترین ماڈل کی بڑی کار موجود تھی اور

برآمدے میں دو مشین گنوں سے مسلح آدمی بھی کھڑے تھے۔

" آیئے جناب۔ آیئے "...... ملازم نے پھاٹک بند کرتے ہوئے عمران سے کہا اور پھر وہ انہیں ساتھ لئے اندرونی طرف کو بڑھ گیا۔ مسلح افراد خاموش کھڑے رہے تھے جبکہ ملازم انہیں برآمدے کی سائیڈ میں ایک بڑے ڈرائینگ روم میں لے آیا۔

" آپ بیٹھیں میں سیٹھ صاحب کو اطلاع دیتا ہوں "...... ملازم نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

" ایک منٹ "۔ عمران نے کہا تو ملازم رک گیا۔

" جی صاحب "...... ملازم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" تمہارا نام کیا ہے "...... عمران نے کہا۔

" جی میرا نام آتما رام ہے "...... ملازم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" سیٹھ بابو کی فیملی بھی یہاں ساتھ ہی رہتی ہے "...... عمران نے پوچھا۔

" سیٹھ بابو نے شادی ہی نہیں کی جناب "...... آتما رام نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" جناب میں اطلاع کرتا ہوں "...... آتما رام نے کہا اور واپس مڑ کر ڈرائینگ روم سے باہر چلا گیا۔

" اب ہمیں آسانی ہو جائے گی ورنہ فیملی والا سلسلہ خراب ہو جاتا "...... عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد آتما رام واپس آ گیا۔

" جناب سیٹھ صاحب آرام کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ صبح دفتر آ جائیں اور ان کے مینجر سے مل لیں۔ وہ آپ کی خدمت کر دے گا "...... آتما رام نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

" کوئی بات نہیں۔ صبح مل لیں گے۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے ہماری عزت کی ہے "...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

" جی میں تو ملازم ہوں جناب "...... آتما رام نے انکسارانہ لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے اس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ عمران نے یکلخت اسے گردن سے پکڑ کر نہ صرف ہوا میں اٹھا لیا تھا بلکہ اس نے ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر اسے صوفے پر پھینک دیا تھا جبکہ عمران کے ساتھی تیزی سے ڈرائینگ روم سے باہر نکل گئے تھے۔

" سوری آتما رام۔ فی الحال تمہاری عزت اسی طرح کی جا سکتی تھی کہ تمہیں بے ہوش کر دیا جائے "...... عمران نے صوفے پر پڑے ہوئے آتما رام کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر برآمدے میں آیا تو دونوں مسلح آدمی وہیں برآمدے میں ہی پڑے ہوئے تھے جبکہ مشین گنیں چوہان اور خاور کے ہاتھوں میں تھیں اور صدیقی اور نعمانی وہاں موجود نہ تھے۔ شاید وہ دونوں اندر جا چکے تھے۔

" کیا یہ ہلاک ہو گئے ہیں "...... عمران نے کہا۔

" ہاں۔ ہم نے ان کی گردنیں توڑ دی ہیں "...... خاور نے کہا اور

عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" تم یہیں رکو گے چوہان تاکہ اگر کوئی آ جائے تو اسے کور کر سکو لیکن کوشش کرنا کہ فائرنگ نہ ہو ورنہ یہ گنجان آباد کالونی ہے۔ پولیس بھی آ سکتی ہے"...... عمران نے کہا اور چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" آؤ خاور"...... عمران نے کہا اور تیزی سے اندرونی طرف کو بڑھنے لگا۔ اسی لمحے نعمانی باہر آ گیا۔

" دو ملازم اندر تھے۔ انہیں میں نے ہلاک کر دیا ہے۔ البتہ ایک کمرہ بند ہے۔ اس کے باہر سرخ بلب جل رہا ہے اور باہر دیوار سے باقاعدہ فون پیس ہک میں لٹکا ہوا ہے۔ شاید سیٹھ بابو اندر موجود ہے کیونکہ یہاں اور کوئی آدمی موجود نہیں ہے"...... نعمانی نے کہا۔

" آؤ۔ اسے بھی دیکھ لیتے ہیں"...... عمران نے کہا اور پھر نعمانی اور خاور کے ساتھ اندر داخل ہوا تو اس دروازے کے باہر صدیقی کھڑا ہوا تھا۔ عمران نے رسیور ہک سے نکالا اور اس پر موجود ایک ہی سرخ بٹن پریس کر دیا۔

" اب کیا ہے"...... رسیور سے سیٹی بجاتی ہوئی باریک آواز سنائی دی۔

" وہ کہہ رہے ہیں سیٹھ صاحب کہ اپنے سیٹھ کو اٹھا دو کہ وہ ان سے مل لے۔ اس میں اس کا فائدہ ہے۔ ہم اسے وہ مال واپس دلا سکتے ہیں جو پاکیشیائی ایجنٹوں نے حاصل کیا ہے۔ ورنہ مال کافرستان سے

نکل جائے گا"...... عمران نے آتما رام کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں"...... دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوا تو عمران نے رسیور واپس ہک میں لٹکا دیا۔ چند لمحوں بعد دروازے کے اوپر جلتا ہوا سرخ بلب بجھ گیا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ میکانکی انداز میں کھلتا چلا گیا۔ دوسرے لمحے دروازے پر ایک پھیلے ہوئے جسم اور چھوٹے قد کا آدمی نمودار ہوا۔ اس کا چہرہ اور جسمانی ساخت واقعی کافرستان کے قدیم کاروباری سیٹھوں جیسی تھی۔

" تت۔ تت۔ تم۔ کیا۔ کیا"...... اس کے منہ سے اسی طرح باریک لیکن سیٹی بجاتی ہوئی آواز نکلی ہی تھی کہ عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے بڑھا اور دوسرے لمحے وہ اسے گردن سے پکڑ کر دھکیلتا ہوا اندر لے گیا اور پھر اس سے پہلے کہ سیٹھ بابو سنبھلتا عمران کا بازو انتہائی تیز رفتاری سے حرکت میں آیا اور سیٹھ بابو چیختا ہوا اچھل کر ایک دھماکے سے نیچے جا گرا۔ عمران نے جھک کر ایک ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو سیٹھ بابو کا انتہائی تیزی سے بگڑتا ہوا چہرہ نارمل ہو گیا اور عمران سیدھا کھڑا ہو گیا۔ یہ کمرہ بیڈ روم کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ کونے میں ٹی وی چل رہا تھا۔ ایک طرف ایک

ریک میں انتہائی قیمتی شراب کی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں۔ میز پر ایک شراب کی کھلی ہوئی بوتل اور ایک جام بھی موجود تھا۔

"اسے اٹھا کر کرسی پر بٹھا دو اور رسی تلاش کر کے اسے باندھ دو۔ اس کے بعد ہم نے اس کوٹھی کی تفصیلی تلاشی لینی ہے"...... عمران نے کہا تو اس کے ساتھی اس کی ہدایات کی تعمیل میں لگ گئے اور عمران اس کمرے سے باہر آ گیا تا کہ وہ کوئی تہہ خانہ تلاش کر سکے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گروپس کا خفیہ ریکارڈ کسی خفیہ تہہ خانے کے محفوظ سیف میں ہی رکھا جا سکتا ہے لیکن عمران اور اس کے ساتھی جب اپنی تمام کوششوں کے باوجود نہ کوئی تہہ خانہ تلاش کر سکے اور نہ کوئی خفیہ سیف تو ان سب کے چہروں پر حیرت ابھر آئی۔

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے عمران صاحب"...... صدیقی نے کہا۔

"اب وہ آنتا رام ہی بتائے گا۔ وہ ڈرائینگ روم میں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اسے اٹھا لاؤ"...... عمران نے کہا تو صدیقی سر ہلاتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو بے ہوش آنتا رام اس کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔

"اسے کرسی پر ڈال کر ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے آنتا رام کو کرسی پر ڈالا اور پھر خاور کے ساتھ مل کر اس نے اس کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا جبکہ چوہان اسے سنبھالے ہوئے تھا۔ چند لمحوں بعد جب آنتا رام کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو صدیقی نے ہاتھ ہٹا لئے اور پھر آنتا

رام نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کا جسم خود بخود تن گیا۔

"یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ تم نے"...... آنتا رام نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن خاور نے اس کے سینے پر مشین گن کی نال رکھ دی۔

"سنو آنتا رام۔ یہاں سوائے تمہارے اور سیٹھ بابو کے باقی سب کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ چونکہ تم ملازم آدمی ہو اس لئے ہم نے تمہیں ہلاک نہیں کیا لیکن اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو پھر تمہاری گردن بھی ایک لمحے میں ٹوٹ سکتی ہے"...... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ مم۔ میں غریب آدمی ہوں"...... آنتا رام نے بری طرح کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"تم حکومت کے ساتھ تعاون کرو گے تو زندہ رہو گے۔ یہاں تمہارے سیٹھ کی خصوصی فائلیں کسی تہہ خانے یا سیف میں موجود ہیں۔ ہمیں وہ فائلیں چاہئیں۔ بولو۔ کیا تم وہ فائلیں حاصل کرنے میں تعاون کرتے ہو یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔ میں تو غریب ملازم ہوں"...... آنتا رام نے ہچکچاتے ہوئے انداز میں کہا اور عمران سمجھ گیا کہ اسے معلوم تو ہے لیکن شاید کسی خوف کی وجہ سے نہیں بتا رہا۔

"باہر موجود آدمیوں کی لاشیں یہاں اٹھا لاؤ تا کہ آنتا رام کو

معلوم ہو سکے کہ مرنے کے بعد آدمی کی کیا حالت ہوتی ہے"۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"مجھے کچھ نہ کہو۔ مجھے چھوڑ دو"...... آتما رام نے کہا لیکن عمران کے ساتھی جیسے ہی باہر سے دو لاشیں اندر لائے اور پھر لاشیں آتما رام کے سامنے فرش پر پھینکی گئیں تو آتما رام کے حلق سے بے اختیار خوف کی شدت سے چیخیں نکلنے لگ گئیں۔ اس کا چہرہ ہلدی سے بھی زیادہ زرد پڑ گیا تھا۔

"آخری بار پوچھ رہا ہوں آتما رام۔ ورنہ دوسرے لمحے تم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"بب۔ بب۔ بتاتا ہوں"...... آتما رام نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔ تم زندہ بھی رہو گے اور سرکار سے انعام بھی ملے گا۔ چلو اٹھو"...... عمران نے کہا اور بازو سے پکڑ کر آتما رام کو کھڑا کر دیا۔ خوف کی شدت سے آتما رام کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں لیکن عمران اسے بازو سے پکڑے کھینچتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف لے گیا۔ البتہ اس کمرے سے باہر نکل کر آتما رام نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ شاید یہ خوف لاشوں کی وجہ سے تھا۔ بہر حال آتما رام نے واقعی تعاون کیا اور وہ انتہائی خفیہ تہہ خانہ کھولنے اور وہاں موجود سیف میں سے اپنے مطلب کی فائلیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اسے ہاف آف کر دو"...... عمران نے ساتھ موجود صدیقی سے کہا تو صدیقی کا بازو بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور آتما رام چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا ہی تھا کہ صدیقی کی لات گھومی اور آتما رام کے حلق سے نکلنے والی چیخ اس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ اس کی آنکھیں یکلخت چڑھ گئی تھیں۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

"اب اس سیٹھ سے چند باتیں کر لیں"...... عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس میں وہ سیٹھ بابو کو بے ہوشی کے عالم میں باندھ آئے تھے۔ وہ ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ صدیقی"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے آگے بڑھ کر اس کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس کے جسم میں جیسے ہی حرکت کے تاثرات ابھرے صدیقی نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ۔ یہ۔ کیا ہے۔ تم کون ہو"...... سیٹھ بابو نے ہوش میں آتے ہی انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے پاکیشیا کا مال ہضم کرنے کی کوشش کی ہے سیٹھ بابو۔ تم نے شاید یہ سمجھ لیا تھا کہ تم کاروباری سیٹھ بن کر بچ جاؤ گے لیکن تمہارے خفیہ تہہ خانوں کے سیف سے نکلنے والی یہ فائلیں تمہارے پورے گروپ کا خاتمہ کر دیں گی"...... عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی دو فائلیں اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تو کیا تم پاکیشیائی ایجنٹ ہو۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔ مجھ سے دولت لے لو"...... سیٹھ بابو نے انتہائی خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"اگر تم یہ بتا دو کہ وہ مشین کہاں ہے جس کی مدد سے تم سیٹھ پرشاد بنتے ہو تو تمہیں قانون کے حوالے کر دیا جائے گا ورنہ ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ بولو ہاں یا ناں میں جواب دو"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"وہ ہے۔ وہ اس دیوار کے پیچھے خفیہ کمرے میں ہے لیکن یہ دیوار صرف میرے ہاتھ رکھنے سے ہی کھل سکتی ہے۔ مجھے چھوڑ دو"۔ سیٹھ بابو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ قانون خود ہی اسے تلاش کر لے گا"...... عمران نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اسے بے ہوش کر دو چوہان۔ اب میں شاگل سے دو باتیں کر لوں"...... عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ اسے زندہ چھوڑنا چاہتے ہیں"...... ساتھ کھڑے ہوئے صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو اور کیا کروں۔ بندھے ہوئے پر فائر کھول دوں۔ شاگل اس سے خود ہی نمٹ لے گا"...... عمران نے کہا لیکن دوسرے لمحے مشین گن کی تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی کمرہ سیٹھ بابو کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔ فائرنگ صدیقی نے کی تھی۔ اس نے چوہان کے

ہاتھ سے مشین گن جھپٹ لی تھی۔

"جب میں نے"...... عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"سوری عمران صاحب۔ ایسے آدمی کو زندہ رکھنا اپنے آپ پر اور اپنے ملک کے ساتھ ظلم ہے۔ آپ بے شک چیف کو رپورٹ دے دیں۔ میں وضاحت کر دوں گا"...... صدیقی نے بھی خشک لہجے میں کہا اور عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"ظاہر ہے تم فور سٹارز کے چیف ہو۔ وہ تمہارے مقابل مجھ جیسے نان چیف کی بات کہاں مانے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"عمران صاحب۔ یہاں سے نہیں۔ ایئر پورٹ سے فون کریں"...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ ٹھیک ہے"...... عمران نے کہا اور فائلیں اس نے وہیں میز پر رکھ دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کوٹھی سے نکلے اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھے ایئر پورٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے ماسک اتار دیئے کیونکہ اب جن شکلوں میں وہ تھے ان کے مطابق کاغذات ان کے پاس موجود تھے اور ظاہر ہے بغیر کاغذات کے وہ فوری طور پر طیارہ چارٹرڈ نہ کرا سکتے تھے اور نہ ہی کافرستان سے باہر جا سکتے تھے۔

"تم طیارہ چارٹرڈ کراؤ۔ میں شاگل سے بات کرتا ہوں"۔ عمران

نے کہا تو صدیقی اور نعمانی دونوں سرہلاتے ہوئے چارٹرڈ سیکشن کی طرف بڑھتے چلے گئے جبکہ عمران ایک فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے سکے ڈال کر فون آن کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سیکرٹ سروس ہیڈ کوارٹر"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"شاگل سے بات کراؤ۔ میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ شاگل بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد شاگل کی حیرت سے پر آواز سنائی دی۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم۔ تم عمران۔ کیا بات ہے۔ تم نے کیوں فون کیا ہے"۔ دوسری طرف سے شاگل کے لہجے میں پہلے سے زیادہ حیرت ابھر آئی تھی۔

"تمہیں تو معلوم ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس میری خدمات کرائے پر حاصل کرتی ہے اور نجانے کیا بات ہے کہ گذشتہ کافی عرصہ سے سیکرٹ سروس نے مجھے مڑ کر بھی نہیں پوچھا اور ظاہر ہے کہ جب آدمی بے روزگار ہو تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ چلو کافرستان کے مجرموں کے خلاف کوئی کام کر لیا جائے

اور کارنامہ شاگل کے کھاتے میں ڈال دیا جائے۔ شاید بات بن جائے"۔ عمران کی زبان چل پڑی۔

"تم۔ تم کہاں سے بول رہے ہو۔ کیا کافرستان سے کال کر رہے ہو"...... شاگل نے اس کی ساری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔ اب اتنا بھی ناسمجھ نہیں ہوں۔ میری عقل داڑھ نکل آئی ہے اس لئے اب میں یہ رسک کیسے لے سکتا ہوں کہ کافرستان سے تمہیں فون کر کے خود کو تمہارے ہاتھوں قید میں پہنچا دوں۔ میں کافرستان سے پاکیشیا پہنچ کر تمہیں کال کر رہا ہوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو"...... شاگل نے انتہائی الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارے کارناموں میں ایک اور کارنامے کا اضافہ کرانا چاہتا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ سیدھی طرح بات کرو"...... شاگل نے اور زیادہ الجھے ہوئے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"کافرستان میں مجرموں کا ایک انتہائی منظم اور انتہائی باوسائل گروپ کام کر رہا ہے جو اسلحے اور منشیات کی سمگلنگ کے ساتھ ساتھ انتہائی اونچی سطح پر ہر قسم کے جرائم میں ملوث ہے۔ غیر ملکیوں سے اس کے رابطے ہیں۔ اس گروپ کا نام سیٹھ پرشاد گروپ ہے۔ کیا تم

نے یہ نام سنا ہوا ہے"...... عمران نے کہا۔

" نہیں۔ میں یہ نام تو تمہاری زبان سے ہی سن رہا ہوں۔ میرا غنڈوں اور بدمعاشوں سے کیا تعلق۔ میں سیکرٹ سروس کا چیف ہوں۔ سمجھے"...... شاگل نے اس بار انتہائی غصیلے لہجے میں کہا جیسے عمران نے اس کی توہین کر دی ہو۔

" تو پھر میں سیٹھ پرشاد گروپ کے سرغنہ۔ اس کے اڈے۔ اس کے سٹورز جن میں کروڑوں اربوں کا انتہائی حساس اسلحہ اور منشیات موجود ہے یہ سب کچھ تمہاری بجائے مادام ریکھا تک پہنچا دوں تاکہ مادام ریکھا پکا پکایا حلوہ کھا سکے اور حکومت سے انعامات حاصل کر سکے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی تم درست کہہ رہے ہو۔ لیکن تمہارا اس سے کیا تعلق ہے"...... شاگل نے اس بار بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اس گروپ نے پاکیشیا سے انتہائی قیمتی سائنسی معدنیات چوری کرالی تھی جس کی وجہ سے مجھے اس گروپ کے خلاف کام کرنا پڑا۔ وہ معدنیات تو میں نے حاصل کر کے واپس پاکیشیا پہنچا دی ہے لیکن میں نے سوچا کہ چلو شاگل کا بھی بھلا ہو جائے۔ لیکن"۔ عمران نے جان بوجھ کر لیکن کے بعد فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

" اوہ۔ اوہ۔ کیا تم واقعی درست کہہ رہے ہو"...... شاگل کے منہ سے الفاظ صحیح طور پر نہ نکل رہے تھے۔

" مجھے کیا ضرورت ہے اتنی لمبی کال کر کے اپنے پیسے ضائع کرنے کی۔ تم کافرستانی تو اس قدر کنجوس ہو کہ تم نے کال کی رقم بھی نہیں دینی"...... عمران نے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ مجھے بتاؤ یہ سب کچھ۔ مجھے بتاؤ پلیز عمران"...... شاگل نے اس بار منت بھرے لہجے میں کہا۔

" عمران تو ہر حال میں پلیز رہتا ہے۔ بہرحال تم ہی کم از کم احسان مند تو رہو گے اس لئے تفصیل سن لو"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے سیٹھ بابو کی کوٹھی کا پتہ اور کالونی کے بارے میں بتانے کے ساتھ ساتھ اسے ساری تفصیل بتا دی۔

" سیٹھ بابو چونکہ پاکیشیا کا بھی مجرم تھا اس لئے ہم نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ البتہ اس کی لاش کے سامنے میز پر دو فائلیں موجود ہیں۔ ان فائلوں میں تمہیں سیٹھ پرشاد گروپ کے تمام اڈوں، آدمیوں، سٹورز اور خفیہ بزنس کے بارے میں تفصیلات مل جائیں گی۔ اس کے بعد باقی کارروائی تم نے خود کرنی ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" لیکن تم تو سیٹھ پرشاد کا نام لے رہے تھے۔ وہ کون ہے اور کہاں ہے"...... شاگل نے کہا۔

" سیٹھ پرشاد ایک فرضی نام ہے۔ یہی سیٹھ بابو ہی سیٹھ پرشاد کے نام اور آواز سے اس گروپ کو کنٹرول کرتا تھا۔ اس کے لئے اس نے باقاعدہ ایک مشین رکھی ہوئی ہے اور یہ مشین اسی کمرے کے

بائیں ہاتھ کی دیوار کے پیچھے خفیہ کمرے میں موجود ہے جس کمرے میں سیٹھ بابو کی لاش پڑی ہوئی تمہیں ملے گی اور فائلوں میں اس کا ثبوت بھی تمہیں مل جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"اور اگر یہ سب کچھ غلط نکلا تب"...... شاگل نے کہا۔

"تو پھر اپنی عقل داڑھ نکلنے کا انتظار کرنا۔ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور فون بوتھ سے باہر آ گیا۔

"شاگل نے یقیناً آپ کی بات پر اعتبار نہیں کیا ہو گا"...... چوہان نے عمران کے چہرے پر موجود تاثرات دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ وہ اسے مذاق ہی سمجھ رہا تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ بہرحال چیکنگ ضرور کرائے گا۔ کیا ہوا۔ وہ طیارہ چارٹرڈ نہیں ہوا ابھی تک"...... عمران نے کہا۔

"ہو گیا ہے لیکن روانگی میں کچھ دیر ہے"...... چوہان نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اسی لمحے صدیقی بھی واپس آ گیا۔

"کیا ہوا عمران صاحب۔ کیا شاگل سے بات ہو گئی ہے"۔ صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ اب دیکھو کیا رزلٹ نکلتا ہے۔ بہرحال میں اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتا تھا"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آپ پاکیشیا کے یہاں موجود فارن ایجنٹ کو تو اطلاع کر دیں

تاکہ اگر شاگل اسے مذاق سمجھ کر حرکت میں نہ آئے تو وہ اس معاملے کو اعلیٰ حکام کے نوٹس میں لے آئے"...... چوہان نے کہا۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ یہ تم نے اچھی بات کی ہے۔ گڈ شو"۔ عمران نے کہا اور ایک بار پھر تیزی سے فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور ہنگامہ خیز ناول
الیکٹرونک آئی
مکمل ناول
مصنف
مظہر کلیم ایم اے
الیکٹرونک آئی ایک ایسی ایجاد جسے پاکیشیا نے اہمیت نہ دی مگر کافرستان اور اسرائیل اس کی اصل اہمیت سے آگاہ تھے پھر ———؟
الیکٹرونک آئی ایک ایسی ایجاد جس پر اس کا خالق سائنسدان اپنے طور پر کام کر رہا تھا مگر پاکیشیا میں کسی کو اس کے بارے میں علم نہ تھا۔ کیوں ———؟
ریڈ گروپ مجرموں کی ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم جو سرکاری ایجنٹوں کے انداز میں کام کرتی تھی۔ مگر اس کے بارے میں کوئی نہ جانتا تھا۔ کیا واقعی ———؟
سیلی ریڈ گروپ کے ایک سیکشن کی انچارج جس کی ذہانت اور کارکردگی بے مثل تھی۔
سیلی جو انتہائی ذہانت سے پاکیشیا میں مشن مکمل کر کے واپس بھی چلی گئی اور پاکیشیائی صرف لکیر پیٹتے رہ گئے ———؟
سیلی جس کے ہاتھوں عمران اپنے ہی فلیٹ میں یقینی موت کے اندھے غار میں اترنے پر مجبور کر دیا گیا ———؟
ٹائیگر عمران کا شاگرد جو عمران کے بعد میدان میں اترا اور پھر سیلی اور اس کے ساتھیوں کے گرد موت کا دائرہ تنگ ہوتا چلا گیا۔
ٹائیگر جس نے عمران کے بعد اپنی بے مثال جدوجہد ذہانت اور کارکردگی سے سب کو حیرت زدہ کر دیا۔ انتہائی منفرد انداز میں لکھا گیا دلچسپ اور ہنگامہ خیز ناول
یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان
عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور تیز رفتار کہانی
جوانا ان ایکشن
مصنف مظہر کلیم ایم اے
ماسٹر کلرز کا جوانا عمران کا ساتھی۔ ایک ایسے مجرم کی بو سونگھتا ہے جو اس کی لائن کا جرم ہے۔
جوڈش جوانا کا ہم پلہ اور شیطان کی طرح مشہور بین الاقوامی پیشہ ور قاتل جو آج تک اپنے کسی مشن میں ناکام نہ ہوا تھا۔
وائٹ پینتھرز ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم جو پاکیشیا سمیت تمام اسلامی ممالک کے دفاع کو تہس نہس کرنے کا مشن لے کر میدان میں اتری اور جس نے پاکیشیا کے معروف سائنسدان سرداور کے قتل کے لئے جوڈش کو تعینات کر دیا۔
بغداد میں ہونے والی ایک ایسی خفیہ میٹنگ جس میں پاکیشیا کی طرف سے سرداور نے شریک ہونا تھا اور ان کے فارمولے پر پاکیشیا سمیت پوری اسلامی دنیا کے دفاع کا انحصار تھا۔
سرداور کی حفاظت کے لئے پاکیشیا کی طرف سے جوانا کو سرکاری طور پر تعینات کر دیا گیا۔ جوانا جب اپنے مخصوص ایکشن میں آیا تو جوڈش اور وائٹ پینتھرز دونوں کو کہیں بھی جائے پناہ نہ مل سکی۔
روح کو منجمد کر دینے والے سسپنس سے بھرپور یادگار کہانی
یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں بلیک تھنڈر سلسلے کا ایک ہنگامہ خیز ناول

گولڈن ایجنٹ

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

گولڈن ایجنٹ بلیک تھنڈر کی لیڈی ایجنٹ جو پہلی بار عمران کے مقابلے پر آئی اور عمران اس کے منفرد انداز اور کارکردگی پر حیران رہ گیا۔

گولڈن ایجنٹ جس نے عمران کے خلاف کام کرنے سے پہلے عمران سے ذاتی طور پر مل کر باقاعدہ تمام حالات اسے بتا دیئے۔ کیوں؟
کیا وہ عمران سے ٹکرانا نہیں چاہتی تھی؟

گولڈن ایجنٹ جس نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس پر مکمل طور پر قابو پا لینے کے بعد انہیں دوستوں کی طرح واپس جانے کی اجازت دیدی۔ کیوں؟

گولڈن ایجنٹ بلیک تھنڈر کی ایک ایسی ایجنٹ جس نے اپنی حیرت انگیز کارکردگی اور منفرد کردار سے عمران کو بھی اپنی قصیدہ گوئی پر مجبور کر دیا۔
انتہائی حیرت انگیز، دلچسپ اور منفرد کردار جسے عمران نے ٹرومین کی طرح ٹرو وومین کا خطاب دے دیا۔

گولڈن ایجنٹ جس نے اپنی حیرت انگیز کارکردگی سے اپنے آپ کو واقعی بلیک تھنڈر کی گولڈن ایجنٹ ثابت کر دیا۔

بلیک تھنڈر جس نے مجبوراً عمران کے خاتمے کی اجازت دے دی۔ کیوں؟

- کیا بلیک تھنڈر عمران سے واقعی خوفزدہ ہو گئی تھی ——— یا ———؟
- کیا عمران اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو سکا۔ یا۔ گولڈن ایجنٹ اور بلیک تھنڈر کے مقابلے میں اسے شکست تسلیم کرنا پڑی؟

وہ لمحہ جب عمران گولڈن ایجنٹ کے مقابلے پر موت کی وادی میں اترنے لگا تو گولڈن ایجنٹ نے ہی اس کا باقاعدہ علاج کرایا۔ کیوں؟ گولڈن ایجنٹ عمران کو کیوں زندہ رکھنا چاہتی تھی؟

- عمران، پاکیشیا سیکرٹ سروس، گولڈن ایجنٹ اور بلیک تھنڈر کے سیکشن چیف کے درمیان انتہائی خوفناک اور لرزا دینے والے مقابلے۔ ایسے مقابلے جو خون کی گردش روک دیتے تھے۔ ان مقابلوں کا انجام کیا ہوا؟ کامیابی کس کے حصے میں آئی؟

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان